ترجمہ

فضیلۃ الشیخ حافظ عبداللہ سلیم حفظہ اللہ

مکتبہ بیت السلام
لاہور، الریاض

عالمِ اسلام کے کبار علماءِ کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں
جسمانی و روحانی مریضوں اور معالجین و عاملین کے لیے راھنما کتاب

450

سوال و جواب برائے

صحت و علاج

لأصحاب الفضيلة
الإمام ابن باز العلامة العثيمين
العلامة الفوزان سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ
حافظ عبداللہ سلیم حفظہ اللہ

مکتبہ بیت السلام
ریاض۔ لاھور

450
سوال و جواب برائے
صحت و علاج
اور
میڈیکل سٹاف

فہرس

پہلی قسم: جسمانی بیماریاں اور ان کا علاج

دوسری قسم: روحانی بیماریاں اور ان کا علاج

تیسری قسم؛ دلوں کی بیماریاں اور ان کا علاج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

یہ دنیا تکالیف اور مصائب کی آماجگاہ ہے جس میں ہر انسان کسی نہ کسی تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرتا ہے۔ درحقیقت یہ آزمائشیں اور امتحانات کسی انسان کو تکلیف و اذیت دینے کی خاطر اس پر نازل نہیں ہوتے، بلکہ اسے اپنی اصلاح کرنے اور اپنی روش کا ناقدانہ جائزہ لینے کا موقع مہیا کرتے ہیں۔ اور کسی مومن کے لیے تو ہر آزمائش اور تکلیف اجر و ثواب میں اضافے اور بلندیِ درجات کا باعث بنتی ہے۔

جس طرح مومن بندہ خوشی اور غمی کے ہر موقع پر صبر و شکر کا مظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ سے وابستہ رہتا ہے، ایسے ہی تنگی و تکلیف کے ہر موقع پر بھی اسی ذات بابرکات سے اپنے دکھوں کا مداوا اور آزمائشوں سے نجات طلب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شریعت اسلامیہ میں شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے ہر قسم کے افراد کے لیے مکمل راہنمائی موجود ہے اور ہر شخص اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق اس چشمہ صافی سے اپنی سیرابی کا سامان جمع کرسکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں عالم اسلام کے کبار علماء کرام اور مفتیانِ دین کے فتاویٰ کی روشنی میں جسمانی و روحانی مریضوں اور معالجین و عاملین کو پیش آنے

والے شرعی احکام و مسائل کا معتد بہ ذخیرہ جمع کیا گیا ہے جو بلاشبہ اردو زبان میں اس موضوع پر پہلی کاوش ہے۔

اس کتاب میں ڈاکٹرز و میڈیکل سٹاف کے متعلقہ شرعی احکام و مسائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ جسمانی و روحانی اور امراضِ قلوب کے لیے کتاب و سنت میں بیان کردہ احکام کو حسنِ ترتیب اور بہترین پیرائے میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں بیماری و آزمائش کے متعلق اسلامی نقطہ نظر، مریضوں کی تیمارداری کے متعلق مسائل اور جادو ٹونے کے شرعی احکام کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس کتاب کو دنیوی اور اخروی فوز و فلاح کا ضامن اور جنت میں بلندیِ درجات کا باعث بنائے۔ آمین یا رب العالمین.

والسلام

ابو میمون حافظ عابد الٰہی

مدیر

مکتبہ بیت السلام، ریاض۔ لاہور

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی أشرف الخلق والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ، وسلم تسلیماً کثیراً.

یہ کبار علماء کرام کے "450 جوابات" کا ایک سلسلہ ہے جس میں مَیں نے ایک مسلمان کو زندگی میں پیش آنے والے مسائل کے جوابات جمع کیے ہیں، یہ جوابات صحت وعلاج اور میڈیکل سٹاف کے شرعی احکام ومسائل پر مشتمل ہیں۔

یہ جوابات اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ جہاں ان میں ایک طرح کی مرونت، نرمی اور لچک ہے، وہیں یہ ہر زمانے اور ہر علاقے کے تمام انسانوں کے لیے قابل عمل اور بالکل موافق ہیں، کیونکہ یہ انسانی فطرت کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور انسان کی تمام روحانی اور نفسیاتی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل وتسکین کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس جامعیت اور اکملیت کا راز اجتہاد کا قاعدہ ہے۔ یہ وہ حقیقی اسلامی قاعدہ ہے جس کے ذریعے سے اسلام ہر پیش آنے والی نئی مشکل اور جدید مسائل و واقعات کا حل پیش کرتا ہے۔

چنانچہ ہمارے فاضل علماءِ کرام نے واقعات اور جدید مسائل کو اسلامی شریعت کے اصول کی کسوٹی پر پیش کرنے میں بھرپور جدوجہد کی ہے تاکہ انسانی حاجات اور ضروریات کو پورا کیا جا سکے، اس مقصد کی خاطر ہم نے اس کتاب

میں صحت و علاج اور میڈیکل سٹاف کے احکام کے متعلق فتویٰ جات میں ''**450** جوابات'' کا انتخاب کیا ہے اور ان کی باقاعدہ باب بندی اور تقسیم کر دی ہے تا کہ جو ان معاملات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو جاننا چاہتا ہے اس کے لیے یہ کتاب زادِ راہ بن سکے۔

اسلوبِ تالیف:

1. صحت و علاج اور میڈیکل سٹاف کے متعلق احکام کے بارے میں کبار علماءِ کرام کے جدید فتاویٰ میں تقریباً **450** جوابات کا انتخاب۔
2. سوال کی عبارت کو مختصر کر کے فتویٰ کے موضوع کے متعلق عنوان بنا کر پیش کر دیا گیا ہے، البتہ جواب کی عبارت میں، سوائے چند حالات کے اور وہ بھی بقدرِ ضرورت، کوئی تصرف نہیں کیا گیا، ہر جواب کے آخر میں مفتی صاحب کا نام اور فتویٰ کے ماخذ کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے۔
3. عبارت کا تقابل کر کے تصحیح اور موضوعات کی ابواب بندی کر دی گئی ہے تا کہ قاری جو مسئلہ تلاش کرنا چاہے، اس تک آسانی سے پہنچ سکے۔
4. تمام قرآنی آیات کے نمبر اور سورت کا نام ذکر کر دیا گیا ہے۔
5. احادیث مبارکہ کی تخریج کر دی گئی ہے۔ وہ احادیث جو صحیح بخاری و مسلم میں ہیں ان کے صحیح ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ صحیحین کی احادیث ہیں اور جو حدیث بخاری و مسلم سے باہر ہے اس کو اس کے ماخذ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اور جن احادیث پر حکم لگائے گئے ہیں ان میں ہم نے شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔

پہلی قسم

جسمانی بیماریاں اور ان کا علاج

1. آزمائش اور مصیبت پر صبر کرنا۔
2. بیماروں کی زیارت اور بیمار پرسی کے احکام۔
3. حفظانِ صحت۔
4. شادی سے پہلے طبی معاینہ۔
5. ٹیسٹ ٹیوب بے بیز اور جنین (حمل)۔
6. علاج معالجے کے احکام۔
7. دوا کے احکام۔
8. طب نبوی۔
9. کاسمیٹک سرجری۔
10. پوسٹ مارٹم اور اعضاء کی منتقلی اور عطیہ دینا۔
11. مریضوں کے متعلق فقہی احکام۔
12. میڈیکل سٹاف کے متعلق احکام و مسائل۔

آزمائش اور مصیبت پر صبر کرنا

1- اپنے بندوں کو آزمائش اور مصیبت میں مبتلا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

اپنی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمتیں پوشیدہ ہیں، ان کے متعلق پورا علم اور واقفیت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، ان میں سے بعض حکمتوں کو ہم سمجھ جاتے ہیں، جبکہ کئی چیزوں کی حکمتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہیں، لیکن ہمارا اس بات پر ایمان ہے اور ہم یقین و وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ہر فعل کامل حکمت و دانائی کی بنیاد ہی پر ہوتا ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بے کار و بے فائدہ کام کرنے سے پاک اور مبرّا ہے۔ رہی کافر کو لاحق ہونے والی مصیبتیں تو وہ اس کے کفر اور گناہوں کی سزا کے طور پر ہوتی ہیں، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ [السجدة: 21]

''اور یقیناً ہم انھیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے، تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ ﴾ [الطور: 47]

''اور یقیناً ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، اس (آخرت) سے پہلے بھی ایک عذاب ہے۔''

رہیں وہ مصیبتیں اور تکلیفیں جو چھوٹے بچوں کو پہنچتی ہیں تو وہ ان کے آباء و اجداد کو سزا دینے اور آزمائش میں مبتلا کرنے اور اسی طرح کی دیگر مصلحتوں کے لیے ہوتی ہیں تاکہ ان کا صبر کرنا اور اس صبر پر ثواب کی توقع رکھنا ظاہر ہو سکے۔ ایسے ہی جانوروں اور چوپایوں کو جو تکلیفیں آتی ہیں، ان کا مقصد بھی ان کے مالکوں کو سزا دینا اور آزمائش میں مبتلا کرنا ہوتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾

[البقرة: 156,155]

''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' (الفوزان: المنتقیٰ: 349/1)

2- بیماری پر صبر کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [البقرة: 153 تا 155]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں، مردے مت کہو، بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔ اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔''

اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا غَمٍّ حَتّٰى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سَيِّئَاتِهِ))[1]

''مسلمان کو جو بھی تھکان، درد، رنج و غم اور ملال پہنچتا ہے حتی کہ اس کو اگر کانٹا بھی لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

اسی طرح سنن ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إذا أراد الله بعبده الخير عجل له العقوبة في الدنيا و إذا أراد

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5641]

بعبده الشر أمسك عنه بذنبه حتى يوافي به يوم القيامة ﴾[1]

’’جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فوراً (جلدی) دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے، اور جب وہ اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا کو روک دیتا ہے، حتی کہ قیامت کے دن وہ اسے اس گناہ کی سزا دے گا۔‘‘

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ »[2]

’’یقیناً شاندار جزا بڑی آزمائش کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، لہٰذا جو شخص اس (آزمائش) پر راضی رہا تو اس کے لیے (اللہ کی) رضا اور خوشنودی ہے اور جو شخص اس پر ناراض ہوا، اس کے لیے (اللہ کی) ناراضی اور غصہ ہے۔‘‘

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

« لا يزال البلاء بالمؤمن حتى يمشي على الأرض وليس عليه خطيئة »[3]

’’مومن آزمائش میں مبتلا رہتا ہے، حتی کہ وہ زمین پر اس حال میں چل رہا ہوتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔‘‘

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2396]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [4031]

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث [2399]

نبی اکرم ﷺ نے مومن کو اس کچی اور ناپختہ کھیتی سے تشبیہ دی ہے جس کو ہوا دائیں اور بائیں مائل کرتی ہے، یعنی مومن کو اپنی زندگی میں کثرتِ امراض، آفات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« أشد الناس بلاء الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل يبتلىٰ الرجل علىٰ قدر دينه، فإن كان في دينه صلابة شدد عليه وإلا خفف عنه »[1]

''لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے، پھر جو ان کی مثل ہوں، پھر جو ان کی مثل ہوں، آدمی اپنے دین کے مطابق ہی آزمایا جاتا ہے، پھر اگر وہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کی آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے۔''

ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ میں آپ ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« إن كنت صادقا فأَعد للبلاء تجفافا فإن البلاء أسرع إلى من يحبني من السيل إلى منحدره »[2]

''اگر تم اپنے اس دعویٰ محبت میں سچے ہو تو آزمائش کے لیے تیاری کر لو کیونکہ جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تو وہ اتنی جلدی آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اتنی جلدی سیلاب کا پانی بھی نشیبی علاقے میں نہیں پہنچتا۔''

(ابن جبرين: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 8/1)

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2398]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [2350]

3- حدیث ''تقدیر کو صرف دعا ہی رد کرتی ہے'' کا مفہوم

حدیث «لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ» ''تقدیر کو صرف دعا ہی رد کرتی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ دعا خیر و بھلائی کے حصول میں ایک سبب کی حیثیت رکھتی ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اسباب کے ساتھ مقدر اور وابستہ ہیں، لہٰذا جب سبب قائم ہوجائے تو مقدر ثابت ہوجاتا ہے اور اگر سبب قائم نہ ہو تو مقدر بھی قائم نہیں ہوتا۔ جب مسلمان اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اس کو خیر و بھلائی نصیب ہوتی ہے اور جب وہ دعا نہیں کرتا تو اس کے ساتھ برائی ثابت ہوتی ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کو درازیِ عمر کا سبب بنایا ہے اور قطع رحمی کو اس کی ضد یعنی عمر کے چھوٹا ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 348/1)

4- بیماری کے سبب سے رونے اور بیماری کے متعلق دوسروں سے گفتگو کرنے کا حکم

اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ یہ رونا صرف آنکھوں سے آنسو گرانے کے ساتھ ہو، اس میں آواز شامل نہ ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقعے پر فرمایا تھا:

«العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضى الرب وإنا بفراقك يا إبراهيم لمحزونون»[1]

''آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غمگین ہے مگر ہم وہی کچھ کہیں گے جس

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1303]

سے ہمارا رب راضی ہوتا ہو اور اے (بیٹے) ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔"

اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ نیز اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو اپنی بیماری کے متعلق بتلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ تم اللہ کی تعریف و ثنا کرتے رہو، اس کا شکریہ ادا کرتے رہو، اس سے صحت و تندرستی کا سوال کرتے رہو اور بیماری کے علاج کے لیے جائز اسباب اختیار کرتے رہو۔ ہم تمھیں صبر کرنے اور اس صبر کے عوض اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی توقع رکھنے کی نصیحت کرتے ہیں، نیز تم اس خیر و بھلائی پر خوش ہو جاؤ، جس کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر: 10]

"صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ [البقرۃ: 155 تا 157]

"اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔"

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ هَمٌّ وَلَا غَمٌّ وَلَا نَصَبٌ وَلَا وَصَبٌ ـ وَهُوَ الْمَرَضُ ـ وَلَا أَذًى حَتَّى الشَّوْكَةُ إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ »[1]

''جب بھی کسی مسلمان کو کوئی ملال، رنج و غم، تھکان اور درد لاحق ہوتی ہے یعنی بیماری لاحق ہوتی ہے اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا بھی چبھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

« من یرد اللّٰه به خیراً یصب منه »[2]

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے کسی تکلیف اور آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 144/4)

5- بیماری کو چھپانا

بیماری کو چھپانا اس کے ظاہر کرنے سے بہتر ہے لیکن اگر شکایت کے علاوہ اس کو ظاہر کیا جائے اور کسی کو اس کے متعلق بتایا جائے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے (اپنی بیماری کو ظاہر کرتے ہوئے) فرمایا تھا:

« وا رأساه » ''ہائے! سر کو کیا ہو گیا ہے۔''

لہٰذا جب اسے پوچھا جائے: تمھیں (اس بیماری کی وجہ سے) ڈرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ویسے تمھیں کیا تکلیف و بیماری ہے تو بیمار جواب میں

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5641]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5645]

کہے: مجھے فلاں فلاں بیماری ہے، بشرطیکہ اس سے اس کا مقصد بیماری کی شکایت کرنا نہ ہو، اگر اس کا قصد و ارادہ صرف بیماری کی خبر دینا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لہٰذا جائز ہے کہ کوئی مریض شکوہ شکایت کیے بغیر بیماری کی خبر دیتے ہوئے کہے: مجھے فلاں فلاں بیماری ہے، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ عقلمند اور سمجھدار آدمی سے یہ ممکن نہیں کہ وہ مخلوق کے سامنے خالق کی شکایت کرے، کیونکہ خالق تو اس پر خود اس کی اپنی ذات سے اور اس کی ماں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ نیز مخلوق سے شکوہ و شکایت کرنا ویسے بھی صبر کے منافی ہے، کیونکہ گلے شکوے کا مطلب یہ ہے کہ گلہ و شکوہ کرنے والا اللہ کی تقدیر اور اس کے فیصلے پر ناراض ہے۔ ایک شاعر نے کس قدر سچی بات کہی ہے:

وَإِذَا شَكَوْتَ إِلَى ابْنِ آدَمَ إِنَّمَا
تَشْكُوْ الرَّحِيْمَ إِلَى الَّذِيْ لَا يَرْحَمُ

''اور جب تم ابن آدم کے سامنے شکایت کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم (اللہ) رحیم (وکریم) کی شکایت اس (ابن آدم) سے کر رہے ہو جو رحم نہیں کرتا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 30/194)

6- حدیث ''صدقے کے ذریعے سے اپنے بیماروں کا علاج کرو'' کی تشریح

اس حدیث کو ابو نعیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الحلیۃ'' میں اسود نخعی کے ترجمہ میں بیان کیا ہے، پھر ابراہیم نخعی کے ترجمہ میں بھی نقل کیا ہے۔ ابراہیم نخعی موسیٰ بن عمیر سے بیان کرتے ہیں، موسیٰ بن عمیر حکم سے روایت کرتے ہیں، حکم

ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، ابراہیم اسود سے روایت کرتے ہیں اور اسود عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« حصنوا أموالكم بالزكوة و داووا مرضاكم بالصدقة وأعدوا للبلاء الدعاء »[1]

''اپنے مالوں کو زکوۃ کے ذریعے سے بچاؤ، صدقے کے ذریعے سے اپنے بیماروں کا علاج کرو اور آزمائش کے لیے دعا تیار کرو۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں: یہ حدیث ابراہیم اور حکم کے واسطے سے غریب ہے کیونکہ اس کو اکیلا موسیٰ بن عمیر راوی بیان کرنے والا ہے۔

اس حدیث کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن کعب مولیٰ بنی ہاشم کے ترجمے میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور وہ اسحاق اس کو موسیٰ بن عمیر سے بیان کرتا ہے۔

خطیب نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا: اس روایت کو بیان کرنے میں موسیٰ بن عمیر، حکم بن عتیبہ سے بیان کرنے میں متفرد ہیں۔ نیز اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ''طبرانی کبیر'' میں حدیث نمبر [10196] کے تحت موسیٰ بن عمیر کے واسطے سے اپنے الفاظ اور سند سے نقل کیا ہے، امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''مجمع الزوائد'' [64/3] میں ذکر کیا ہے اور ''الاوسط'' میں بھی اس کو طبرانی کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن عمیر ایک راوی ہے جو متروک ہے۔

لیکن امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں اس حدیث کو ان الفاظ سے بھی ذکر کیا ہے:

---

[1] طبراني، رقم الحديث [10196]

《 داووا مرضاكم بالصدقة 》

''اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعے سے علاج کرو۔''

''مسند فردوس'' میں اس حدیث کو امام دیلمی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ابو داود رحمہ اللہ نے ''مراسیل ابی داود'' میں کتاب الزکوۃ سے پہلے حسن رحمہ اللہ سے اسی طرز پر مرسل اور مرفوع بیان کیا ہے۔ امام مزی رحمہ اللہ نے ''تحفۃ الاشراف'' حدیث نمبر (18527) میں اس کی سند کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی مذکورہ بالا سندوں اور متابعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل موجود ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً صدقہ ایک نفع مند اور مفید علاج ہے جو بیماریوں سے شفایاب کرتا ہے اور ان کو ہلکا کرتا ہے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی مذکورہ حدیث کی تائید کرتا ہے:

《 الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار 》[1]

''صدقہ گناہ کو یوں ہی بجھا (مٹا) دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔''

تشریح طلب مذکورہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بیماری کسی بیمار کو اس کے اس گناہ کی وجہ سے لاحق ہوئی ہو، جس کا وہ مرتکب ہوا ہے، تو جب اس کے گھر والے اس کی طرف سے صدقہ دیں گے تو گناہ دور ہو جائے گا، کیونکہ جب بیماری کا سبب یعنی گناہ دور ہوجائے گا تو بیمار خود بخود شفایاب ہوجائے گا، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے کی وجہ سے بیمار کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو ان کی وجہ سے بیمار کا دل ہشاش بشاش ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ بیماری کی تکلیف ہلکی ہوجاتی ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 9/2)

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [624]

7- اس دعا: «اَللّٰهُمَّ إِنَّا لَا نَسْأَلُكَ رَدَّ الْقَضَاءِ وَإِنَّمَا نَسْأَلُكَ اللُّطْفَ فِيهِ» کا حکم

سوال میں ذکر کردہ دعا: «اَللّٰهُمَّ إِنَّا لَا نَسْأَلُكَ رَدَّ الْقَضَاءِ وَإِنَّمَا نَسْأَلُكَ اللُّطْفَ فِيهِ» ''اے اللہ! ہم تم سے قضا و قدر کے رد کا سوال نہیں کرتے ہم تو صرف اس میں نرمی کرنے کا تجھ سے سوال کرتے ہیں۔'' حرام دعا ہے، یہ دعا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ دعا تو قضا و قدر کو رد کیا کرتی ہے، جیسا کہ حدیث میں «لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ» ''تقدیر کو صرف دعا ہی رد کیا کرتی ہے'' موجود ہے۔ نیز مذکورہ الفاظ کے ساتھ دعا کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ کو چیلنج کرتے ہوئے کہتا ہے: تو جو چاہے فیصلہ کر لے لیکن اس میں کچھ نرمی کر دے، جبکہ انسان کے لیے لائق یہ ہے کہ وہ عزم و یقین کے ساتھ دعا کیا کرے اور وہ یوں دعا کرے: ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم کرے۔ اے اللہ! میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے عذاب کر دے۔'' اور اس طرح کے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرے۔

رہا اس کا یوں کہنا: ''میں تجھ سے تقدیر بدلنے کا سوال نہیں کرتا۔ تو جب تم اللہ سے تقدیر بدلنے کا سوال ہی نہیں کرتے تو تمھاری اس دعا کا کیا فائدہ؟ دعا تقدیر کو بدلتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے اور اس کا ایک سبب مقرر کر دیتا ہے جو اس فیصلے کو روک دیتا ہے، اور دعا بھی ایسا ہی ایک سبب ہے۔

بہر حال مذکورہ دعا جائز اور درست نہیں ہے، انسان پر واجب ہے کہ وہ اس دعا سے پرہیز کرے اور جس کو بھی یہ دعا کرتے ہوئے سنے، اسے اس کے ترک کرنے کی نصیحت کرے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 36/5)

8- ایک حدیث کی تشریح

رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی تشریح جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:
« إِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مَا كَانَ يَعْمَلُهُ وَهُوَ صَحِيحٌ » ''جب آدمی بیمار ہو جاتا ہے یا سفر پر روانہ ہوتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں وہ اعمال لکھے جاتے ہیں جو وہ تندرستی کی حالت میں (اور حالت اقامت میں) کیا کرتا تھا۔''

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

« إِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلاً صَالِحًا فَشَغَلَهُ عَنْهُ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ كُتِبَ لَهُ كَصَالِحِ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيحٌ مُقِيمٌ »[1]

''جب ایک شخص کوئی نیک کام کرتا ہوتا ہے، پھر اس کو بیماری یا سفر اس کام سے روک دیتا ہے تو اس کے حق میں اسی طرح کا نیک عمل لکھا جاتا ہے جو وہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔''

ویسے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، مگر ہماری دانست کے مطابق اس کی حکمت یہ ہے کہ ایک آدمی عبادت کرنا پسند کرتا ہے اور وہ تندرستی و اقامت کی حالت میں روزہ، اعتکاف، ذکر، تلاوتِ قرآن، تہجد ادا کرنا، باجماعت نماز، حج وعمرہ، جہاد اور اس طرح کے دیگر کام تسلسل کے ساتھ سرانجام دیتا ہے۔ پھر وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے جو اسے ان اعمال کے ادا کرنے سے روک دیتا ہے یا اسے کوئی ایسا سفر پیش آ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ مذکورہ کام نہیں کر پاتا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اس کے معمول کے اعمال

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2996]

صالحہ کا اسے اجر عطا کرتا ہے اور ان اعمال کو بجا لانے کی محبت کی وجہ سے اس کے حق میں ثواب لکھتا ہے۔

چنانچہ اس کے نامۂ اعمال میں اس عمل کا اجر وثواب لکھا جاتا ہے جو وہ صحت وتندرستی کے وقت بجا لایا کرتا تھا، مگر بیماری نے اسے اس کی بجا آوری سے روک دیا یا وہ حالت اقامت میں وہ عمل کیا کرتا تھا، مگر سفر پر روانہ ہونے کی وجہ سے وہ اس عمل کو ادا نہ کر سکا، کیونکہ وہ اس بات کا متمنی ہے کہ یہ عذر اور رکاوٹ دور ہو جائے جو اس کے اور اس کے اس عمل کے درمیان حائل ہوگئی ہے، جو عمل وہ تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ سر انجام دیا کرتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے اس آدمی کی مثال دیکھیں جس کو اللہ تعالیٰ نے علم و مال سے نوازا ہو اور حق کی راہ میں اس کو صَرف کرنے کے کام پر لگا دیا ہو، اور ایک دوسرا آدمی ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو دیا ہو مگر مال نہ دیا ہو تو وہ شخص اس بات کی آرزو کرے کہ کاش! اللہ تعالیٰ اسے مال عطا کرے تو وہ فلاں (مال خرچ کرنے والے) شخص کی طرح یہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے، پس یہ مال و دولت کے حصول کی نیت اور اس کو راہِ حق میں خرچ کرنے کا ارادہ رکھنے والا شخص اور بالفعل اس پر عمل کرنے والا شخص اجر وثواب میں برابر ہوں گے۔ سو ایسے ہی وہ مریض جس کو اس کی بیماری نے رات کے قیام اور دن کے روزے سے روک دیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ان اعمال کا اجر وثواب اس کے حق میں درج کر دیتا ہے جو وہ حالت صحت میں کیا کرتا تھا۔ اسی طرح اس کو ہر اس عمل کا ثواب عطا کیا جاتا ہے جو وہ بیماری یا سفر کے سبب سے ادا نہ کر سکے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 42/1)

9- بانجھ آدمی کے لیے زکریا علیہ السلام کی دعا کرنے کا حکم

مَیں مذکورہ دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ اور اگر وہ اس کے علاوہ کوئی اور دعا کرے جیسے یہ دعا ہے:

"اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِي ذُرِیَّۃً طَیِّبَۃً، اَللّٰھُمَّ ھَبْ لِي ذُرِّیَّۃً صَالِحَۃً"

"اے اللہ! مجھے پاکیزہ اولاد سے نواز۔ اے اللہ! مجھے نیک اولاد عطا کر۔"

اور اس جیسی دیگر دعائیں کرے تو یہ سب درست اور اچھی دعائیں ہیں۔

نیز وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ دعا کر سکتا ہے:

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾

[آل عمران: 38]

"اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کو بہت سننے والا ہے۔"

ان دعاؤں کے ساتھ ساتھ اس کے لیے مشروع اور مناسب یہ ہے کہ وہ اس مسئلے کے اسپیشلسٹ ڈاکٹرز اور اطبا سے اپنا طبی معاینہ کروائے، کیونکہ بعض اوقات ایک شخص فی الحقیقت بانجھ نہیں ہوتا بلکہ اس کی بے اولادی کے معاملے میں کوئی ایسی رکاوٹ ہوتی ہے جس کا علاج ممکن ہوتا ہے، نیز اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے جو پہلے سے اولاد پیدا کر چکی ہو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بے اولادی کی علت اور سبب اس کی بیوی میں ہو نہ کہ اس میں۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے یونہی نیک اور پاکیزہ اولاد سے نواز دے۔

نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[1]

''بکثرت بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو، کیونکہ میں قیامت کے دن تمھاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں سے مقابلہ کروں گے۔'' (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 8/422)

10- ایسے شخص کی توبہ جو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے شفایابی کی امید نہ ہو

اس شخص کی توبہ درست ہے جو اپنی زندگی سے مایوس اور نا امید ہو چکا ہو، یا اس کی مایوسی کسی ایسے مرض کی وجہ سے ہو جس سے شفا یابی کی امید نہ ہو، جیسے کینسر کا مرض ہے، یا اس وجہ سے کہ اسے قتل کرنے کے لیے پیش کر دیا گیا ہو، جیسے وہ شخص جس کو قصاص لینے کے لیے قتل گاہ میں اتار دیا گیا ہو اور قتل کرنے والا جلاد اور سیّاف تلوار لے کر اس کے سر پر کھڑا ہو، یا وہ ایسا شخص ہو کہ اس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو اور اسے رجم کی سزا سنا دی گئی ہو اور اس کو رجم کرنے کی تیاری مکمل کرتے ہوئے پتھر تک جمع کیے جا چکے ہوں تو پھر بھی اس کی توبہ درست ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی توبہ اس وقت تک قبول کرتے ہیں جب تک نزع کی کیفیت طاری نہیں ہو جاتی۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2050]

عَلِیْمًا حَکِیْمًا﴾ [النساء: 17]

''توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ﴾ [النساء: 17] کا مطلب ہے کہ وہ موت سے پہلے پہلے توبہ کر لیتے ہیں، کیونکہ اس آیت کے بعد فرمان خداوندی ہے:

﴿وَ لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ﴾ [النساء: 18]

''اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی۔''

لیکن توبہ کی صحت کے لیے پانچ شرطوں کا ہونا ضروری ہے، اور وہ پانچ شرطیں یہ ہیں: ① اخلاص، ② اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہونا، ③ اس گناہ سے فوراً رک جانا، ④ مستقبل میں اس کا دوبارہ ارتکاب نہ کرنے کا عزم و ارادہ کرنا، ⑤ توبہ اس وقت میں کی جائے جو توبہ کی قبولیت کا وقت ہے، یعنی توبہ موت سے پہلے پہلے کی جائے یا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے (جو قیامِ قیامت کی نشانی ہے) کی جائے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 14/53)

11- ایڈز کے مریض کی توبہ

سوال ایک شخص ایڈز کے مرض میں مبتلا ہے، ڈاکٹروں نے تحقیق کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اس مریض کی عمر دنیا کی زندگی میں بہت کم باقی رہ گئی ہے۔ اس وقت اس مریض کی توبہ کا کیا حکم ہوگا؟

جواب اس مریض پر لازم ہے کہ وہ جلدی سے توبہ کر لے، چاہے موت کی گھڑی ہی میں سہی، کیونکہ جب تک اس کی عقل اور شعور، ہوش اور حواس قائم ہیں توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ توبہ کرنے میں جلدی کرے اور گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کرے، اگرچہ ڈاکٹروں نے یہ کہا ہے کہ تمھاری عمر کم رہ گئی ہے مگر عمریں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ڈاکٹروں کا اس قسم کا گمان اور اندازہ غلط ثابت ہوتا ہے اور جس مریض کے متعلق انھوں نے ایسی تحقیق کی ہوتی ہے وہ دیر تک زندہ رہتا ہے۔

بہر حال مذکورہ مریض کو سچے دل سے اور جلدی توبہ کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾
[النور: 31]

''اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ [طٰہٰ: 82]

''اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور

ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔''

اور اسے اس لیے بھی جلدی توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ» [1]

''جب تک بندے کی جان حلق کو نہ پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ جب تک انسان کے حلق میں جان آ کر اس کا شعور ختم نہیں ہوتا اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 18)

12- غیر قبلہ رخ فوت ہونا

سوال مسلمانوں میں سے کوئی مریض غیر قبلہ کی جانب فوت ہو جاتا ہے کیونکہ ہسپتال میں اس کی چارپائی غیر قبلہ کی جانب رکھی گئی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کا غیر قبلہ کی جانب فوت ہونا کیسا ہے؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مریض پر جب نزع کی کیفیت طاری ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو اسے قبلہ رو لٹایا جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 19)

13- مریض کے آرام کی خاطر اس کے لیے جلدی موت طلب کرنا

مریض پر حرام ہے کہ وہ خودکشی کرتے ہوئے یا ایسی دوائیں استعمال کرتے ہوئے موت کو جلدی طلب کرے جن دوائیوں سے وہ اپنے آپ کو قتل

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [3537]

کرے، اسی طرح ڈاکٹر، ڈسپنسر وغیرہ پر حرام ہے کہ وہ مریض کی اس طلب کو پورا کرتے ہوئے اس کو کوئی اس قسم کی دوائی دے، اگرچہ اس کا مرض ایسا ہی کیوں نہ ہو کہ جس سے شفا یابی کی امید نہیں ہے۔ جس نے بھی اس کام میں اس کی مدد کی وہ اس کے گناہ میں شریک ہوگا، کیونکہ وہ عمداً ناحق اس کی معصوم جان کو قتل کرنے کا سبب بنا ہے۔ کتنی ہی ایسی نصوص ہیں جو کسی جان کو ناحق قتل کرنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ [الأنعام: 151]

''اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ۝ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا﴾ [النساء: 30,29]

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔ اور جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں جھونکیں گے اور یہ اللہ پر ہمیشہ سے بہت آسان ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ

خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا»[1]

”جس شخص نے لوہے (کے تیز دھار آلے) کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کر دیا (خودکشی کر لی) تو اس کا وہ لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کو اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔ جس شخص نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کر لیا (خودکشی کر لی) تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں اس (زہر) کو پیتا رہے گا اور جس نے پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو قتل کر لیا (خودکشی کر لی) تو وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ آگ میں (پہاڑ سے) گرتا رہے گا۔“

ابو قلابہ رحمہ اللہ سے مروی ہے، وہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ»[2]

”جس شخص نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کر لیا (خودکشی کر لی) تو وہ جہنم کی آگ اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔“

اس روایت کو محدثین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔

جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّيناً فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»[3]

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [5778] مسلم [109/175]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [110/176]
3. صحيح البخاري، رقم الحديث [1364]

''تم سے پہلے دور کی بات ہے کہ ایک آدمی کو (ہاتھ پر) زخم لگ گیا، اس نے بیتاب ہو کر چھری پکڑی اور اس کے ساتھ اپنا ہاتھ کاٹ لیا تو اس کا خون (ایسا جاری ہوا کہ) رکا ہی نہیں حتی کہ وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنے نفس کے ساتھ مجھ پر جلدی کی ہے، میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''

اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ انسان کسی تکلیف کی وجہ سے، جو اسے پہنچی ہو، موت کی تمنا کرے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي» [1]

''تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، اگر اسے ایسا کرنا ہی ہے تو وہ کہے: «اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي»

''اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے اور اس وقت مجھے فوت کر جب میرے لیے موت بہتر ہو۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی اس روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5671] صحيح مسلم [268/10]

«وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ»[1]

''تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیکی کر رہا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ (لمبی عمر میں مزید نیکیاں کر کے) اپنے لیے خیر و بھلائی کا اضافہ کرے اور اگر وہ گناہ کر رہا ہوتو ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے باز آ جائے۔''

پس جب انسان کو محض موت کی تمنا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے موت کا سوال کرنے سے منع کر دیا گیا ہے تو پھر اس کا اقدام خودکشی کرنا یا خودکشی کرنے میں تعاون کرتے ہوئے شریک ہونا، اللہ کی حدوں سے تجاوز کرنے اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس کا یہ فعل اللہ کے فیصلوں پر صبر کرنے کے منافی ہے، اس کے فعل میں اللہ کی قضا و قدر پر اعتراض ہے، اور اللہ کی حکمت خیر و شر کے ساتھ اپنے بندوں کا امتحان لینے کے لیے جس چیز کا تقاضا کرتی ہے اس کے فعل میں اس سے بے صبری کا مظاہرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ﴾ [الأنبياء: 35]

''اور ہم تمھیں برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ جو اپنے افعال میں حکیم و دانا اور اپنے بندوں کی مصلحتوں کو جاننے والا ہے، جب اپنے بندوں میں سے کسی کو بیماری میں مبتلا کرتا ہے تو وہ بیماری اس کے لیے خیر و بھلائی کا یوں باعث بنتی ہے کہ اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے عاجزی و

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5673]

انکساری، گڑگڑانے، اطاعت اختیار کرنے، اس پر توکل کرنے اور اس سے دعا کرنے سے اس کا قرب حاصل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا انسان کو لائق یہ ہے کہ جب وہ کسی بیماری میں مبتلا ہوتو وہ اس آزمائش وتکلیف پر صبر کرے اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی توقع رکھے۔ صبر کی کئی قسموں میں سے ایک قسم آزمائش وتکلیف پر صبر کرنا ہے، تاکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا وخوشنودی، اپنی نیکیوں میں اضافے اور آخرت میں درجات کی بلندی جیسی چیزوں کو حاصل کر کے کامیاب ہوجائے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عَجِبْتُ مِنْ أَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَ الْمُؤْمِنَ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ ذٰلِكَ لَهُ خَيْرٌ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ فَصَبَرَ فَكَانَ ذٰلِكَ خَيْرًا لَهُ»[1]

”مجھے مومن کے معاملے پر تعجب ہے یقیناً مومن کا معاملہ تمام کا تمام اس کے حق میں بہتر ہے اور یہ مقام صرف مومن ہی کو حاصل ہے، اگر اسے آسودگی وخوشحالی پہنچے اور وہ شکر ادا کرے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے سختی ومصیبت پہنچے اور وہ صبر کرے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔“

صبر کی مذکورہ قسم پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی گواہ ہے:

﴿ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ ﴾ [الحج: 35]

”اور ان پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنے والے۔“

[1] صحیح مسلم [2996/64]

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۝ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ [البقرة: 156,155]

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

مزید فرمایا:

﴿وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب: 35]

''اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ»[1]

''یقیناً بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کو کسی آزمائش و مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے، لہٰذا جو راضی رہا، اس کے لیے (اللہ کی) رضا و خوشنودی ہے اور جو کوئی ناراض اور غصے ہوا، اس کے لیے ناراضی ہے۔''

مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَابَةٌ شُدِّدَ عَلَيْهِ فِي الْبَلَاءِ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ أُبْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ»[2]

''انبیا کی، پھر جو ان کی مثل ہو، پھر جو ان کی مثل ہو۔ انسان کی آزمائش اس کی دینداری کے مطابق ہوتی ہے، اگر تو اس کی دینداری سخت ہو تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کی دینداری میں نرمی ہو تو اس کی آزمائش اس کی دینداری کے حساب ہی سے ہوتی ہے، چنانچہ بندہ ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہتا ہے حتی کہ وہ ایسا زمین پر چلنے والا بن جاتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ ہی باقی نہیں رہتا۔''

1. سنن الترمذي، رقم الحديث [2396]
2. سنن الترمذي، رقم الحديث [2396]

اور وہ حدیث بھی صبر کی مذکورہ قسم کی دلیل ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ »[1]

''مومن مرد اور عورت ہمیشہ اپنی ذات، اولاد اور مال کے متعلق آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں حتی کہ وہ اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔''

بنا بریں بیماری میں مبتلا کسی بھی انسان پر حرام ہے کہ وہ اقدام خودکشی کرے، کیونکہ اس کی زندگی اس کی ملکیت نہیں ہے، بلکہ وہ تو صرف اس اللہ کی ملکیت میں ہے جس نے تقدیریں اور زندگیاں مقدر کی ہیں۔ اور اس لیے بھی خودکشی حرام ہے کہ بندے کی موت کے ساتھ اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے اور مومن جو زندگی گزار رہا ہوتا ہے اس کے لیے اس سے بہتری کی امید کی جاتی ہے، اگر وہ مزید زندہ رہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے گزشتہ گناہوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں توبہ کر لے اور نماز، روزہ، زکوۃ، حج، ذکر الٰہی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا اور تلاوت قرآن جیسے نیک اعمال کا توشہ اور سفر آخرت کا زادِ راہ تیار کر لے اور اسطرح وہ اللہ کے ہاں اعلیٰ درجے حاصل کر لے، اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بات بھی یاد رکھے کہ بیماری کے دوران میں جو اعمال وہ بجا لاتا تھا، اس کا اجر و ثواب بیماری کے دوران میں مسلسل لکھا جاتا ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2399]

رہے وہ لوگ جو مریض کی خودکشی کی خواہش کو پورا کرتے ہیں اور اس معاملے میں اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، خواہ وہ ڈاکٹر ہوں یا اور لوگ تو وہ سب اس میں گناہ گار ہوں گے۔ اس معاملے میں ان کی سوچ ناقص ہے اور ان کا ایسا کرنا ان کی جہالت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ وہ انسان کی زندگی اور اس کی بقا کو اس کی قوتِ حیوانیت، اقتدار، غلبے اور قبضے والا ہونے کے زاویے سے دیکھتے ہیں۔ وہ انسانی زندگی کو اس نظر سے نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ وابستہ ہو اور آخرت کے لیے اعمال صالحہ کا توشہ اور زادِ راہ تیار کرنے والا ہو، اس بیماری کی وجہ سے اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے عاجزی و انکساری کرتا ہے اور گڑ گڑاتے ہوئے اس کا متبع و فرمانبردار بن جاتا ہے، تو اس طرح وہ اس شخص سے زیادہ اللہ کا محبوب اور اس کا مقرب بن جاتا ہے، جو تکبر و سرکشی کرتا ہے اور اپنی قوت حیوانیہ کو ناحق ایسے کاموں میں صَرف کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو شفا دینے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آج اگر ایک بیماری سے شفا ملنا انسان کی نگاہ میں محال اور ناممکن ہے تو قدرتِ الٰہی سے مستقبل میں اس کے علاج میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ کو تو زمین و آسمان کی کوئی چیز کسی کام کے کرنے سے عاجز نہیں کر سکتی۔ (اللجنة الدائمة: 19165)

14- عورت کی دورانِ ولادت وفات

جب عورت اس حال میں فوت ہو جاتی ہے کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے یا وہ دورانِ ولادت وفات پا جاتی ہے یا ولادت کے بعد نفاس کی مدت میں

جان کی بازی ہار جاتی ہے تو وہ اللہ کے حکم سے شہید شمار ہوگی، کیونکہ راشد بن حبیش رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بلاشبہہ رسول اللہ ﷺ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری کے دوران میں گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَتعلَمُونَ مَنِ الشَّهِيدُ مِنْ أُمَّتِي؟ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ عُبَادَةُ: سَانِدُونِي وَأَسْنَدُوهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ الصَّابِرُ الْمُحْتَسِبُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذاً لَقَلِيلٌ، اَلْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ شَهَادَةٌ وَالطَّاعُونُ شَهَادَةٌ وَالْغَرَقُ شَهَادَةٌ وَالْبَطْنُ شَهَادَةٌ وَالنُّفَسَاءُ يَجُرُّهَا وَلَدُهَا بِسَرَرِهِ إِلَى الْجَنَّةِ »[1]

''کیا تم جانتے ہو کہ میری امت کا شہید کون ہے؟ لوگ خاموش رہے تو عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے سہارا دو تو وہاں موجود لوگوں نے انھیں سہارا دیا، تب انھوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! صبر کرنے والا اور اجر و ثواب کی نیت رکھنے والا (شہید ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اگر صرف یہی شخص شہید شمار ہو) تب تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے (سنو!) اللہ عزوجل کی راہ میں قتل ہونا شہادت ہے، طاعون (کی بیماری سے مرنا) شہادت ہے، غرق ہو کر مرنا شہادت ہے، پیٹ کی بیماری سے مرنا شہادت ہے اور نفاس کے دوران میں مرنے والی عورت (شہید ہے اس) کو اس کا بچہ اپنی ناف کے حصے سے کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔''

نیز عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] مسند أحمد [310/2]

« مَا تَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ فِيكُمْ؟ » قَالُوا: اَلَّذِي يُقَاتِلُ فَيُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: « إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيْلٌ، اَلْقَتِيْلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ شَهِيْدٌ وَالْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجَمْعٍ شَهِيْدٌ »[1]

''تم اپنے میں سے کس کو شہید شمار کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: جو شخص اللہ عزوجل کی راہ میں لڑائی کرتا ہے اور قتل ہوجاتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تب تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید ہے، طاعون کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور نفاس کے دوران میں (یا پیٹ میں بچہ لیے ہوئے) مرنے والی عورت شہید ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 19050)

15- کیا ہر پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید شمار ہوگا؟

پیٹ کی بیماری سے مراد شدید دست اور پیچس ہیں جو بدہضمی کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں یا ان کی وجہ مزاج کا بگاڑ ہوتا ہے جو بگاڑ اس بے کار مواد کے سبب پیدا ہوتا ہے جو بے کار مواد لیس دار خلطوں کی شکل میں معدے میں جمع ہوجاتا ہے اور غذا کو وہاں ٹھہرنے سے روکتا ہے۔ معدے کی اندرونی جانب تولیے کے ریشوں کی طرح کے ریشے ہوتے ہیں تو جب ان ریشوں کے ساتھ لیس دار خلطیں چمٹ جائیں تو وہ معدے کو بگاڑ دیتی ہیں، جس کی وجہ سے معدے میں پہنچنے والی غذا بھی بگڑ جاتی ہے۔ یہ بحث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح

[1] مسند أحمد [215/5]

الباری میں "باب دواء المبطون" کے ضمن میں کی ہے۔

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ))[1]

"پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور طاعون کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اس کو شہید جیسا اجر ملے گا، لیکن اس کے ساتھ دنیا میں شہید جیسا سلوک نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی، برخلاف اس شہید کے جو معرکہ اور غزوہ میں شہید ہوتا ہے، اسے انھی کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے، اس کو غسل بھی نہیں دیا جاتا اور نہ اس کی نمازِ جنازہ ہی ادا کی جاتی ہے، جیسا کہ اہلِ علم کے ہاں یہ بات مشہور و معروف ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه:52/2)

16- کیا حیاتِ دنیا میں پہنچنے والے مصائب پر انسان کو اجر و ثواب دیا جاتا ہے؟

وہ مصائب جن کا انسان دنیا میں شکار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس انسان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اگر انسان گناہوں، خطاؤں اور غلطیوں سے خالی اور محفوظ نہیں ہے تو مصائب اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ پھر اگر انسان ان مصائب پر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی بھی امید رکھے تو اس کو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5722]

اس صبر پر اور اس صبر پر اجر وثواب کی توقع پر ثواب بھی دیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے درجات بھی بلند کر دیتا ہے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 1)

17- مصائب گناہوں کا کفارہ ہیں

انسان کو جو بھی مرض، سختی، رنج وغم اور حزن و ملال پہنچتا ہے، حتی کہ اسے کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو یہ چیزیں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، پھر اگر وہ ان پر صبر کرے اور اس صبر پر ثواب کی توقع بھی رکھے تو گناہوں کے کفارے کے ساتھ ساتھ اس کو صبر کرنے کا ثواب بھی دیا جائے گا، جس صبر کا مظاہرہ اس نے اس مصیبت کے مقابلے میں کیا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس نے موت کے وقت کی مصیبت پر صبر کیا یا موت سے پہلے کسی مصیبت پر صبر کا مظاہرہ کیا، بہر حال مصائب مومن کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ﴾ [الشوریٰ: 30]

”اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔“

جب یہ مصیبت ہمارے اعمال کی بدولت ہم پر آتی ہے تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ ہمارے اعمال اور ہماری کرتوتوں کا کفارہ بھی بن جاتی ہے۔ ایسے ہی نبی اکرم ﷺ نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

«مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ هَمٌّ وَلَا غَمٌّ وَلَا نَصَبَ وَلَا وَصَبٌ ـ وَهُوَ

الْمَرَضُ۔ وَلَا أَذًى حَتَّى الشَّوْكَةُ إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ»[1]

''جب بھی کسی مسلمان کو کوئی ملال، رنج وغم، تھکان اور درد لاحق ہوتی ہے یعنی بیماری لاحق ہوتی ہے اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا بھی چبھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2)

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5641]

بیماروں کی زیارت اور بیمار پرسی کے احکام

18- مریض کی زیارت اور بیمار پرسی کا مسنون طریقہ

نبی اکرم ﷺ بیماروں کی بیمار پرسی کی رغبت دلایا کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا عَادَ الرَّجُلُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مَشىٰ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسَ فَإِذَا جَلَسَ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ فَإِنْ كَانَ غُدْوَةٌ صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ كَانَ مَسَاءٌ صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ» [1]

"جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے جاتا ہے تو وہ بیٹھنے تک جنت کے میووں میں چلتا ہے، اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو اسے رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اگر صبح کا وقت ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کا وقت ہو تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔"

اسی لیے آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو بیمار ہو جاتا، اس کی بیمار پرسی کے لیے جاتے تھے، حتی کہ آپ ﷺ ایک یہودی لڑکے کی بیمار پرسی کے

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [967]

لیے تشریف لے گئے جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ نیز آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور اسے ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کی شہادت کی طرف دعوت دی، مگر اس نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ آپ ﷺ حسبِ ضرورت بیمار پرسی کرنا پسند کرتے تھے، چنانچہ بعض اوقات آپ ﷺ کسی مریض کی یومیہ بیمار پرسی کرتے اور بعض اوقات ہفتہ وار عیادت فرماتے۔

بیمار پرسی کرتے ہوئے آپ ﷺ بیمار کے سر کے پاس بیٹھتے اور اس کا حال دریافت فرماتے اور اسے فرماتے: تمھیں کسی چیز کی خواہش اور طلب ہے تو بتاؤ، پھر آپ ﷺ اس کی خواہش کے مطابق اس کو وہ چیز پیش کرتے، اگر وہ اس کے لیے ضرر رساں نہ ہوتی۔ آپ ﷺ مریض پر اپنا ہاتھ پھیرتے اور فرماتے:

«أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا» ❶

''اے اللہ لوگوں کے رب! اس بیماری کو دور فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، لہٰذا شفا عطا فرما، شفا تو صرف تیری ہی طرف سے ہے، ایسی شفا عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔''

کبھی آپ ﷺ بیمار کی شفایابی کے لیے دعا فرماتے، جیسے آپ ﷺ کے یہ الفاظ ہیں:

«اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا» ❷

''اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔''

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5675] صحيح مسلم [2191/46]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5659] صحيح مسلم [1628/8]

کبھی ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے:

«لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰه»[1]

''کوئی حرج نہیں، اللہ نے چاہا تو یہ بیماری پاک کرنے والی ہے۔''

اور کبھی یوں فرماتے:

«كَفَّارَةٌ وَطَهُوْرٌ»

''یہ بیماری (گناہوں کا) کفارہ اور (گناہوں سے) پاک کرنے والی ہے۔''

آپ ﷺ نے بیمار پرسی کے لیے کسی دن کو خاص نہیں کیا ہے بلکہ اپنی امت کے لیے دن اور رات کی کسی بھی گھڑی میں جب ضرورت محسوس ہو اس کو مشروع قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ ہر اس بیماری کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے، جس نے بیمار کو (کام کاج سے عاجز کر کے) بٹھا دیا ہو، جیسے آشوب چشم وغیرہ ہے۔ بعض اوقات آپ ﷺ مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے، پھر اس کے سینے، پیٹ اور چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے:

«اَللّٰهُمَّ اشْفِهِ» ''اے اللہ! اس کو شفا عطا فرما۔''

آپ ﷺ کا یوں بیمار پرسی کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس بیمار کی بیمار پرسی کرنا کتنا تاکیدی حکم ہے، جس کو اس کی بیماری نے عاجز و درماندہ بنا دیا ہو، لہٰذا آپ ﷺ اپنے بھائیوں اور اپنے پیاروں کی تیمارداری کرنا پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے بیمار پرسی کو مسلمانوں کے ایک دوسرے کے حقوق میں شامل کر دیا اور فرمایا:

«لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ وَعَدَّ مِنْهَا: وَيَعُوْدُهُ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3616]

إِذَا مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ »[1]

”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ذمے معروف طریقے سے چھ حق ہیں، آپ ﷺ نے ان میں ایک حق یہ شمار کیا: اور وہ (مسلمان) اس (اپنے مسلمان بھائی) کی بیماری کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے اور اس کے فوت ہو جانے پر اس کے جنازے میں شرکت کرتا ہے۔“

اس سے ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لیے محبت گہری ہوتی ہے۔

واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 16/1)

19- بیمار پرسی کے آداب

بیمار کی بیمار پرسی کرنا سنت مؤکدہ ہے جبکہ بعض علما اس کے وجوب کے بھی قائل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ”صحیح“ میں ایک عنوان قائم کیا ہے: ”باب وجوب عيادة المريض“ (مریض کی تیمار داری کے وجوب کا بیان) لیکن جمہور اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ بیمار پرسی کرنا مندوب یا فرض کفایہ ہے۔ بیمار پرسی کی فضیلت کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے:

« إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ »[2]

”بلاشبہ جب ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کے لیے جاتا ہے تو وہ واپس لوٹنے تک جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔“

بیمار پرسی کے فعلی آداب میں سے ایک یہ ہے کہ تین راتوں کے بعد اس

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2736]

[2] صحيح مسلم [2568/39]

کی بیمار پرسی کی جائے تاکہ یہ (بار بار کا اس کے پاس جانا) اس کو گراں نہ گزرے، خصوصاً جب وہ جانتا ہو کہ اس کی کثرت سے عیادت اس کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہو کہ مریض اس کی بار بار کی عیادت سے خوش ہوتا ہے اور اس کے تاخیر کرنے سے وہ اپنے مسلمان بھائی کے متعلق بدگمانی کرتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر روز یا دو دن بعد اس کی بیمار پرسی کرے۔

تیمارداری کے فعلی آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھ کر اس پر بوجھ نہ بنے، خصوصاً جب اسے معلوم ہو کہ اس کا دیر تک بیٹھنا مریض کو حرج میں مبتلا کرتا ہے، کیونکہ بعض بیمار بیمار پرسی کرنے والوں کی کثرت اور ان کے اپنے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنے سے اکتا جاتے ہیں اور انھیں زائرین کے سامنے دلبری اور ہمت کرکے بیٹھنے کی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔

اور قولی آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اگر مناسب سمجھے تو بیمار پرسی کرنے والا اپنے تاخیر سے بیمار پرسی کرنے کے لیے آنے پر معذرت کرے، بیمار کے حق میں شفا و عافیت کی دعا کرے، اس کو صبر کرنے اور ثواب کی توقع رکھنے پر بہت بڑے اجر وثواب کی بشارت دے، اسے وصیت کرنے کی تلقین کرے، وصیت موت کو قریب نہیں کرتی۔ وہ مریض کو نصیحت کرے کہ اس بیماری پر صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا فرض ہے۔ یہ سب کچھ کہہ کر وہ اپنے مسلمان بھائی کا بیمار پرسی کا حق ادا کر دے گا، جس حق کو نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے:

« حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ

الْمَرِيضِ . . . »

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا اور بیمار کی بیمار پرسی کرنا...'' واللہ اعلم

(ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 12/2)

20- مریض کے حق میں دعا

سوال ہم بیماروں کی بیمار پرسی کرنے والوں سے سنتے ہیں کہ وہ یہ کلمات پڑھتے ہیں:

''طَهُورٌ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ''

''کوئی حرج نہیں یہ بیماری (گناہوں سے) پاک کرنے والی ہے۔''

اس کا کیا مطلب ہے؟ نیز بیمار پرسی کرنے والے کے لیے مریض کے حق میں کون سی دعا کرنا مستحب ہے؟

جواب امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں بیماروں کی عیادت کے متعلق روایت بیان کی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ راویِ حدیث کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے جاتے تو اسے کہتے:

« لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ »[1]

''کوئی حرج نہیں، اللہ نے چاہا تو یہ بیماری پاک کرنے والی ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ''لَا بَأْسَ'' کا مطلب ہے کہ بلاشبہہ بیماری گناہوں کو دور کردیتی ہے، لہٰذا اگر عافیت وتندرستی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3616]

حاصل ہو جائے تو دو فائدے حاصل ہو جاتے ہیں وگرنہ اسے گناہوں کی معافی کا ایک فائدہ تو ضرور حاصل ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کا قول: "طھور" محذوف مبتدا کی خبر ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: «هُوَ طَهُورٌ لَكَ مِنْ ذُنُوبِكَ» یعنی یہ بیماری تمھارے گناہوں سے تمھیں پاک کرنے والی ہے۔ یہاں سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ لفظ "طَهُورٌ" صرف "طاہر" کے معنی ہی میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان: «إن شاء الله» اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ قول "طھور" دعا ہے، خبر نہیں ہے۔ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ عالم آدمی کے جاہل کی بیمار پرسی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تاکہ وہ اسے تعلیم دے، اسے مفید باتوں کی نصیحت کرے، اسے صبر کی تلقین کرے، کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کی تقدیر پر ناراضی کا اظہار کر کے اسے اپنے اوپر ناراض کر بیٹھے۔ نیز وہ اسے رنج و تکلیف پر تسلی دے بلکہ اس بیماری کی وجہ سے اس کی دل جوئی اور دل کی اصلاح اور اس کے گھر والوں کے دل کی اصلاح پر اس کو آمادہ کرے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 36/2)

21- بعض بیمار پرسی کرنے والوں کا بیمار کے پاس کثرت سے حوقلہ پڑھنا

آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا:

«أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟»

”کیا میں تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟“

میں نے کہا: کیوں نہیں (ضرور بتائیے!) آپ ﷺ نے فرمایا: کہو:

«لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ» ❶

”اللہ کے بغیر نہ (کسی چیز سے) بچنے کی طاقت اور نہ (کچھ کرنے کی) قوت ہے۔“

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں کہا:

«أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ؟»

”کیا میں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کی طرف تمھاری راہنمائی نہ کروں؟“

میں نے کہا: کیوں نہیں (ضرور کیجیے!) آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ» ❷

”اللہ کے بغیر نہ (کسی چیز سے) بچنے کی طاقت اور نہ (کچھ کرنے کی) قوت ہے۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَكْثِرُوا مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ»

”اکثر ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ پڑھا کرو کیونکہ وہ جنت کے خزانے سے ہے۔“

امام مکحول رحمہ اللہ نے کہا ہے:

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [4251] صحيح مسلم [2704/440]

❷ سنن الترمذي، رقم الحديث [2587]

"فمن قال: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ أَدْنَاهَا الْفَقْرُ" [1]

"جس شخص نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ" پڑھا تو اللہ اس سے نقصان کے ستر دروازے دور کر دیتا ہے، ان میں سے ایک سب سے ادنیٰ فقر و فاقہ ہے۔"

اور صحیح مسلم میں عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَإِذَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَإِذَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ إِلٰى قَوْلِه: مِنْ قَبْلِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ» [2]

"اور جب (مؤذن) "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" (آؤ نماز کی طرف) کہے تو یہ (سننے والا) جواب میں کہے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" اور جب (مؤذن) "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" (آؤ نماز کی طرف) کہے تو یہ (سننے والا) جواب میں کہے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" جو شخص دل سے یہ کہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

اس جملے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" کا مطلب ہے کہ انسان کا اپنی عاجزی اور کمزوری کا اعتراف کرنا، اِلا یہ کہ اس کا رب اسے قوت عطا کر دے، تو گویا بندہ کہتا ہے: اے میرے رب! تیرے بغیر میرے پاس کسی بھی قسم کی طاقت نہیں ہے اور نہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹ جانے کی

---

1. سنن الترمذي، رقم الحديث [3601]
2. صحيح مسلم [285/12]

طاقت ہے اور نہ اعمال ہی پر استقامت اختیار کرنے پر مجھ میں ہمت ہے۔ لہٰذا میں تیری قوت اور مدد کا محتاج ہوں۔ ان کلمات میں بندے کی طرف سے اپنی طاقت وقوت سے براءت کا اظہار ہے اور اس بات کا اعتراف ہے کہ طاقت و قوت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور وہی بندوں کی امداد کرتا ہے اور انھیں اس چیز کی توفیق بخشتا ہے جو اس کے دین و دنیا کے معاملات میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 6/1)

22- بیماروں کو پھولوں کا تحفہ پیش کرنے کا حکم

بیماروں کو ان گلدستوں کے پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس سے بیمار کو شفا ملتی ہے، نہ اس کی تکلیف کم ہوتی ہے، نہ ان گلدستوں سے صحت حاصل ہوتی ہے اور نہ یہ گلدستے بیماریوں کا دفاع کرتے ہیں، کیونکہ یہ تو صرف مصنوعی تصویریں ہیں کہ ایک پودہ (گلدستہ) بنایا گیا ہے جس پر پھول لگے ہوئے ہیں، اس کو انسانی ہاتھوں یا مشینوں نے بنایا ہے اور ان کو مہنگے داموں فروخت کرنے میں بنانے والے تو بہت سرمایا کماتے ہیں اور خریدنے والوں کے ہاتھ میں سوائے خسارے کے کچھ نہیں آتا۔

مریضوں کو اس طرح کے گلدستے پیش کرنا سوائے مغرب کی اندھی تقلید کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور پھر المیہ یہ کہ اس پر ذرہ برابر سوچ بچار کرنے کی زحمت نہیں کی جاتی، چنانچہ یہ پھول بھاری قیمت دے کر خریدے جاتے ہیں جو مریض کے پاس ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے باقی رہتے ہیں، یا زیادہ سے زیادہ ایک دن یا دو دن باقی رہتے ہیں، پھر ان کو بغیر کوئی خاص فائدہ اٹھائے ردی اور

کوڑے کے ساتھ پھینک دیا جاتا ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان گلدستوں پر خرچ کی جانے والی رقم کو محفوظ رکھا جائے اور دنیا اور آخرت کی نفع مند چیزوں میں سے کسی چیز میں خرچ کیا جائے، چنانچہ جو شخص کسی کو یہ گلدستے خریدتے ہوئے یا فروخت کرتے ہوئے دیکھے اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو تنبیہ کرے، اس امید پر کہ ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کر لے اور ان کی خرید وفروخت سے باز آجائے، جس میں واضح طور پر خسارہ اور نقصان ہے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبيه: 36)

حفظانِ صحت

23- حفظانِ صحت اور اس کی اہمیت

اپنی مخلوق کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاریہ ہے کہ اس نے مسببات کو ان کے اسباب سے جوڑ رکھا ہے، چنانچہ اس نے افزائشِ نسل کو جماع کے ساتھ وابستہ کیا ہوا ہے۔ کھیتیوں اور نباتات کے اگانے کو دانے اور بیج زمین میں بونے اور ان کو پانی دینے سے جوڑ رکھا ہے۔ جلانے کو آگ کے ساتھ اور غرق کرنے یا تر کرنے کو پانی کے ساتھ وابستہ کیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر اسباب اور مسببات کو پیدا کر کے انھیں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴾ [الأنبياء: 30]

''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴾ [النبأ: 15,14]

''اور ہم نے بدلیوں سے کثرت سے برسنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ساتھ غلہ اور پودے اگائیں۔''

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴾ [قٓ: 9 تا 11]

''اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی (کھیتی) کے دانے اگائے۔ اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴾ [الأنفال: 11]

''اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تاکہ اس کے ساتھ تمھیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کرے اور تاکہ تمھارے دلوں پر مضبوط گرہ باندھے اور اس کے ساتھ قدموں کو جما دے۔''

یہ اور اس طرح کی دیگر آیات میں ان مادی اسباب اور معنوی و مادی مسببات کا ذکر ہوا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے آپس میں جوڑ رکھا ہے اور پہلے کو دوسرے کا سبب قرار دیا ہے۔ یہ اسباب و مسببات دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور اس کی قضا و تقدیر سے معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ اور کچھ معنوی

اسباب ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے مادی اور معنوی مسببات کو مرتب کر رکھا ہے اور ان مسببات کو اسباب کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہ اسباب کے بغیر بھی مسببات کے پیدا کرنے پر قادر ہے، لیکن اس کی سنت اور طریقہ یہ ہے کہ وہ اسباب کے ساتھ مسببات کو پیدا کرتا ہے اور مسببات کو اسباب کے ساتھ ہی معرض وجود میں لاتا ہے، اس میں اس کی جو حکمت کارفرما ہے اس کو وہی جانتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ۝ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴾ [هود: 1 تا 3]

''ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، پھر انھیں کھول کر بیان کیا گیا ایک کمال حکمت والے کی طرف سے جو پوری خبر رکھنے والا ہے۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک میں تمھارے لیے اس کی طرف سے ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تمھیں ایک معین مدت تک اچھا سازوسامان دے گا اور ہر زیادہ عمل والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا اور اگر تم پھر گئے تو یقیناً میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

اور اپنے نبی ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾
[هود: 52]

''اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ، وہ تم پر بادل بھیجے گا، جو خوب برسنے والا ہوگا اور تمھیں تمھاری قوت کے ساتھ اور قوت زیادہ دے گا اور مجرم بنتے ہوئے منہ نہ موڑو۔''

اور اپنے نبی نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:

﴿يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [نوح: 2 تا 4]

''اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ میں تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک مقرر وقت تک تمھیں مہلت دے گا۔ یقیناً اللہ کا مقرر کردہ وقت جب آ جائے تو مؤخر نہیں کیا جاتا، کاش کہ تم جانتے ہوتے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے دیگر رسولوں کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَلَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ [إبراهيم: 10]

''ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں کوئی شک ہے، جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ تمھیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمھارے لیے تمھارے کچھ گناہ بخش دے اور تمھیں ایک مقرر مدت تک مہلت دے۔''

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ منافقین کی ایک جماعت نے اپنے ان بھائیوں کے متعلق تبصرہ کیا جو غزوۂ احد میں قتل ہو گئے تھے:

﴿لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا﴾ [آل عمران: 156]

''اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے۔''

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان کو جواب میں کہیں:

﴿لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ﴾ [آل عمران: 154]

''اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ کسی جان کا قتل ہونا یقیناً اس کے سبب کا مرہون منت ہے اور مقتول اپنی موت کا وقت آ جانے کے سبب مرتا ہے، نہ وہ اس وقت سے پہلے مرتا ہے اور نہ کسی سبب کے بغیر مرتا ہے۔

اور صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ »[1]

''جو شخص اپنے رزق میں برکت و وسعت اور اپنی زندگی میں زیادتی و اضافہ چاہتا ہے تو وہ اپنے رحم کے رشتوں کو ملائے (صلہ رحمی کرے)۔''

اس بنا پر جسموں کو تندرست رکھنے اور بیماریوں کا مقابلہ کرنے میں حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کا خاطر خواہ حصہ ہے، لیکن اللہ کے حکم سے، اس کی تقدیر کے ساتھ جو اس کے علم میں سبقت کر چکی، حفظانِ صحت کو ان کے نتائج کا سبب بنانے سے، اس کے اسباب کو مسببات پر مرتب کرنے سے اور اپنے سابقہ علم کے مطابق اس کی تقدیر مقرر کرنے سے۔ لہٰذا معلوم ہوا اللہ کے اسباب کو مسببات کا سبب بنانے کی وجہ سے اسباب کا مسببات میں اچھا خاصا دخل اور حصہ ہے، اور اس اعتبار سے بھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امید کے ساتھ اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسببات کو اسباب پر مرتب کر دے۔

وہ اسباب نہ تو بذاتِ خود اسباب بنتے ہیں اور نہ وہ اپنے نتائج ہی میں اپنی مستقل تاثیر رکھتے ہیں، بلکہ ان میں اللہ تعالیٰ اثر پیدا کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ان اسباب میں ودیعت کی ہوئی خاصیتیں سلب کرنے کا ارادہ کرے تو کر سکتا ہے، جیسا کہ اس نے آگ جو جلانے کا سبب ہے، اس سے جلانے کی خاصیت سلب کر لی تو اس آگ نے اس کے خلیل ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو جلایا نہیں بلکہ وہ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2067] صحيح مسلم [2025/77]

اسی طرح اس نے سمندر کے پانی سے بہنے اور غرق کرنے کی خاصیت چھین لی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم امن اور سلامتی کے ساتھ اس میں سے گزر گئی اور جب فرعون اور اس کے ساتھی اس سمند میں سے گزر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی خاصیت واپس لوٹا کر فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ لہٰذا مسببات اپنے اسباب کے ساتھ قضا و تقدیر کے لحاظ سے جکڑے ہوئے ہیں، حتیٰ کہ زندگیاں بھی اپنے بڑا اور چھوٹا ہونے کے اعتبار سے حفظانِ صحت کے اصولوں پر کاربند ہونے اور ان سے اعراض کرنے کے ساتھ وابستہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے سابقہ علم کے تقاضے کے مطابق، لہٰذا کسی کہنے والا کا یہ کہنا:

"حفظانِ صحت کا زندگیوں (اور موتوں) میں کوئی دخل نہیں ہے۔"

مطلق طور پر صحیح اور درست نہیں ہے، کیونکہ گزشتہ وضاحت کے پیشِ نظر حفظانِ صحت کا اس میں دخل اور حصہ موجود ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3829)

24- اسبابِ شفا اختیار کرنے سے اعراض کرنا

ان پانچ ضروری چیزوں میں سے، جن کی حفاظت کرنے پر کتاب و سنت کی قطعی نصوص دلالت کرتی ہیں اور ان کی نگرانی لازم ہونے پر امت کا اجماع ہے، ایک نفس انسانی کی حفاظت اور نگرانی ہے۔ نفس کی حفاظت دین کی حفاظت کے بعد دوسرے مرتبے اور درجے پر ہے، خواہ وہ نفس انسانی ابھی حمل کی شکل میں ہو، اس میں روح پھونکی جا چکی ہو یا وہ پیدا ہو چکا ہو، خواہ وہ آفات، امراض اور ان عیوب سے محفوظ ہو جو اس کو بدنما اور بدشکل بناتے ہیں یا وہ ان میں سے کسی عارضے میں مبتلا ہو، خواہ ان امراض و عوارض سے شفا یابی کی امید میں ہو یا

امید منقطع ہو چکی ہو۔ حسب معمول اسباب اور تجربات کے ذریعے سے نفس انسانی کی حفاظت کرنا ضروری ہے، لہٰذا اگر نفس انسانی حمل کے مرحلے میں ہو اور اس میں روح بھی پھونک دی گئی ہو تو اس پر اسقاطِ حمل کے ذریعے سے ظلم کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح وہ لوگ جو مختلف قسم کی آفات اور بیماریوں میں مبتلا ہیں اور وہ ناقص الخلقت ہونے کی وجہ سے بدشکل اور بدنما ہیں اور اپاہج اور بیکار ہیں یا اس کے علاوہ وہ دیگر عوارض کا شکار ہیں جو عوارض لوگوں کو ان سے چھٹکارا حاصل کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو ان تمام صورتوں میں بذاتِ خود ان لوگوں کی راحت کی خاطر یا ان کی راحت کے لیے جو ایسے مریضوں کی پرورش کر رہے ہیں یا معاشرے کو ایسے لوگوں سے پاک کرنے کی خاطر ان کو ایسی ادویات دے کر تلف کرنا یا وہ اگر ابھی حمل کے مرحلے میں ہیں تو ان کا اسقاطِ حمل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ [الأنعام: 151]

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا تاکیدی فرمان ہے:

« لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ...... إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسُ

بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِي وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ»[1]

''تین اسباب میں سے کسی ایک سبب کے سوا کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے: جان (کو) بدلے جان کے (قصاصاً قتل کرنا) شادی شدہ زانی (کو قتل کرنا) اور جماعت (اسلام) سے الگ ہو کر اپنے دین کو چھوڑنے والا (مرتد ہونے والا بھی قتل کیا جائے گا)۔''

لہٰذا ایسے معذور اور بیمار لوگوں کے وارثوں اور معاشرے کے دوسرے لوگوں کو برداشت کر کے ثواب کی توقع رکھنا چاہیے اور ان کے بار بار آنے جانے سے اکتاہٹ محسوس کرنا چاہیے اور نہ لمبا عرصہ ان کا علاج معالجہ کراتے رہنے سے کوئی تنگی محسوس کرنا چاہیے اور نہ ان کو اچھے انجاموں ہی سے مایوس ہونا چاہیے، کیونکہ تمام معاملات تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جیسے چاہتا ہے، وہ ان میں تصرف کرتا ہے اور نہ وہ بیماری کے سخت اور علاج کے مشکل ہونے اور ایسے مریضوں کے مرنے اور ہلاک ہونے کی توقع کے پیش نظر علاج معالجے سے رکیں۔

کئی بار ایسا ہوا کہ ایک مریض کا مرض سنگین تھا اور اس پر قابو پانا مشکل دکھائی دے رہا تھا، مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی، اور کئی بار ایسے بھی ہوا کہ ایک بیمار کی بیماری کی تشخیص ہوگئی اور اس کے علاج کا بھی پتا چل گیا اور شفا یابی کی مکمل امید پیدا ہوگئی، مگر اس کے معالجوں کی تدبیر کے برعکس اس کی موت واقع ہوگئی، لہٰذا ڈاکٹروں کو ان کی طبی مہارت اور اس شعبے میں ان کے تجربات انھیں اس بات پر آمادہ نہ کریں کہ وہ اپنے پاس موجود اسباب کے پیش نظر اپنے گمانوں اور اپنی آراء کو قطعیت کا درجہ دے دیں اور اپنی توقعات کو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6878] صحيح مسلم [1676/25]

لازمی طور پر واقع ہونے والی سمجھ بیٹھیں۔ کتنے ہی گمان ہیں جو جھوٹ ثابت ہوئے اور کتنی ہی توقعات ہیں جو غلط ثابت ہوئیں۔ انھیں اور ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ اگرچہ ہمیں اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر شفا تو صرف اللہ اکیلے ہی کی طرف سے ملتی ہے جو مسبب الاسباب ہے۔ زندگیوں اور موتوں کا علم صرف اس اکیلے اللہ ہی کو ہے، اللہ کے علاوہ انھیں کوئی نہیں جانتا۔

لہٰذا ان مریضوں کے ذمہ دار پر لازم ہے کہ وہ ان کے لیے ڈاکٹروں سے معاینہ کروانے، ہسپتالوں سے رجوع کرنے اور اس طرح کے دیگر اسباب اور وسائلِ علاج اختیار کرے، چنانچہ ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اپنی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ہر شخص اپنے حلقے اور میدان میں اللہ کی دی ہوئی علمی یا مادی یا عملی طاقت کی بنا پر ذمہ دار ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہماری راہنمائی کی ہے۔ بہر حال تمام ذمہ داران پر لازم ہے کہ وہ احسان کرنے کی روش اختیار کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنا فرض قرار دیا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

علاج ترک کرنے، اس کو استعمال میں لانے سے رکنے اور اسبابِ شفا سے اعراض کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے، وہ حدیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ إِلَيَّ سَوَادٌ

عَظِيْمٌ فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيْلَ لِيْ: هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلُ لِيْ: هٰذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ »

''مجھ پر (سابقہ) امتیں پیش کی گئیں تو میں نے ایک نبی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ امتیوں کی ایک جماعت موجود ہے اور ایک نبی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ دو آدمی ہیں اور (ایک نبی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ) ایک آدمی ہے اور میں نے ایک نبی ایسا بھی دیکھا اس کے ساتھ کوئی امتی بھی نہیں ہے، پھر اچانک میرے سامنے لوگوں کی بہت بڑی تعداد پیش کی گئی تو میں نے سوچا: یہ میری امت کے لوگ ہیں، لیکن مجھے بتایا گیا: یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں، پھر میں نے دیکھا تو بہت بڑی تعداد میں لوگ میرے سامنے آئے اور مجھے کہا گیا: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ ہیں اور ان میں ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو حساب و عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔''

یہ ارشاد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور گھر تشریف لے گئے تو لوگ ان بغیر حساب و عذاب کے جنت میں جانے والوں کے متعلق بحث مباحثہ کرنے لگے، چنانچہ ان میں سے کسی نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اور کسی نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کیا۔ اس طرح انھوں نے قیاس آرائیاں کرتے ہوئے مختلف لوگوں کا تذکرہ کیا کہ وہ بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ادھر سے

رسول اللہ ﷺ گھر سے نکل کر ان کے پاس آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو اپنے ان خیالات سے آگاہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

« هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ »

''یہ وہ لوگ ہیں جو دم نہیں کرواتے، داغ کر علاج نہیں کرواتے، نحوست نہیں پکڑتے اور اپنے رب تعالیٰ ہی پر توکل و بھروسا کرتے ہیں۔''

عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: (یا رسول اللہ ﷺ!) اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «أَنْتَ مِنْهُمْ» ''تو ان میں شامل (ہوگیا) ہے۔'' اتنے میں ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی: اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں بھی دعا کیجیے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ »[1]

''عکاشہ تم سے اس معاملے میں سبقت لے گیا ہے۔''

علاج معالجہ سے اعراض کرنے والے اس حدیث میں مذکورہ دو گروہوں کے درمیان واضح فرق کی وجہ سے علاج معالجہ کرانے سے اعراض کرتے ہیں کہ ان میں سے وہ گروہ جو ستر ہزار کی تعداد میں بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہوگا، وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے ان مادی اسباب کو اختیار کرنا ترک کر دیا جن کو نبی اکرم ﷺ نے ناپسند کیا ہے، اور ان معنوی اسباب کو بھی ترک کر دیا جن کے اختیار کرنے سے اسباب میں شرک کے پیدا ہونے کا شائبہ ہوتا ہے اور

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5752] صحيح مسلم [220/374]

وہ اسباب یہ ہیں: اللہ پر توکل و بھروسا کرنا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے اور مخفی طور پر اس سے دعا کرنا۔

بہر حال مختلف قسم کی بیماریوں اور ان سے شفا یابی میں اللہ کے حکم سے جتنے معنوی اسباب مؤثر ہوتے ہیں، مادی اسباب اتنے مؤثر نہیں ہوتے ہیں اور پھر یہ کہ حساب و عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہونے والے لوگوں نے مطلق طور پر اسباب کے اختیار کرنے کو ترک نہیں کیا، اور انھوں نے اسباب میں سے ان اسباب کو اختیار کیا ہے، جن کو ان کے دلوں نے پسند کیا ہے، انھوں نے ان اسباب کو دوسرے اسباب پر ترجیح دی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اخلاص کا دامن تھامنے، اللہ پر سچا توکل و بھروسا کرنے اور آزمائش و مصیبت پر صبر کرنے کو اختیار کیا ہے، انھوں نے شفا سے مایوس ہو کر اپنے آپ کو بیماریوں کے سپرد نہیں کر دیا اور نہ نبی اکرم ﷺ ہی نے یہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے تمام مفید مادی اسباب کو ترک کر دیا ہے، جبکہ حدیث سے ثابت ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوىٰ)) [1]

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے نیت کی۔''

اس حمل میں موجود بچے اور ان آفت زدہ اور قابو سے باہر بیماریوں میں مبتلا بچوں کے متعلق سوال کیا گیا ہے، تو ان بچوں کے حالات اور ان سے منسلک باپ، مائیں اور دیگر لوگوں کے مقاصد حدیث میں مذکور ان لوگوں کے احوال اور مقاصد سے مختلف ہیں، کیونکہ ان پہلی قسم کے لوگوں نے تو شفا سے مایوس ہو کر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1]

مادی اور معنوی دونوں قسم کے اسباب سے مطلق طور پر اعراض کیا ہوا ہے اور وہ مایوس ہو کر مریض سے راحت اور چھٹکارا پانے کی غرض سے اور اسے راحت پہنچانے کی غرض سے اس کو تلف کرنے کے نتیجے پر پہنچے ہوئے ہیں، اس لیے کہ یہ ان کی نگرانی سے تنگ دل ہو چکے ہیں اور ان کے لمبے علاج سے اکتا چکے ہیں، اس عمل میں ان کا اللہ پر بھروسا نہیں ہے اور نہ آزمائش پر صبر ہے اور نہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے شفایابی کی امید ہے۔

مذکورہ لوگوں کو اس لیے بھی تلف کرنا جائز نہیں ہے کہ ایسے پاگل، اپاہج اور دائمی امراض میں مبتلا مریضوں کے وجود میں بندوں کے لیے خیر و بھلائی اور موعظت و یاد دہانی ہے، نیز ان کا وجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظیم حکمت اور جو وہ چاہے اس کو کر گزرنے کی قدرت پر دلالت کرتا ہے اور ان لوگوں پر اس کی عظیم نعمت پر دلالت کرتا ہے، جو ان امراض سے محفوظ ہیں، تاکہ وہ اس نعمت پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس کی اطاعت بجا لائیں۔

(اللجنة الدائمة: 2484)

25- صحت کا بیمہ کرانے کا حکم

سوال صحت کا بیمہ کرانے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، جبکہ صورت حال یہ ہے کہ بیمہ کرانے والا بیمہ کمپنی کو ماہانہ یا سالانہ رقم کی ایک مخصوص قسط ادا کرتا ہے، اس معاہدے کے عوض کہ بیمہ کمپنی بیمہ کرانے والے کے کھاتے سے جب اسے ضرورت ہو اس کا علاج کراتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ جب بیمہ کرانے والے کو علاج کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو اس نے جو بیمہ کی رقم ادا کی ہوتی ہے، وہ اسے واپس نہیں دی جاتی۔

جواب اگر فی الواقع صحت کے بیمہ کی وہی صورت حال ہے جو آپ نے بیان کی ہے تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں دھوکا ہے اور خدشہ ہے کہ صحت کا بیمہ کروانے والا کبھی بہت زیادہ بیمار ہوتا ہے اور کمپنی کو دی ہوئی رقم سے زیادہ علاج کرواتا ہے اور جمع کروائی ہوئی رقم سے جتنا زیادہ وہ علاج کرواتا ہے، اس زائد علاج پر اٹھنے والی رقم اس کے ذمے واجب نہیں ہوتی۔ بعض اوقات وہ مہینا بھر یا دو مہینوں تک یا لمبا عرصہ وہ بیمار ہی نہیں ہوتا اور کمپنی کو جو رقم اس نے جمع کروا رکھی ہے وہ اس کو واپس بھی نہیں ملتی، لہٰذا ہر وہ کام جس کی صورت حال اس طرح کی ہے تو وہ جوئے کی ایک قسم ہے۔ (اللجنة الدائمة: 456)

26- کامیابی کا امکان کم ہونے کی صورت میں علاج اور آپریشن نہ کروانے کا حکم

مشروع یہ ہے کہ مریض کا علاج جاری رکھا جائے، اگرچہ اس میں کامیابی اور بہتری کے امکانات کم ہوں، کیونکہ عمومی شرعی دلائل اسی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور اس وجہ سے کہ اس بات کا امکان اور امید موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں شفا لکھ دے اور وہ صحت یاب ہوجائے۔

(اللجنة الدائمة: 20913)

27- موجودہ دور میں بیماریوں کی بہتات کے اسباب

ویسے تو اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے، مگر ہماری دانست کے مطابق ان کے اسباب ایمان کی کمزوری، ذکر اور دینداری کے ساتھ نیز نیک عمل کے ساتھ

حفاظتی تدابیر کی کمی ہے۔ کیونکہ کاہن اور جادوگر انھی لوگوں پر مسلط ہوتے ہیں، جن میں یقین و ایمان کی کمزوری ہوتی ہے۔ جو نافرمانیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو عورتیں دین کی مخالف ہوتی ہیں۔ رہے اہل ایمان و احسان تو ان پر جادوگروں کا زور نہیں چلتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جادوگر جادو کے لیے شیطانوں اور سرکش جنوں سے تعاون لیتے ہیں اور شیاطین تو صرف نافرمان اور گناہگار لوگوں پر ہی مسلط اور حاوی ہوا کرتے ہیں، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ [النحل: 100,99]

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔“

لہٰذا جب بندہ ذکرِ الٰہی، دعا، اوراد، تلاوتِ قرآن اور دیگر نیکیوں کے ذریعے سے حفاظتی تدابیر اختیار کر لیتا ہے اور محرمات سے پرہیز کرتا ہے اور گانے بجانے کے آلات، تصویروں، گندی فلموں اور حسی اور معنوی نجاستوں کو اپنے گھر سے دور رکھتا ہے تو وہ اللہ کے حکم سے شیاطین کی تدبیر اور ان کے تسلط سے محفوظ رہتا ہے، لیکن جب وہ گانے بجانے، گانے بجانے کے آلات، فساد اور لہو ولعب میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ شیاطین کے لیے اپنے خلاف حجت قائم کر

دیتا ہے، پھر اس پر جادو اثر انداز ہوتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مذکورہ بیماریاں ڈاکٹروں اور معالجوں کے قابو سے باہر ہیں، ان بیماریوں کا علاج تو صرف تلاوت قرآن اور مسنون اوراد اور دعاؤں کے ذریعے ہی سے ممکن ہے، اسی لیے ان کے علاج کے سلسلے میں مخلص اور نیک قراء اور علماء کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے جو مریض کو اپنے عمل کی اصلاح، اپنے دین کی طرف پلٹنے اور اس پر استقامت اختیار کرنے، توبہ کرنے، محرمات سے باز آنے، اللہ پر بھروسا کرنے اور شفا طلبی کے لیے اسی پر توکل اور اعتماد کرنے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اسی طرح حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ ان جادوگروں اور کاہنوں کے متعلق کوئی سخت فیصلہ صادر فرمائیں اور ان کی بیخ کنی کریں، جنھوں نے مسلمانوں کے اندر اس قسم کی قابو میں نہ آنے والی بیماریوں کو پھیلا کر عام کیا ہوا ہے، تاکہ اسلامی معاشروں میں اس قسم کی بیماریاں پھیلنے نہ پائیں۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 10/1)

28- بیماری کا متعدی ہونا

سوال کچھ احادیث ایسی ہیں جو صراحت کرتی ہیں کہ اسلام میں بیماری کے متعدی ہونے کا کوئی تصور نہیں ہے، جبکہ ان کے مقابلے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی طاعون کے متعلق یہ حدیث ملتی ہے:

''جب طاعون کسی علاقے میں پھوٹا ہو تو ہم وہاں نہ جائیں اور اگر ہم کسی زمین میں ہوں جہاں پر طاعون پھوٹ پڑے تو ہم وہاں سے نہ نکلیں۔''[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5728]

ہم اس مسئلے میں آپ سے وضاحت چاہتے ہیں۔

جواب حدیث میں جس عدویٰ (بیماری کا متعدی ہونا) کی نفی کی گئی ہے وہ وہ ہے جس کا زمانہ جاہلیت کے لوگ عقیدہ رکھتے تھے کہ عدویٰ (بیماری کا متعدی ہونا) از خود مؤثر ہوتا ہے، رہا اس علاقے میں جانے سے منع کرنا جس علاقے میں طاعون کی وبا پھوٹی ہو تو بلاشبہہ یہ بچاؤ کے اسباب اختیار کرنے کے باب سے ہے۔ (اللجنة الدائمة: 16543)

29- دو احادیث کے درمیان تطبیق

سوال اس حدیث «لَا عدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ» ''کوئی بیماری متعدی نہیں اور نہ ہی بدفالی اور بدشگونی کی کچھ حقیقت ہے۔'' اور اس حدیث «فِرَّ مِنَ الْمَجزُوْمِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ» ''کوڑھ کے مریض سے یوں بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔'' میں موافقت کیا ہے؟

جواب اہل علم کے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات اور تعارض نہیں ہے، دونوں ہی نبی اکرم ﷺ کے فرامین ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا نَوْءَ، وَلَا غُوْلَ»[1]

''کوئی بیماری متعدی نہیں، بدفالی و بدشگونی کی بھی کچھ حقیقت نہیں، نہ الو کا بولنا (کوئی برا اثر رکھتا) ہے اور نہ ماہِ صفر (منحوس) ہے، ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ بھی بے اصل ہے اور بھوتوں کا بھی کوئی وجود نہیں۔''

اس حدیث میں اس عقیدے کی نفی کی گئی ہے جس کا زمانہ جاہلیت کے

---

[1] صحيح مسلم [222/109]

لوگ اعتقاد رکھتے تھے کہ بیماریاں جیسے خارش اپنی طبع کے ساتھ متعدی ہوتی ہیں اور جو شخص مریض سے ملاقات کرتا ہے اسے بھی وہ بیماری لگ جاتی ہے جو اس مریض کو لگی ہوتی ہے جبکہ یہ عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ اللہ کی تقدیر اور مشیئت سے ہوتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک تندرست آدمی کوڑھ کے مریض سے ملاقات کرتا ہے اور اسے کوئی بیماری نہیں لگتی جیسا کہ یہ امر واقع اور مشہور و معروف ہے، اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کو جواب دیتے ہوئے کہا، جس نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ جب تندرست اونٹوں سے خارش زدہ اونٹ ملتا ہے تو ان تندرست اونٹوں کو بھی خارش لگ جاتی ہے:

«فَمَنْ أَعْدَىٰ الْأَوَّلَ؟»[1]

”پہلے (اونٹ) کو بیماری کس نے لگائی تھی؟“

رہا آپ ﷺ کا یہ فرمان:

«فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ»[2]

”کوڑھ کے مریض سے یوں بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔“

اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد:

«لَا يُورَدُ مُمَرِّضٌ عَلَىٰ مُصِحٍّ»[3]

”بیمار آدمی کو تندرست آدمی کے پاس نہ لایا جائے۔“

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک بیماری کے متعدی ہونے کا تعلق ہے تو یہ عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے، لیکن انسان کے لیے مشروع ہے کہ وہ شر اور

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5717] صحیح مسلم [2220/101]
[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5707]
[3] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5771] صحیح مسلم [2221/104]

تکلیف میں گھرنے سے بچاؤ کے اسباب اختیار کرے اور وہ اس طرح کہ وہ اپنے آپ کو ایسے مریض سے دور رکھے جس کو ایسی بیماری لاحق ہے جس بیماری کے اللہ عزوجل کے حکم سے تندرست آدمی کی طرف منتقل ہونے کا خطرہ ہے، جیسے خارش اور کوڑھ کا مرض ہے، اسی طرح شر و تکلیف کے اسباب سے بچتے ہوئے تندرست اونٹوں کو خارش زدہ اونٹوں کے ساتھ ملانے سے گریز کیا جائے، تاکہ انسان ان شیطانی وسواس سے بچ سکے جو اس کو اللہ کے حکم سے بیماری لگ جانے کی صورت میں پریشان کریں گے کہ اسے یا اس کے اونٹ کو بیمار سے ملنے کی وجہ سے بیماری متعدی ہوئی ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 21/6)

30- رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کی حکمت

کوڑھ ایک خطرناک مرض ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے پناہ پکڑی ہے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُذَامِ وَسَيِّئِ الْأَسْقَامِ» ❶

"اے اللہ! میں پھلبہری، کوڑھ اور ہر بری بیماری سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔"

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسند میں اور ابن ماجہ کی کتاب الطب میں فاطمہ بنت حسین عن ابن عباس کے واسطے سے مرفوعاً مروی ہے:

«لَا تُدِيمُوا النَّظَرَ إِلَى الْمَجْزُومِينَ... الخ»

"کوڑھ کے مریضوں کو مسلسل نہ دیکھو...الخ۔"

اور ایک حدیث میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [1554]

«فِرَّ مِنَ الْمَجْزُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ»

”کوڑھ کے مریض سے یوں بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ کوڑھ کا مرض بڑا خطرناک مرض اور بڑی ہی مہلک بیماری ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھنے سے بھی منع کر دیا تاکہ کہیں اس مریض سے ملنے والا یا اسے دیکھنے والا اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائے، اگرچہ ہر چیز اللہ کے قضا اور تقدیر ہی سے واقع ہوتی ہے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 12/1)

31- نیند آور ادویات اور نشہ آور اشیا تسلسل کے ساتھ استعمال کرنا

”مُخَدِّر“ اس کھانے یا مشروب کو کہتے ہیں جس کے استعمال سے جسم میں ڈھیلا پن، نشہ اور احساس میں ضعف و کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس میں اس دور کے بہت سے لوگ مبتلا ہیں اور اس نے بہت بڑی مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ جو بندہ اس کے استعمال کا عادی ہو چکا ہے وہ کسی حال میں اس کے بغیر صبر نہیں کر پاتا۔ وہ جان اور ہر قیمتی چیز کے عوض بھی اس کو حاصل کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے استعمال کا اثر عقل کی کمزوری اور اس کے تصرف میں ضعف کے ظہور کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، حتی کہ کسی وقت ان نشہ آور اشیا کے استعمال میں ہیشگی کرنے والے کی عقل بھی جاتی رہتی ہے اور وہ اس پاگل اور دیوانے کی طرح ہو جاتا ہے، جسے اپنے نفع و نقصان کی کوئی تمیز نہیں ہوتی، بلکہ وہ دیوانوں کی طرح یا ان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

پھر یہ اشیا اس کے دین اور عقیدے پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں، کیونکہ ان

منشیات کے عادی ان کی حرمت کو شرعی لحاظ سے اور عقلی لحاظ سے جانتے ہوتے ہیں۔ جو شخص شریعت کا حرام کردہ کام کرنے کی جرأت کرتا ہے اور اس کو اختیار کرنے کا اقدام کرتا ہے وہ جان بوجھ کر شریعت کی مخالفت اور نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ چیز دین میں نقصان دہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف جرأت و جسارت کرنے کے مترادف ہے، نیز اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنے کے مترادف ہے۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ عمل انسانی شرف میں خلل پیدا کرتا ہے اور یہ سراسر انسانی مروت اور عزت کے منافی عمل ہے، لیکن اللہ کے دشمن یہودی اور مشرک ان منشیات کا عادی بننے کو مسلمانوں کے لیے مزین کر رہے ہیں حتی کہ مسلمانوں کی عقلیں، ان کی تدبیر اور غور وفکر کرنے کی صلاحیت کمزور پڑ چکی ہے، وہ اپنی روحانیت کا قتل کر رہے ہیں اور اپنے مالوں کو برباد کر رہے ہیں جس میں مسلمانوں کی کمزوری اور ان کے دشمن کی تقویت ہے۔

(ابن جبرين: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 29)

32- ''توبہ نصوح'' (خالص توبہ) کی شرائط

بندے پر ہر حال میں توبہ کرنا واجب ہے۔ حدیث میں ہے:

((كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ)) [1]

''تمام اولادِ آدم خطا کار ہے اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔''

اگر انسان غفلت کا شکار ہوجائے اور (کچھ وقت کے لیے) ذکر کو بھولنے کا مرتکب ہو تو یہ بھی گناہ شمار ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2499]

«إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَىٰ قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً»[1]

''میرے دل پر پردہ سا آجاتا ہے (ذکر کرنے میں کچھ بھول اور غفلت ہوجاتی ہے) اور میں دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔''

اور جو شخص بھی گناہ کا مرتکب ہو خواہ وہ گناہ چھوٹا ہی ہو، اس کو توبہ کرنے کا تاکیدی حکم ہے۔ اس توبہ کی تین شرطیں ہیں:

پہلی شرط: (جس گناہ سے توبہ کر رہا ہو) اس گناہ سے فوراً باز آنا۔

دوسری شرط: گزشتہ گناہ پر نادم اور شرمندہ ہونا۔

تیسری شرط: توبہ کرنے والا یہ عزم کرے کہ وہ دوبارہ اس گناہ کا مرتکب نہیں ہوگا۔

فسق و فجور پر ہمیشگی کرنے والے اور گناہ کے مسلسل مرتکب ہونے والے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی، لہٰذا جس نے ترکِ نماز سے توبہ کی ہے تو وہ اب اس کے ادا کرنے پر محافظت کرے۔ جس نے تمباکو نوشی سے توبہ کی ہے تو اس کے لیے اس کو ترک کرنا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔ جس نے نشہ آور اشیاء اور خواب آور ادویات کے استعمال سے توبہ کی ہے، اس کے لیے ان اشیاء و ادویات کو اور ان کے عادی لوگوں کی صحبت کو ترک کرنا واجب ہے۔

جو شخص گناہ سے تو باز آ گیا ہے، مگر وہ اپنی سابقہ نافرمانیوں پر خوش ہوتا ہے اور فخر سے بیان کرتا ہے کہ اس نے فلاں عورت یا فلاں مرد سے یہ کیا یا اس

---

[1] صحیح مسلم [2702/41]

نے قتل کیا اور ڈاکا ڈالا اور وہ اس کو اپنی عزت اور شریفانہ فعل سمجھتا ہے تو ایسے شخص نے گویا توبہ کی ہی نہیں ہے، اس نے تو عاجز اور گناہوں کی قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے گناہ ترک کیے ہیں۔

اسی طرح جس شخص نے گناہ تو ترک کر دیے، مگر اس کا دل ابھی تک زنا یا منشیات، تمباکو نوشی اور خواب آور ادویات کا مشتاق و حریص ہے اور یہ پسند کرتا ہے کہ اگر ان گناہوں میں سے کوئی اسے میسر آ جائے تو وہ اپنی خواہش و رغبت خوب پوری کرے تو ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے کیونکہ اس کی نیت اور عزم یہ ہے کہ وہ ابھی تک گناہ کا حریص اور نافرمانی کے ارتکاب کا متمنی ہے، لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سچی توبہ کرے اور اس سچی توبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ نافرمانیوں سے نفرت کرے اور گناہ گاروں سے سخت بغض و عناد رکھے اور اس سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، ان پر افسوس کرے اور ندامت کا اظہار کرے، پھر وہ سچی توبہ کرنے والا شمار ہوگا اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

(ابن جبرين: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 29/1)

33- سچی توبہ کا دارومدار

جب بندہ سچی توبہ کر لے، گناہ ترک کر دے، گناہ کے مرتکبین سے بغض و عناد رکھتے ہوئے ان سے دور ہو جائے اور ان کے شر سے کنارہ کشی اختیار کر لے تو یہ اس کے سچا ہونے، اس کی توبہ کے درست ہونے اور توبہ پر استقامت کی دلیل ہے۔ جو کسی شخص سے بغض رکھے یا کسی عمل سے نفرت کرے تو اس سے اس شخص اور عمل کے معاملے میں بغض کا اظہار ہوگا اور وہ اس شخص کے پاس بیٹھنے اور اس عمل کے خلاف نفرت کا اظہار کرے گا جو اس کے حق کی طرف پلٹ

آنے اور سیدھی راہ اختیار کرنے، اچھے اور اصلاح یافتہ لوگوں سے محبت کرنے اور فسادی، شرابی اور منشیات کے عادی لوگوں سے نفرت کی دلیل ہوگی۔

تم اسے دیکھو گے کہ وہ ان مذکورہ لوگوں کو برا بھلا کہتا ہے، ان کی کرتوتوں سے نفرت کرتا ہے اور ان سے میل جول رکھنے سے پرہیز کرتا ہے، ان کے حیلوں اور مکاریوں کو بے نقاب کرتا ہے اور ان کے ٹھکانوں کی طرف (ان کی گرفت کرنے والوں کی) راہنمائی کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تم دیکھتے ہو کہ وہ دین و علم اور اعمال صالحہ سے محبت کرتا ہے، نمازوں کی پابندی کرتا ہے اور نشہ آور اشیا سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے جس سے اس کی سچائی اور توبہ کی درستی واضح ہوتی ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 30/1)

34- منشیات کے عادی اور اس کو رواج دینے والے شخص کی دنیا و آخرت میں کیا سزا ہے؟

دنیا میں اس شخص کی سزا اتنی ہونی چاہیے جس سے اس کو ڈانٹ ڈپٹ بھی ہو جائے اور اس کی اصلاح بھی ہوجائے، چنانچہ شراب نوشی کی سزا چالیس درے مشروع قرار دی گئی ہے، لیکن جب لوگ اس سزا سے باز نہ آئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے بڑھا کر اسی درّے سزا مقرر کر دی۔

شراب نوشی کی سزا کے متعلق مرفوع حدیث ہے:

«إِذَا شَرِبَ فَاجْلِدُوْهُ ثُمَّ إِذَا شَرِبَ فَاجْلِدُوْهُ ثُمَّ إِنْ شَرِبَ فَاجْلِدُوْهُ ثُمَّ إِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ»[1]

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث [5661]

”جب کوئی شخص شراب پیے تو اسے درے لگاؤ، پھر اگر وہ شراب پیے تو اسے درے لگاؤ، پھر اگر وہ شراب نوشی کرے تو اسے درے لگاؤ پھر اگر وہ شراب پیے تو اسے قتل کر دو۔“

یہ حدیث صحیح ہے جو کئی سندوں سے مروی ہے، یہ تو تھی دنیا کی سزا، رہی آخرت، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ»[1]

”جس شخص نے دنیا میں شراب پی وہ آخرت (جنت) میں شراب نہیں پیے گا۔“

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ جو شخص دنیا میں بار بار شراب پیے گا تو اللہ تعالیٰ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اسے ”طِينَةُ الْخَبَالِ“[2] (جہنمیوں کا خون اور پیپ وغیرہ) پلائے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«لَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ»[3]

”شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا (بلکہ اس کا ایمان باہر نکل کر سر کے اوپر چھتری کی طرح معلق ہو جاتا ہے)۔“

اور اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ خواب آور ادویات، نشہ آور اشیاء اور تمباکو نوشی کا نقصان شراب سے زیادہ ہے، لہٰذا ان کا گناہ بھی بڑا ہے اور ان کی سزا بھی سخت ہے۔ علماء اہل سنت رحمہم اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ منشیات کو رواج دینے

---

1. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3374]
2. صحيح مسلم [2002/73]
3. صحيح البخاري، رقم الحديث [2475] صحيح مسلم [57/100]

والا واجب القتل ہے کیونکہ وہ زمین میں فساد برپا کرنے والوں میں سے ہے، چنانچہ دین وشریعت میں منشیات کے استعمال اور ان کے رواج دینے کا نقصان زہر کے انسانی جسموں کو نقصان پہنچانے سے زیادہ ہے۔

(ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 30/1)

35- گناہ گاروں کی صحبت چھوڑنے کی نصیحت

ہم ہر اس نوجوان کو، جو اپنی نجات اور بچاؤ چاہتا ہے، نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ہلاکت اور بربادی کے اسباب سے دور رہے اور ایسے بُرے ہمنشینوں سے کنارہ کشی اختیار کرے جو اس کو برائیوں اور نافرمانیوں میں مبتلا کرتے ہیں، بلاشبہہ ان فسادی لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو (گناہوں کے) اس جال میں پھنس چکا ہے جس سے چھٹکارا حاصل کرنا اس کے لیے مشکل ہے، لہٰذا وہ یہ چاہتا ہے کہ دیگر جاہل اور بیوقوف لوگوں کو اس جال میں پھنسا دے تاکہ وہ بربادی اور نقصان میں برابر ہو جائیں۔ اسے مسلمانوں کی خیر و بھلائی کے ساتھ کوئی دلچسپی اور محبت نہیں ہوتی ہے، اسے محبت ہے تو صرف اس بات سے کہ دوسروں کو یونہی برباد کرے جیسے وہ خود برباد ہوا ہے۔ اور ان فسادیوں میں وہ بھی ہے جو برے انجاموں سے جاہل اور ناواقف ہے اور گناہوں کے جال میں پھنس کر برباد ہونے والوں کی کثرت سے دھوکا کھا جاتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ "اکثر لوگ" صحیح راستے پر گامزن ہیں۔

گزارش یہ ہے کہ ان حالات میں نجات کی راہ یہ ہے کہ بندہ اپنے رب تعالیٰ کی طرف پلٹ آئے، توبہ کرے، اللہ سے بخشش طلب کرے، کثرت سے اللہ کا ذکر کرے، نمازوں اور اوراد کی پابندی کرے، کثرت سے نیکیاں بجا لائے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم شعبہ دعوت و اصلاح کے داعیان کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ان بیوقوفوں کے ہاتھ پکڑیں اور ان کو بیوقوفی اور جہالت کا مظاہرہ کرنے سے روکیں۔ اسباب نجات اور راہِ نجات کی طرف ان کی راہنمائی کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ وہ ان کو ایسے شخص کے ساتھ ملائیں جو ان کی اصلاح کرے اور ان کی سچی اور بہترین تربیت کرے تاکہ وہ درستی والے راستے پر چلتے ہوئے ہلاکت و بربادی سے بچ جائیں اور سمجھداری حاصل ہونے، شعور بیدار ہونے، عقل مکمل ہونے، خرابیوں کا پتا چل جانے اور فسادیوں کو پہچان جانے کے بعد وہ خرابیوں سے بھی بچ جائیں اور فسادیوں سے بھی بچ جائیں۔ اس طریقے سے وہ معاشرے کے نیک اور مصلح افراد بن جائیں گے۔ واللہ الهادي إلى سبيل الرشاد۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 30/1)

36- معذور اور اپاہج کے متعلق حکومت کی ذمہ داری

صاحب اقتدار ذمہ داران یا امت کے افراد میں سے جس کو بھی اس کے حالات سے آگاہی ہو جائے تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ اس کی مدد کرے، اس کی ضروریات بہم پہنچائے اور اس کی خدمت بجا لائے جبکہ اس کو معلوم ہو چکا ہو کہ اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ معذوری کی مختلف شکلیں ہیں، ویسے عام طور پر حکومت معذوروں کی نگہداشت کرتی ہے اور انھیں وظیفہ وغیرہ بھی دیتی ہے یا ان پر کسی کو نگران مقرر کر دیتی ہے جو ان کی پرورش و تربیت کرتا ہے، لیکن اگر کسی ایسے معذور کے متعلق معلوم ہو کہ وہ بے کار ہے اور کوئی اس کی پرورش اور

نگہداشت کرنے والا نہیں تو مسلمانوں میں سے جس کسی کو بھی اس کی حالت سے آگاہی ہو، اس پر ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے کہ وہ اس کی نگہداشت کا ذمہ اٹھائے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 49/1)

37- رنج وغم دور کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا

صحیح بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رنج وغم کے وقت یہ پڑھا کرتے تھے:

« لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ »[1]

''اللہ عظمت والے بردبار کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ عرش عظیم کے رب کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، ساتوں آسمانوں، زمین اور عرش کریم کے رب کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو کہتے:

« يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ »[2]

''اے زندہ اور ہر چیز کو قائم رکھنے والے! میں تیری رحمت کے وسیلے سے تجھ سے فریاد کرتا ہوں۔''

نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو کوئی پریشانی

---

1. صحیح البخاري، رقم الحدیث [6345] صحیح مسلم [2730/83]
2. سنن الترمذي، رقم الحدیث [3524]

لاحق ہوتی تو آپ ﷺ آسمان کی طرف نگاہ بلند کرتے، پھر کہتے: « سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم » ''عظمت والا اللہ پاک ہے۔'' اور جب دعا میں پوری کوشش کرتے تو کہتے: « يَا حَيُّ يَا قَيُّوْم » ''اے زندہ اور ہر چیز کو قائم رکھنے والے۔''[1]

اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ: اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ »[2]

''غمگین اور رنجیدہ آدمی ان کلمات کے ساتھ دعا کرے: « اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ » ''اے اللہ! میں تیری رحمت کا امید وار ہوں، مجھے لمحہ بھر کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر اور میرے لیے میرے تمام کام درست کر دے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

نیز اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا:

« أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْهِنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ أَوْ فِي الْكَرْبِ: اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا »[3]

''کیا میں تمھیں وہ کلمات نہ سکھلاؤں جو تم رنج وغم کے وقت یا رنج وغم میں پڑھو؟ (وہ کلمات یہ ہیں) « اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا » ''اللہ میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا (یا

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [3436]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [5090]

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث [1525]

شریک نہیں کرتی)۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے جائیں۔[1]

اس حدیث کو ابو داود اور ابن ماجہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا أَصَابَ عَبداً هَمٌّ وَلَا حَزَنٌ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي عَبدُكَ ابنُ عَبدِكَ ابنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكمُكَ، عَدلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسأَلُكَ بِكُلِّ اسمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيتَ بِهٖ نَفسَكَ، أَو أَنزَلتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَو عَلَّمتَهُ أَحَدًا مِن خَلقِكَ، أَوِ استَأثَرتَ بِهٖ فِي عِلمِ الغَيبِ عِندَكَ، أَن تَجعَلَ القُرآنَ العَظِيمَ رَبِيعَ قَلبِي، وَنُورَ صَدرِي، وَجَلَاءَ حُزنِي، وَذَهَابَ هَمِّي، إِلَّا أَذهَبَ اللّٰهُ هَمَّهُ وَحُزنَهُ وَأَبدَلَهُ مَكَانَهُ فَرَحًا »[2]

"جب کسی بندے کو کوئی غم و رنج پہنچے تو وہ یہ دعا پڑھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّي عَبدُكَ ابنُ عَبدِكَ ابنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكمُكَ، عَدلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسأَلُكَ بِكُلِّ اسمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيتَ بِهٖ نَفسَكَ، أَو أَنزَلتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَو عَلَّمتَهُ أَحَدًا مِن خَلقِكَ، أَوِ استَأثَرتَ بِهٖ فِي عِلمِ الغَيبِ عِندَكَ، أَن تَجعَلَ القُرآنَ العَظِيمَ رَبِيعَ قَلبِي، وَنُورَ صَدرِي، وَجَلَاءَ حُزنِي، وَذَهَابَ هَمِّي » "اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم

[1] الكلم الطيب [122]

[2] مسند أحمد [452/1]

مجھ پر نافذ و جاری ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے، میں تجھ سے تیرے ہر اس خاص نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا نام رکھا ہے یا اپنی کتاب میں اسے نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا اسے علم غیب میں اپنے پاس رکھنے کو ترجیح دی ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کو دور کرنے والا اور میرے رنج کو لے جانے والا بنا دے۔'' تو اللہ تعالیٰ اس کا دکھ اور غم دور کر دے گا اور اس کے بجائے خوشی اور مسرت عنایت فرمائے گا۔''

اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ إِذَا دَعَا بِهَا وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوْتِ: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الأنبياء: ٧٨] لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهُ»[1]

''ذوالنون (یونس) علیہ السلام کی دعا جو انھوں نے اس وقت کی تھی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے وہ ہے: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ جب بھی کوئی مسلمان کسی حاجت و ضرورت کے لیے یہ دعا کرے گا تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔''

اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کو کہا:

«أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلَامًا إِذَا قُلْتَهُ أَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّكَ وَقَضٰی دَيْنَكَ،

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [3505]

قُلْ إِذَا أَصْبَحْتَ وَإِذَا أَمْسَيْتَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ، قَالَ: فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَأَذْهَبَ اللّٰهُ هَمِّي وَقَضٰى دَيْنِي» [1]

''کیا میں تمھیں وہ کلام نہ سکھلاؤں کہ جب تم وہ پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمھارے دکھ درد دور کر دے گا اور تمھارا قرض چکا دے گا؟ جب تم صبح کرو اور جب تم شام کرو تو کہو: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ» ''اے اللہ! میں رنج وغم سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور میں بے بسی اور سستی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں بزدلی اور بخیلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں قرض کے غلبے اور بندوں کے تسلط سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' راویِ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے صبح و شام مذکورہ کلمات کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے میرا دکھ درد اور قرض دور کر دیا۔''

اور ابو داود ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ» [2]

---

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [1555]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [1518]

’’جس شخص نے استغفار کرنے کو لازم پکڑا تو اللہ اس کے لیے ہر غم سے آزادی مقدر کر دیتا ہے، ہر تنگی سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے، جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔‘‘

اور مسند احمد میں ہے:

’’جب نبی اکرم ﷺ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو آپ ﷺ نماز کے ذریعے سے اس سے پناہ پکڑتے۔‘‘ [1]

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے:

((مَنْ كَثُرَتْ هُمُوْمُهٗ وَغُمُوْمُهٗ فَلْيُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ))

’’جس شخص کے غم اور رنج بڑھ جائیں تو وہ کثرت سے ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) پڑھا کرے۔‘‘

چنانچہ یہ دعائیں، اذکار اور اسی طرح کے دیگر وظائف علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’زاد المعاد‘‘ اور ’’الوابل الصیب‘‘ میں نقل کیے ہیں۔ میں نے بھی ان کا تجربہ کیا ہے اور ان کے اثرات کے متعلق لوگوں کی گواہیاں بھی موصول ہوئی ہیں۔ جس شخص کو یہ سب کچھ پڑھ کر بھی کچھ اثر نہیں ہوا تو وہ ایک ایسی مستحکم بیماری میں مبتلا ہے جس کا علاج سوائے اس عمل میں مزید پوری طاقت و کوشش صرف کرنے کے نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرين: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 61/2)

---

[1] مسند أحمد [388/5] سنن أبي داود، رقم الحديث [1319]

شادی سے پہلے طبی معاینہ

38- شادی سے پہلے طبی معاینہ کرانے کا حکم

جب کسی اندرونی پوشیدہ بیماری کا خدشہ ہو جو صحت پر بُری طرح اثر انداز ہوسکتی ہو اور میاں بیوی کو پرسکون اور راحت بخش زندگی گزارنے سے روک سکتی ہو تو ان کو شادی سے پہلے اپنا طبی معاینہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو آسیب یا مرگی یا دائمی مرض خواہ معمولی ہی ہو، جیسی بیماری لاحق ہوتی ہے۔

اسی طرح ان میں سے کوئی بانجھ پن اور بچہ پیدا نہ کر سکنے کی بیماری میں مبتلا ہوسکتا ہے، لیکن جب میاں بیوی بظاہر بیماریوں سے صحیح سلامت ہوں، اور جس معاشرے اور حالت میں وہ زندگی بسر کر رہے ہوں، اس میں اس قسم کی بیماریاں وغیرہ نہیں پائی جاتیں تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ ان کو کوئی مرض نہیں ہے، لہٰذا میاں بیوی میں سے ہر ایک کو کسی مرض کا کوئی خوف ہے اور نہ انھیں طبی معاینہ کی ضرورت۔ لیکن جب ایسے دلائل و قرائن قائم ہوجائیں جن کی وجہ سے کسی پوشیدہ مرض کا خدشہ محسوس ہوتا ہو اور میاں بیوی میں سے کوئی یا ان کے اولیاء معاینہ کروانے کا مطالبہ کریں تو پھر معاینہ کروانا لازم ہوجائے گا تاکہ عقد نکاح کے بعد کسی قسم کا جھگڑا اور اختلاف پیدا نہ ہو۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 60/1)

39- بیوی کا کنوارہ پن ثابت کروانے کے لیے طبی معاینہ

جب بکارت کے ثبوت کے لیے طبی معاینہ کروایا جائے تو بوقت ضرورت خاوند کے مطالبہ پر یہ معاینہ کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے، خاص طور پر جب عورت پر (بدکاری وغیرہ کی) تہمت لگ رہی ہو اور جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو یہ معاینہ کروانا لازم ٹھہرتا ہے۔ (عبدالکریم الخضیر : الفتاویٰ: 36)

40- (شادی کے لیے) امراض سے محفوظ بیوی کا چناؤ کرنا

انسان کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ نکاح کے لیے ایسی بیوی کا انتخاب کرے جو موافقت کرنے والی اور ایسے امراض سے صحیح سلامت ہو جو خود اس کے لیے اور اس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے لیے نقصان دہ ہوں۔ نیز وہ شادی کے لیے اچھے، پاکیزہ اور خالص النسل خاندان کا انتخاب کرے، کیونکہ خاندان کی یہ پاکیزگی اللہ کے حکم سے اولاد پر اثر انداز ہوتی ہے۔

لہٰذا انسان کو لائق یہی ہے کہ وہ مناسب بیوی تلاش کرے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ»[1]

”دین دار عورت کے ساتھ کامیابی حاصل کر، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔“

لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ دینداری کے اعتبار سے نیک بیوی کا انتخاب کرے، نیز ایسی بیوی لائے جو نسب میں بھی پاک ہو اور جسمانی بیماریوں اور

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5090] صحيح مسلم [1466/53]

آفتوں سے بھی محفوظ ہو کیونکہ اس کا اثر رہن سہن پر بھی ہوتا ہے اور اللہ کے حکم سے اس پاکی کے اثرات اولاد پر بھی مرتب ہوں گے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 157/1)

41- شادی کے وقت بانجھ پن کو چھپانے کا حکم

جس شخص میں بیماری وغیرہ کا کوئی عیب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ جس کو نکاح کا پیغام دے، اس کے سامنے اپنا وہ عیب ظاہر کرے، خاص طور پر بانجھ پن کا یہ عیب بہت بڑا عیب ہے، کیونکہ عورت کو بھی حصولِ اولاد کا حق حاصل ہے، اسی لیے علما نے کہا ہے: آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہے۔

لہٰذا بانجھ پن میں مبتلا شخص پر واجب ہے کہ وہ عورت کے اولیا کو اس بات سے آگاہ کرے کہ وہ بانجھ ہے اور اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں، تاکہ وہ پوری بصیرت کے ساتھ اس معاملے میں فیصلہ کر سکیں، پھر اگر ایسا ہو کہ وہ ان کو اپنے اس عیب کی اطلاع نہ دے پائے اور بعد میں ان کو اس کے عیب کے متعلق خبر ہو جائے تو ان کو فسخِ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق ہوگا اور ان کے مطالبے پر نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 33/7)

42- قریبی رشتہ داروں میں شادی کے متعلق غلط فہمی

سوال یہ بات جو عام طور پر پھیلی ہے کہ ”قریبی رشتے داروں میں شادی کرنے سے بچے بدصورت اور بدنما پیدا ہوتے ہیں“ یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب مذکورہ بات، جو زبان زد عام ہے، درست اور صحیح نہیں ہے، لہٰذا

کسی عورت کا اپنے چچا کے بیٹے یا اپنے قبیلے اور خاندان کے کسی اور شخص سے شادی کرنا بچوں کے بدصورت یا پاگل یا دیگر بیماریوں میں مبتلا پیدا ہونے کا سبب نہیں بنتا۔ یہ ایک غلط اعتقاد اور ایک باطل چیز ہے جو زبان زد عام ہو چکی ہے۔

البتہ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ مناسب یہ ہے کہ بندہ ایسی عورت سے شادی کرے جو اس کے قریبی رشتہ داروں سے نہ ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ (اقربا کے سوا دور کے لوگوں میں شادی کرنا) اس سے شریف اولاد پیدا ہوتی ہے، مگر یہ محض زبانی جمع خرچ ہے، اگرچہ یہ بعض اہل علم کا موقف ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ (قریبیوں میں شادی کرنے سے) اولاد بدصورت پیدا ہوتی ہے، میرے علم کے مطابق اہل علم میں سے یہ کسی کا بھی موقف نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی اصل اور بنیاد ہے، جبکہ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی اپنے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی قریبی رشتہ دار عورتوں سے شادیاں کی ہوئی تھیں۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 167/1)

43- دور کے لوگوں میں شادی کرنے کے فوائد

علماء کرام رحمہم اللہ نے اس کے دو فائدے بیان کیے ہیں:

پہلا فائدہ:

اس سے شریف النسل بچے پیدا ہوتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اس بچے کی ماں جب ایک قبیلے سے ہو تو یہ بچہ ایک رگ اپنی ماں سے کھینچتا اور حاصل کرتا ہے اور باپ کسی دوسرے قبیلے سے ہو تو وہ ایک رگ اپنے باپ سے حاصل

کرتا ہے تو اس بچے میں اِس خاندان اور اُس خاندان دونوں کے اخلاق و عادات جمع ہو جاتی ہیں۔

دوسرا فائدہ:

دور کے اجنبی لوگوں میں شادی کرنے کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ خاندانوں کی قطع تعلقی سے بچ جاتا ہے، کیونکہ بعض اوقات بندے کا اپنی بیوی سے ایسا اختلاف ہو جاتا ہے جو قطع رحمی کا سبب بن جاتا ہے اور یہ قطع رحمی صرف اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان ہی نہیں ہوتی بلکہ ان دونوں کے خاندانوں کے قریبی رشتوں داروں میں قطع تعلقی ہو جاتی ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے عمومی ارشاد:

« تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ »[1]

”عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے: اس کے مال، اس کے حسب، اس کے جمال اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ پس تو (اے مخاطب!) دین دار عورت سے شادی کر کے کامیابی حاصل کر۔“

میں قریب کی رشتے دار عورت اور دور کی عورت دونوں آ جاتی ہیں۔ اور ہم پر یہ حقیقت بھی چھپی ہوئی نہیں ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی جو ان کے چچا کے بیٹے کی بیٹی (پوتی) ہے، لہٰذا اس مسئلے میں درست بات یہ ہے کہ رشتہ داری کی قربت اور دوری کو نہ دیکھا جائے، بلکہ اہمیت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5090] صحيح مسلم [1466/53]

صرف اس کو دی جائے جس کی طرف نبی اکرم ﷺ نے راہنمائی کی ہے:

«فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ»[1]

''پس تم دیندار عورت سے (شادی کر کے) کامیابی حاصل کرو تمھارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 25/19)

44- شادی کے طبی اور اجتماعی فوائد

اگر اللہ تعالیٰ نے انسان میں جنسی خواہش کو پیدا کیا ہے تو اس نے حلال نکاح کے ذریعے سے اپنی اس خواہش کے پورا کرنے کو مباح اور جائز بھی قرار دیا ہے اور نکاح کی کچھ شرطیں مقرر کی ہیں جن کے ذریعے سے وہ حلال ہوتا ہے۔

نکاح اور شادی کے کئی ایک فوائد ہیں:

پہلا فائدہ:

شادی سے نسل محفوظ ہوتی ہے، نیز نسب اور رشتہ داریوں کی پہچان حاصل ہوتی ہے، جبکہ اس کے برخلاف زنا و خباثت ہے جس کے ذریعے سے نسب اور رشتہ داریاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

دوسرا فائدہ:

شادی کے ذریعے سے امت محمدیہ میں اضافہ ہوتا ہے جس کی نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں خواہش کی ہے:

«تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ»[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5090] صحيح مسلم [1466/53]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [2050]

''بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو، یقیناً میں (قیامت کے دن) تمھاری وجہ سے دیگر امتوں پر (اپنی امت کی) کثرت کی وجہ سے فخر کروں گا۔''

تیسرا فائدہ:

شادی کے ذریعے سے انسان کی نگاہ پست اور محفوظ ہو جاتی ہے، جبکہ عام عادت یہ ہے کہ غیر شادی شدہ آدمی کی نگاہ عورتوں کی طرف اٹھتی رہتی ہے اور وہ سخت تکلیف اور حرج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

كُلُّ الْحَوَادِث مَبْدَأُهَا مِنَ النَّظَرِ
وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغِرِ الشَّرَرِ

''تمام حادثات کی ابتدا بس ایک نظر دیکھنے سے ہوتی ہے اور چھوٹے چھوٹے شعلوں سے بہت بڑی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔''

اور حدیث میں ہے:

« إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مَسْمُومٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ »

''بلاشبہ نظر بازی ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔''

چوتھا فائدہ:

نکاح کی وجہ سے شرمگاہ حرام مجامعت اور بدکاری سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا مندرجہ ذیل فرمان اس کی خوب ترجمانی کرتا ہے:

« يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ »

''اے نوجوانو کی جماعت! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کر لے، کیونکہ یہ شادی نگاہ کو پست کرنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہے۔''

پانچواں فائدہ:

شادی کے ذریعے سے اس مادہ منویہ کا، جو جسم میں پیدا کیا گیا ہے، اخراج ہوتا رہتا ہے۔ یہ وہی مادہ منویہ ہے جس کے ساتھ انسان کی جنسی خواہش بھڑکتی ہے، جس کا رکنا اور جمع ہونا مضرِ صحت اور جسم کو کمزور کرنے والا ہے۔ اطباء نے بیان کیا ہے کہ مادہ منویہ دیر تک جسم میں رکا رہے اور جمع رہے تو یہ کئی طرح کی خطرناک امراض پیدا کرتا ہے، جیسے جنون، مرگی، برے خیالات، وسوسے اور کثرت سے غم اور فکر کا پیدا ہونا، نیز مادہ منویہ کا جسم میں رکنا اس کو زہریلی کیفیت کی طرف مائل کرتا ہے جو کیفیت بھیانک قسم کی بیماریاں پیدا کرتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے احتلام کے ذریعے سے اس کو جسم سے نکالنے کا بندوبست نہ کیا ہوتا تو یہ انسانی بدن کو واضح نقصان پہنچاتا۔

چھٹا فائدہ:

نکاح کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کا نفس حلال مجامعت کے ذریعے سے اپنی جنسی خواہش پورا کرنے کے بعد حرام دیکھنے، اس کے متعلق گفتگو کرنے اور اس کے متعلق ذہنی عیاشی سے بچ جاتا ہے۔

ساتواں فائدہ:

شادی کے ذریعے سے عورت کو پاکدامن بنایا جاتا ہے، جس کے اندر تیز

جنسی خواہش پیدا کی گئی ہے اور اس کے اندر اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے مردوں کی طرف میلان پیدا کیا گیا ہے، وہ میلان جو میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے مقاربت کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔

آٹھواں فائدہ:

شادی کے فوائد میں سے سب سے بڑا فائدہ انبیاء علیہم السلام کی اتباع اور ان میں سے سب سے آخر پر آنے والے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأَقُومُ وَأَنَامُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي» [1]

''(جب تین صحابیوں میں سے ہر ایک نے بالترتیب یہ عزم کیا کہ وہ ہر روز روزہ رکھے گا، ساری رات قیام کرے گا اور شادی نہیں کرے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے شادی بھی کر رکھی ہے، پس جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔''

صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے:

«خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا: اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ» [2]

''نیک عورت دنیا کا بہترین سامان ہے۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5063]

[2] صحيح مسلم [1467/64]

سنن ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

«لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ»

''نکاح کے تعلق کے علاوہ کسی تعلق کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کوئی دو نہیں دیکھے گئے۔''

ہمارے ذکر کردہ فوائد کے علاوہ بھی شادی کے کئی ایک فوائد ہیں۔ واللہ اعلم (ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 4/2)

ٹیسٹ ٹیوب بے بیز اور جنین (حمل)

45- ٹیسٹ ٹیوب بے بیز کا حکم

سعودی فتویٰ کمیٹی میں علماء کرام رحمہم اللہ نے اس کے ممنوع ہونے کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ اس عمل کے لیے عورت کا ستر کھولنا، اس کی شرمگاہ کو چھونا اور اس کے رحم سے، اس میں ٹیسٹ ٹیوب لگانے کے لیے، کھیلنا پڑتا ہے، اگرچہ عورت کے اپنے خاوند کی منی ہی ٹیسٹ ٹیوب میں ڈال کر اس کے رحم میں رکھی جائے، پھر بھی یہ کام درست نہیں ہے، لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے پر راضی رہنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، اس کو اولاد نہیں دیتا (پس اس کو حصولِ اولاد کے لیے اس قسم کے ناجائز ذرائع اختیار نہیں کرنے چاہییں)۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 49/1)

46- وقتی اور عارضی وقفے کے لیے حمل روکنے والے اسباب اختیار کرنا

اگر واقعتاً اس کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، ورنہ بلا ضرورت ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ شارع نے مسلمانوں کی نسل بڑھنے کو پسند کیا ہے اور ان اسباب کو اختیار کرنے کی رغبت دلائی ہے جن سے امت کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن بوقت ضرورت اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا

کہ شرعی مصلحت کے لیے وقتی طور پر حمل میں وقفہ پیدا کرنے والے اسباب اختیار کرنا جائز ہے۔ (ابن باز: فتاویٰ: 15)

47- رحم میں موجود بچے کی جنس معلوم کرنا، کیا اس آیت کے منافی ہے: ﴿وَ يَعۡلَمُ مَا فِي الۡاَرۡحَامِ﴾ [لقمان: ٣٤]

ایسا کرنا آیت مذکورہ بالا کے منافی نہیں ہے، کیونکہ یہ جنس معلوم کرنے والے بچے کی تخلیق کے بعد اس کی جنس معلوم کرتے ہیں، اس طرح تو وہ فرشتہ بھی بچے کی جنس کو جانتا ہوتا ہے جس کو بچے کی جنس مذکر یا مونث لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، لہٰذا جب کوئی چیز اس طرح معرض وجود میں آ جائے کہ وہ محسوس ہونے لگے تو پھر ممکن نہیں ہے کہ وہ کبھی قرآن کی مخالفت کرے۔

بنا بریں ہم کہتے ہیں: رحموں میں موجود بچوں کے متعلق علم چند چیزوں کے علم پر مشتمل ہے:

اول: یہ پتا چلانا کہ وہ بچہ مذکر ہے یا مؤنث، اور اس کا علم ہونا مختلف زمانوں میں مختلف رہا ہے، یعنی ایک وقت وہ تھا کہ رحم میں موجود بچے کے متعلق یہ جاننا ممکن نہ تھا کہ وہ مذکر ہے یا مونث، پھر طب نے ترقی کی اور جنس کا پتا چلنے لگا۔

دوسرا: اس بات کا علم کہ کیا یہ بچہ پیدائش سے پہلے فوت ہوجائے گا یا زندہ سلامت پیدا ہوگا؟

تیسرا: یہ علم کہ جب وہ زندہ وسلامت پیدا ہوجائے گا تو کیا وہ دنیا میں لمبا عرصہ زندہ رہے گا یا نہیں؟

چوتھا: کیا اس بچے کی قسمت میں کشادہ رزق لکھا جائے گا یا یہ تنگیِ رزق میں مبتلا

ہوگا؟ اور کیا اس بچے کو نیک بخت لکھا جائے گا یا بد بخت؟

ان تمام چیزوں کا علم حمل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق ہمیں یقینی طور پر علم ہے کہ ان چیزوں کے متعلق کوئی شخص بھی کچھ نہیں جان سکتا، لہٰذا بچے کے متعلق صرف اس کے مذکر یا مونث ہونے کے حوالے سے علم ہونا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ [لقمان: ٣٤] کے منافی نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 34/194)

48- حمل کے بدشکل ہونے کی وجہ سے اس کا اسقاط

سوال دورانِ حمل جب تشخیص و معاینے سے معلوم ہو کہ بچے میں جسمانی نقص اور بدشکلی کا عیب ہے تو کیا حمل کی مدت پوری ہونے سے پہلے اس کا گرانا اور ضائع کرنا جائز ہے؟

جواب ایسا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حمل کو پرورش پاتا ہوا چھوڑنا واجب ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کی بدنمائی اور بدشکلی کو تبدیل کر دے۔ ڈاکٹر لوگ بہت سے طرح طرح کے گمان کیا کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ ان کے گمانوں کو جھوٹا ثابت کر کے بچہ صحیح سلامت پیدا کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوشحالی اور تنگ حالی سے آزماتا رہتا ہے، لہٰذا اسقاط حمل محض اس لیے جائز نہیں ہے کہ ڈاکٹر کو محسوس ہوا ہے کہ اس میں پلنے والا بچہ بدنما و بدشکل ہے بلکہ حمل کو باقی رکھنا واجب ہے، اور اگر بچہ بدشکل ہی پیدا ہوگا تو الحمد للہ اس کے والدین اس کی تربیت و پرورش کر سکتے ہیں اور اس پر صبر کا مظاہر کر سکتے ہیں اور ان کو اس عمل پر بہت زیادہ اجر سے نوازا جائے گا۔

پھر یہ کہ حمل کی حالتوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر حمل کے پانچویں یا چھٹے مہینے میں حمل کے بدشکل ہونے کا گمان کرتے ہیں، پھر امورِ حمل میں ایسا اعتدال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچے کو شفا دے دیتا ہے اور بدنمائی و بدشکلی کے اسباب دور ہو جاتے ہیں اور بچہ صحیح سلامت پیدا ہوتا ہے۔

(ابن باز: الفتاویٰ: 15)

علاج معالجے کے احکام

49- ایک عورت جس کو ورمِ رحم کا عارضہ لاحق ہے اور ڈاکٹروں نے اس کے لیے رحم نکلوانا تجویز کیا ہے

رحم نکلوانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس سے عورت کی زندگی کو خطرہ لاحق نہ ہو، جبکہ ڈاکٹروں نے یہ تجویز کیا ہے کہ رحم کا نکلوانا ضروری ہے، لہٰذا ایسی صورت میں رحم کا نکلوانا ایک مباح اور جائز علاج ہے۔ (اللجنة الدائمة: 21701)

50- ہیجڑوں کا معاملہ

ہیجڑے کا معاملہ قدرے تفصیل طلب ہے۔ بالغ ہونے سے پہلے ہیجڑا مشتبہ ہوتا ہے: آیا وہ مذکر ہے یا مؤنث؟ کیونکہ اس کے دو آلے اور عضو ہوتے ہیں: ایک عورت کا آلہ اور ایک مرد کا آلہ، لیکن اس کی بلوغت کے بعد اکثر اس کی مردانگی یا نسوانیت واضح ہوجاتی ہے، چنانچہ جب اس سے ایسی علامات کا ظہور ہو جن سے معلوم ہو کہ وہ عورت ہے مثلاً اس کے پستان ابھر آئیں یا کوئی اور نشانی ظاہر ہوجائے جو اسے مردوں سے ممتاز کرتی ہو، جیسے حیض کا جاری ہونا یا آلہ نسوانیت (فرج) سے پیشاب کرنا تو اس صورت میں اس کے مؤنث ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اس کا آلہ مردانگی محفوظ طبی علاج کے ذریعے سے

کٹوا دیا جائے گا، لیکن اگر اس میں ایسی علامات کا ظہور ہو جو اس کے مرد ہونے پر دلالت کرتی ہوں، مثلاً ڈاڑھی کا اُگ آنا اور آلہ مردانگی سے پیشاب کرنا یا ان دونوں علامتوں کے علاوہ کوئی اور ایسی علامت اور نشانی ظاہر ہو جسے ڈاکٹر جانتے ہوں تو اس پر مذکر ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اس کے ساتھ مردوں کا سا معاملہ اورسلوک کیا جائے گا، البتہ ان علامات کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کا معاملہ واضح ہونے تک موقوف ہی رہے گا، لہٰذا جب تک اس کا مذکر یا مؤنث ہونا واضح نہ ہوجائے، تب تک اس کی شادی نہ کی جائے گی جس کی وضاحت اس کے بالغ ہونے کے بعد ہی ہوگی جیسا کہ علماء نے اس کے معاملے کی وضاحت کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 16)

51- منی کے معاینے کے لیے مشت زنی کرنا

ضرورت کے پیش نظر جائز ہے۔

(اللجنة الدائمة: 15157)

52- جسم کے کسی حصے کو سن کرنا

بوقت ضرورت جائز ہے، بشرطیکہ یہ مریض کی عقل پر اثر انداز نہ ہو۔

(اللجنة الدائمة: 4276)

53- پاگل کا علاج ترک کرنا

جب پاگل اور اپاہج کی شفا یابی کی امید ہو تو اس کا علاج کرانا ہرگز ترک نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ اس کے علاج پر بہت خرچ اٹھتا ہو، بشرطیکہ وہ خرچ

انسان کی قدرت میں ہو، کیونکہ ایسے مریض بھی قابل احترام ہیں اور ان کو اس نظر سے نہیں دیکھا جائے گا کہ ان کے پاگل اور اپاہج ہونے کی بنا پر ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بہر حال ان کے پاگل اور اپاہج ہونے سے ان کا احترام ختم نہیں ہوتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 20913)

54- عرق النساء کے مرض میں مبتلا شخص کا علاج

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''زاد المعاذ'' میں لکھا ہے:

''عرق النساء'' وہ درد ہے جو کولہے سے شروع ہو کر پچھلی جانب سے ران تک اور بعض اوقات ٹخنے تک اتر جاتا ہے، اور جتنا لمبا عرصہ یہ درد جاری رہے اتنا ہی یہ درد نیچے کو اترتا چلا جاتا ہے جس سے مریض لاغر ہو جاتا ہے اور اس کی ران بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔''

پھر انھوں نے اس کے علاج کے لیے انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((دَوَاءُ عِرْقِ النِّسَاءِ أَلْيَةُ شَاةٍ أَعْرَابِيَّةٍ تُذَابُ ثُمَّ تُجَزَّأُ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، ثُمَّ يُشْرَبُ عَلَى الرِّيْقِ كُلَّ يَوْمٍ جُزْءٌ))

''عرق النساء (بیماری) کا علاج اور دوائی دیہاتی بکری کی سرین کا گوشت ہے جس کو (پانی میں) پکا کر گھلا دیا جائے، پھر اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، اور ہر روز اس میں سے ایک حصہ نہار منہ نوش کیا جائے۔''

اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ''نساء'' اس مرض

(اور درد) کا نام ہے جو رگ اور (ران کے) پٹھے میں لاحق ہوتی ہے (جو پٹھہ ٹخنے تک اترا ہوتا ہے) انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس بیماری کو ''عرق النساء'' اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا درد اور تکلیف دوسری تکلیفیں بھلا دیتی ہے۔

پھر یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مذکورہ حدیث میں عربوں، اہل حجاز اور خاص طور پر بادیہ نشین بدوؤں کو خطاب کیا گیا ہے کیونکہ اس حدیث میں بیان کردہ علاج ان کے لیے انتہائی مفید ہے۔

''عرق النساء'' کا مرض خشکی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے اور کبھی ایک لیس دار گاڑھا مادہ اس مرض کا سبب بنتا ہے تو اس کا علاج اسہال (دست، معدے اور آنتوں سے غیر فطری طریقے پر فضلات کا رقیق شکل میں اخراج) کے ذریعے سے کیا جاتا ہے، رہا اس مرض کے علاج کے لیے دیہاتی بکری کی سرین کا گوشت تو سرین کے گوشت میں دو خاصیتیں ہوتی ہیں: ایک پکانا اور دوسری نرم کرنا۔ اس مرض کے علاج میں انھی دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی جسم سے فاسد مادوں کو پکا کر اور نرم کر کے خارج کرنا۔ اس کے علاج میں دیہاتی بکری کا گوشت اس لیے تجویز کیا گیا ہے کیونکہ اس میں بے کار مادے اور فضلات بہت کم ہوتے ہیں، اس کا جوہر بڑا لطیف اور اس کا چارہ بڑا مخصوص (قدرتی جڑی بوٹیوں پر) مشتمل ہوتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ کے مذکورہ کلام سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کا تجویز کردہ علاج گرم ملکوں کے لوگوں اور دیہاتیوں، جیسے حجازی وغیرہ، کے ساتھ خاص ہے، سو اس بنا پر ''عرق النساء'' بیماری سے ہر ملک کے باشندوں کا علاج ان کے مناسب حال روغنیات، مفرد جڑی بوٹیوں اور مرکب ادویات سے

کیا جائے گا، ایسے ہی اس کے علاج کے لیے دم اور مسنون (آیات اور سورتوں کی) تلاوت کو بھی استعمال میں لایا جائے گا۔ واللہ الشافی

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 53/2)

55- سلس البول (پیشاب بند نہ ہونے کی بیماری)

جب مریض کو وضو کے بعد واقعتاً مسلسل پیشاب نکلتا رہتا ہو تو اس مرض کو ''سلس البول'' کا مرض کہتے ہیں۔ سلس البول کی بیماری مخفی نہیں ہے، اگر تو یہ محض پیشاب نکلتے رہنے کا وہم ہو، حقیقتاً بندے کو پیشاب نہ آتا ہو تو اس کو وسوسہ کہیں گے۔ ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ اس کی مطلق پروا نہ کرے اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑے، کیونکہ یہ وسوسہ شیطان ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ رہا سلس البول کے مریض کے علاج کا سوال تو ایسے مریض کے لیے مباح اور جائز ادویات کے ذریعے سے علاج کرانا مشروع ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور سنت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کروایا بھی ہے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو مریض ہوتے تھے ان کو علاج کروانے کا حکم بھی دیا ہے، چنانچہ اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ اعرابی آئے اور انھوں نے سوال کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم علاج کروا لیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ»[1]

''ہاں! اے اللہ کے بندو! علاج کراؤ، کیونکہ اللہ عزوجل نے ایک

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3855]

بیماری کے علاوہ ہر بیماری کا علاج رکھا ہے، انھوں نے پھر سوال کیا: وہ بیماری کون سی ہے (جس کا علاج نہیں ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بڑھاپا (جس کا کوئی علاج نہیں ہے)۔" (اللجنة الدائمة: 18584)

56- والد کو ایسی دوائی کھلانا جو اس کو سگریٹ نوشی ترک پر مجبور کر دے

تمباکو اور سگریٹ نوشی حرام ہے کیونکہ اس کے بڑے بڑے نقصانات ہیں اور تمباکو نوشی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جو شخص تمباکو نوشی کرتا ہے اس پر توبہ کرنا اور اس سے باز آنا واجب ہے۔ جہاں تک تمھارے تمباکو نوشی کرنے والے باپ کا تعلق ہے تو تم پر لازم ہے کہ اسے نصیحت کرو، رہا اس کو ایسی دوائی دینا جس سے وہ دو دن کے لیے بیمار پڑ جائے اور تمباکو نوشی چھوڑ دے تو اسے بتائے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم (اللجنة الدائمة: 16318)

57- اس حدیث: «لَحْمُ الْبَقَرِ دَاءٌ» "گائے کا گوشت بیماری ہے۔" کا جھوٹ اور باطل ہونا

مذکورہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ گائے کا گوشت بیماری ہے، یہ ایک باطل حدیث ہے جو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا گیا ہے، کیونکہ یہ روایت مطلق طور پر درست ہونا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے من جملہ ان چیزوں کے، جنھیں ہمارے لیے حلال کیا، فرمایا:

﴿ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ

حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾

[الأنعام: 144]

''اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟''

پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے گائے کے گوشت کو حلال اور جائز قرار دیا ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے وہ چیز جائز قرار دیتا ہے جو بیماری ہے؟ نہیں، یہ ممکن نہیں کہ وہ اس چیز کو مباح قرار دے جو بیماری ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ مذکورہ حدیث جھوٹی ہے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 23/63)

دوا کے احکام

58- علاج کا حکم

علاج کرانا مشروع ہے۔ ڈاکٹر اور طبیب پر، جو بیماروں کے علاج کے لیے ملازمت کرتا ہے اور وہ لوگوں کا علاج معالجہ کرنے کی اہلیت اور قدرت رکھتا ہے، واجب ہے کہ وہ ان کی شفا یابی کی امید پر یا ان کی تکالیف میں تخفیف کی غرض سے حتی الوسع ان کے علاج کے لیے اپنی کوششیں اور صلاحیتیں بروئے کار لائے۔ شریعت کی عام نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ شریعت جو تعاون باہمی پر برانگیخت کرتی ہے اور محتاج و تکلیف زدہ انسان کی مدد کرنے کی رغبت دلاتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ڈاکٹر پر اپنی ملازمت کے دوران میں اپنے ذمہ واجب ڈیوٹی کو بدرجہ اتم پورا کرنا واجب و ضروری ہے، اور اس کی ڈیوٹی ہی میں یہ بات شامل ہے کہ جو مریض اس کے پاس آتے ہیں ان کا علاج کرے، چنانچہ اس کے لیے مریضوں کو واپس کرنا یا ان کے علاج میں کسی قسم کی غفلت اور سستی کا مظاہرہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 20913)

59- درختوں کے ساتھ علاج کرنا

جڑی بوٹیوں اور درختوں کے خواص اور اثرات سمجھنے والے شخص کے لیے

یہ جائز ہے کہ وہ ان کے ذریعے سے یا ان جیسی دیگر چیزوں کے ذریعے سے بلاواسطہ یا ان کو پیس کر پوڈر کی شکل میں تبدیل کرلے، بشرطیکہ وہ ان مختلف قسم کے امراض کو جاننے والا ہو، جن کا وہ علاج کرنے جا رہا ہے، نیز ان بیماریوں کے علاج کے لیے جو مناسب جڑی بوٹیاں اور درخت ہیں ان کو بھی تجربے کی بنا پر اور اس علم کے ماہرین سے علم حاصل کرنے کی بنا پر جانتا پہچانتا ہو۔

(اللجنة الدائمة: 9120)

60- بالوں کے علاج کے لیے ادویات استعمال کرنا

بالوں کے گرنے کو روکنے کے لیے مباح اور جائز ادویات کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس علاج میں کوئی ضرر اور نقصان نہ ہو۔

(اللجنة الدائمة: 8256)

61- حیوانات کی چربی والی کریمیں

سوال جسم کی خشکی دور کرنے کے لیے ایسی کریمیں وغیرہ استعمال کرنا جن میں حیوانات سے حاصل ہونے والے تیل (اور چربی وغیرہ) شامل ہوں؟

جواب جسم سے خشکی دور کرنے والی کریمیں (Cold Creams) جن میں حیوانی تیل (اور چربی وغیرہ) شامل کیے گئے ہیں، اگر تو وہ ایسے جانوروں کی چربی سے بنی ہیں جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور ان کو شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیا گیا ہے، پھر تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہ ایسی نہیں تو پھر ان کریموں کا استعمال جائز نہیں ہے۔

(عبدالكريم الخضير، الفتاویٰ: 46)

62- طبی ضروریات میں الکلائن اور الکحل (الکوحل) استعمال کرنا

الکلائن اور الکوحل کو طبی ضروریات جیسے زخموں کو صاف کرنا اور جراثیم کشی کرنا، کے لیے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3900)

63- کھانے پینے کی اشیاء میں الکوحل کا استعمال

خورونوش کی جن اشیاء میں ایسا الکوحل شامل ہو جس کی کثیر مقدار کے استعمال کرنے سے نشہ ہو جاتا ہو تو ان اشیاء کا کم اور زیادہ، کھانے اور پینے میں بطور خوشبو اور بطور دوائی اور علاج کے استعمال جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ [المائدة: 91,90]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔“

اور اس لیے بھی کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ»[1]

”جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہو تو اس کو کم مقدار میں استعمال کرنا حرام ہے۔“

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ فَإِنَّ اللّٰهَ مَا أَنْزَلَ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً»[2]

”اللہ کے بندو! علاج معالجہ کرو مگر حرام (اشیاء) سے علاج نہ کرو، چنانچہ اللہ نے جو بیماری بھی اتاری ہے اس کا علاج اور دوائی بھی اتاری ہے۔“

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شراب پر یہ حکم لگایا ہے کہ وہ ناپاک اور حرام ہے اور اس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا اسے ضائع کرنا واجب ہے، کیونکہ اس کا باقی رکھنا اس کے استعمال کا سبب اور ذریعہ بن سکتا ہے جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے گرانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اسے مدینہ کی گلیوں بازاروں میں بہا دیا گیا۔ لیکن اگر ان اشیاء میں ایسے الکوحل کی آمیزش ہوئی ہے جس کی کثیر مقدار استعمال کرنے سے نشہ نہیں ہوتا تو ان اشیاء کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ شراب (کے حکم میں) نہیں ہیں۔

(اللجنة الدائمة: 20339)

---

1. سنن أبي داود [3681] سنن الترمذي [1865] سنن ابن ماجه [3393]
2. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3436]

64- طبی الکوحل وضو نہیں توڑتا

طبی الکوحل سے وضو نہیں ٹوٹتا، بلکہ تمام نجاستیں اگر بدن کو لگ جائیں تو اس سے وضو لوٹانا واجب نہیں ہوتا، کیونکہ نواقض وضو کا تعلق بدن سے خارج ہونے والے پیشاب یا پاخانے یا ہوا یا اس طرح کی دیگر نواقض وضو اشیاء سے ہے جو معروف و معلوم ہیں۔ رہا نجاست کا بدن کو لگ جانا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن اس پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا طبی الکوحل ناپاک ہے یا نہیں؟ سو اس کا دارومدار شراب کی نجاست کے قائل ہونے پر ہے، پس اکثر اہل علم یہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً شراب ظاہری اور حسی نجاست کی طرح نجس و ناپاک ہے، جیسے پیشاب اور پاخانے کی نجاست ہے اور انسان پر واجب ہے کہ وہ (شراب کو) زائل کرے، لیکن اس مسئلے میں راجح قول یہ ہے کہ شراب حسی اور ظاہری نجاست کی طرح ناپاک نہیں ہے کیونکہ اس کے نجس و ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ شراب بلاشبہہ حرام تو ضرور ہے مگر اس کے حرام ہونے سے اس کا نجس ہونا لازم نہیں آتا، مثلاً زہر حرام ہے، مگر نجس اور پلید نہیں ہے، تمباکونوشی حرام ہے مگر تمباکو نجس اور ناپاک نہیں ہے، پس کسی چیز کی حرمت سے اس کی نجاست لازم نہیں آتی۔

شراب کے نجس نہ ہونے پر چند امور دلالت کرتے ہیں:

1. شراب کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے، جبکہ اشیاء کی اصل ان کا پاک اور حلال ہونا ہے۔
2. دلیل کے ذریعے سے ثابت ہوتا ہے کہ شراب پاک ہے اور اس کا پاک ہونا کئی طرح سے ثابت ہے۔ اس لیے جب شراب کی حرمت نازل ہوئی

تو مسلمان شراب کے مٹکے اور برتن لے کر نکلے اور مدینہ کے بازاروں میں شراب کو بہا دیا۔[1]

اور نجس چیز مسلمانوں کے راستوں میں بہانا جائز نہیں ہے، نیز جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شراب کے برتن دھونے کا حکم نہیں دیا تھا، یعنی آپ ﷺ نے انھیں شراب کے برتن کو دھونے کا حکم نہ دیا جبکہ آپ ﷺ نے گدھوں کے حرام ہونے کے وقت گدھوں کے گوشتوں والے برتن دھونے کا حکم دیا تھا۔

نیز ''صحیح مسلم'' میں ایک روایت منقول ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کو شراب کی ایک مشک تحفہ دینے کے لیے حاضرِ خدمت ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے کہا: « إِنَّهَا حُرِّمَتْ » ''یقیناً شراب حرام ہے'' اس نے ایک آدمی سے سرگوشی کی، تو نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: « بِمَ سَارَرْتَهُ؟ » ''تو نے اس سے رازدارانہ انداز میں کیا بات کی ہے؟'' اس نے جواب دیا: میں نے اسے کہا: (اگر شراب پینا حرام ہوگیا ہے تو) اسے بیچ دو، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ إِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ »

''یقیناً اللہ نے ایک چیز (شراب) کو جب حرام کیا ہے تو اس کی قیمت (خرید و فروخت) کو بھی حرام قرار دیا ہے۔''

پھر اس آدمی نے مشک کا منہ کھولا اور نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں شراب بہا دی۔[2]

آپ ﷺ نے اسے مشک دھونے کا حکم نہیں دیا، اب اگر شراب (حرام

---

[1] مسند أحمد [132/2]

[2] سنن النسائي، رقم الحديث [4664]

ہونے کے ساتھ ساتھ) ناپاک بھی ہوتی تو آپ ﷺ شراب کی وجہ سے اس کی مشک کو دھونے کا حکم بھی دیتے، لہٰذا جب شراب حسی نجاست کی طرح نجس نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ الکوحل بھی حسی نجاست کی طرح پلید و ناپاک نہیں ہے، جب یہ کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو اس کپڑے اور بدن کو دھونا واجب نہیں ہوتا ہے۔

مگر ابھی تک اس موضوع پر کلام ہونا اور غور و فکر کرنا باقی ہے کہ کیا وہ چیز جس میں الکوحل کی آمیزش ہو، اس چیز کا استعمال (اور خرید و فروخت) جائز ہے؟ تو ہم کہیں گے: اگر اس میں شراب کی نسبت زیادہ ہے، یعنی وہ استعمال طلب چیز اپنے اندر الکوحل کی بڑی مقدار رکھتی ہے تو اس کا حکم خالص الکوحل جیسا ہے، اور اگر اس میں الکوحل قلیل مقدار میں شامل ہے، جس کا کوئی خاص اثر نہیں، تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس کے استعمال کے ممنوع ہونے میں وہ مؤثر ہے۔

پس اگر کوئی کہنے والا (بطور اعتراض) کہے: کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا:

((مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ)) [1]

”جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہو تو اس کو کم مقدار میں استعمال کرنا حرام ہے۔“

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کیوں نہیں یہ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے، مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مشروب کو کثیر مقدار میں پینے سے نشہ ہوتا ہو اور تھوڑی مقدار میں پینے سے نشہ نہ ہوتا ہو تو اس کی تھوڑی مقدار پینا بھی حرام ہے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان تھوڑی مقدار میں پیتا پیتا زیادہ مقدار میں پینے

---

[1] سنن أبي داود [3681] سنن الترمذي [1865] سنن ابن ماجه [3393]

لگے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے استعمال سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عمومی ارشاد ہے:

﴿فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ [المائدة: 90] ''پس تم اس سے اجتناب کرو۔''

لٰہذا ہم اپنے بھائیوں کو مشورہ دیتے ہوئے یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی ایسی چیز کو استعمال میں نہ لائیں جس میں الکوحل زیادہ مقدار میں شامل ہو، سوائے کسی خاص ضرورت کے جیسے زخموں کو صاف کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 18/122)

65- نیند آور دوائی کا استعمال کرنا

بوقت ضرورت نیند آور دوائی استعمال کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ کسی اسپیشلسٹ ڈاکٹر نے تجویز کی ہو۔ (اللجنة الدائمة: 4276)

66- (زخم وغیرہ کو) داغ کر علاج کرنا

حدیث سے ثابت ہے کہ داغنا علاج کی ایک قسم ہے اور جب یہ علاج بیماری پر ٹھیک بیٹھتا ہے تو اللہ کے حکم سے یہ مفید ثابت ہوتا ہے، مگر اس کے باوصف نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے، چونکہ اس کے ذریعے سے جسم پر بدنمائی پیدا ہوتی ہے اور باوجودیکہ اس کا مقصد مریض کو عذاب دینا نہیں بلکہ اس کا مقصد علاج کرنا ہے، یہ طریقہ علاج آگ کے ساتھ عذاب دینے کے مشابہ ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس کے استعمال سے منع کیا ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ داغ کر علاج کرنا نبی اکرم ﷺ کے اس کو ناپسند کرنے اور اپنی امت کو اس سے منع کرنے کی وجہ سے مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، خصوصاً جب

اس کے علاوہ دیگر انواع و اقسام کے علاج موجود ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَلشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشُرْطَةِ مُحْجِمٍ وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهٰى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ »❶

''تین چیزوں میں شفا ہے: شہد کا گھونٹ (پینے سے) سینگی لگانے کی جگہ پر چیرا دینا (سینگی لگوانا) اور آگ سے داغنا، اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔''

نیز امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

« إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ، أَوْ يَكُوْنُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي شَرْطَةِ مُحْجِمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ لَزْعَةٍ بِنَارٍ، تُوَافِقُ الدَّاءَ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ »❷

''اگر ادویات میں سے کسی دوائی میں خیر و شفا یا تمھاری ادویات میں سے کسی دوائی میں خیر و شفا ہے تو وہ سینگی لگوانے یا شہد پینے یا بیماری کے مطابق آگ سے داغنے میں ہے اور میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔'' (اللجنة الدائمة: 328)

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5681]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5683] صحيح مسلم [2205/71]

67- داغنے سے ممانعت کی شرعی حیثیت

صحیح بات یہ ہے کہ داغنے سے ممانعت کی نہی کراہت کے لیے ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَلشِّفَاءُ فِيْ ثَلَاثَةٍ: شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مُحْجِمٍ وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهٰى أُمَّتِيْ عَنِ الْكَيِّ » [1]

''تین چیزوں میں شفا ہے: شہد کا گھونٹ (پینے سے) سینگی لگانے کی جگہ پر چیرا دینا (سینگی لگوانا) اور آگ سے داغنا، اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔''

اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

« وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ »

''اور میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا ہوں۔''

داغ لگوانے میں شفا ہونے کے باوجود اس سے منع کرنا اس کے مع الکراہت جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ لوگوں کا قول ہے: ''آخِرُ الطِّبِّ الْكَيُّ'' (آخری علاج داغ لگوانا ہے) یعنی بوقت ضرورت۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طبیب بھیجا تو اس طبیب نے ان کی ایک رگ کاٹ کر داغ لگایا۔ اور جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو احد والے دن تیر لگا تو نبی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5681]

اکرم ﷺ نے ان کو داغ لگایا۔ اس کے جواز میں کئی احادیث مروی ہیں، جنھیں ابن القیم رحمہ اللہ نے ''طب نبوی'' میں ذکر کیا ہے جو اس طریقہ علاج کے مع الکراہت جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کراہت اس لیے ہے کہ اس میں آگ کے ساتھ عذاب (تکلیف) دیا جاتا ہے۔ بہرکیف جب بوقت ضرورت اس کے علاوہ کوئی علاج سود مند ثابت نہ ہو رہا ہو تو بقدر ضرورت اس کو اختیار کرنا جائز اور مباح ہے۔ (ابن جبرين: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 9/1)

68- وبر کے گوبر سے علاج

وہ جانور جو ''وبر'' کے نام سے مشہور ہے، وہ حلال ہے، اسے شکار کرنا اور کھانا جائز ہے اور جس جانور کا کھانا جائز ہو اس کا گوبر اور پیشاب پاک ہے۔ سو اس بنا پر اسے بطور علاج استعمال میں لانے میں کوئی شرعی ممانعت اور رکاوٹ نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 16685)

69- بیماری آنے سے پہلے ٹیکا لگوانے کا حکم

جب وبا پھوٹنے کی وجہ سے بیماری لگنے کا خطرہ ہو یا دیگر اسباب کے سبب سے بیماری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو متوقع بیماری اور آفت سے بچاؤ کی خاطر اور حفظ ما تقدم کے طور پر علاج کرانا اور دوائی کھانا جائز ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمْرَاتٍ مِنْ تَمْرِ الْمَدِيْنَةِ لَمْ يَضُرَّهُ سِحْرٌ وَلَا سُمٌّ» [1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5779]

”جس شخص نے صبح کے وقت مدینہ کی سات کھجوریں کھائیں اسے جادو اور زہر نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

چنانچہ اس حدیث سے کسی آفت و آزمائش کے واقع ہونے سے پہلے اس کا دفاع کرنے کا ثبوت ملتا ہے، پس اسی طرح جب کسی بیماری میں مبتلا ہونے کا ڈر اور خطرہ ہو اور کسی ملک یا جگہ میں پھوٹنے والی وبا سے بچاؤ مقصود ہو تو اس بیماری اور وبا کے دفاع میں ٹیکے لگوانا اور قبل از وقت علاج کروانا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا جس طرح بیماری کا علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح متوقع بیماری کا بھی علاج کیا جا سکتا ہے، لیکن یاد رہے کہ بیماری یا جن یا نظر بد کے دفاع کے لیے تعویذ گنڈے لٹکانا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کر رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ تعویذ وغیرہ لٹکانا شرک ہے، لہٰذا ان سے بچنا واجب ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 21/6)

70- مانع حیض گولیوں کے استعمال کا حکم

عورت کے لیے مانع حیض گولیاں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ اس کی صحت کے لیے ضرر رساں نہ ہوں اور اس کے خاوند نے اسے ان کے استعمال کی اجازت دے رکھی ہو، لیکن جہاں تک مجھے علم ہے، ان گولیوں کا استعمال عورت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اور یہ حقیقت تو معلوم ہے کہ عورت سے خون حیض کا خارج ہونا ایک طبعی خروج ہے اور طبعی چیز کو جب اپنے وقت پر خارج ہونے سے روکا جائے تو لازمی طور پر اس کا روکنا جسم کے لیے نقصان دہ ہوگا۔

ایک اور سبب، جس کی وجہ سے ان گولیوں کے استعمال سے پرہیز کرنا واجب ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے استعمال سے عورت کی ماہواری کا نظام بگڑ جاتا ہے اور اس کے اختلاف و بگاڑ کے سبب عورت اپنی نماز، خاوند سے مجامعت اور دیگر معاملات کے متعلق ہمیشہ شک وشبہہ کا شکار رہتی ہے، لہٰذا میں یہ تو نہیں کہتا کہ ان گولیوں کا استعمال حرام ہے لیکن عورت کی ضرر رسانی کے پیش نظر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ ان گولیوں کا استعمال کرے۔

نیز میں کہتا ہوں کہ عورت کو چاہیے کہ وہ اس پر راضی رہے جو اللہ نے اس کے مقدر میں کیا ہوا ہے۔ حجۃ الوداع کے سال نبی اکرم ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں، جبکہ انھوں نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا، آپ ﷺ نے دریافت کیا: «مَالَكِ! لَعَلَّكِ نَفِسْتِ؟» ”تجھے کیا ہے! (کیوں رو رہی ہو) شاید تجھے خونِ حیض آنا شروع ہوگیا ہے؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا:

«هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ»[1]

”یہ ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔“

پس عورت کے لیے مناسب اور لائق یہ ہے کہ وہ صبر کرے اور اس صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی توقع رکھے۔ اگر عورت پر حیض کی وجہ سے نماز، روزے کا دروازہ بند ہے تو الحمد للہ ذکر کا دروازہ تو کھلا ہے، چنانچہ عورت دورانِ حیض اللہ کا ذکر کرے، اس کی تسبیح بیان کرے، صدقہ و خیرات کرے اور لوگ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [294] صحيح مسلم [1211/120]

کے ساتھ قول و فعل سے حسن سلوک کرے، یہ افضل اعمال ہیں۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 237)

71- عورت کا دورانِ حیض ایسی چیز استعمال کرنے کا حکم جو خون کو بند کر دے

جب عورت خون روکنے والی گولیاں کھائے یا ٹیکا لگوائے اور خون رک جائے تو پھر وہ غسل کرے اور غسل کر کے وہ تمام اعمال کرے جو حیض و نفاس کے خون سے پاک ہونے والی عورتیں کیا کرتی ہیں، نیز وہ نماز ادا کرے اور روزہ رکھے، اس کی نماز اور روزہ درست ہوگا۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 213/10)

72- ڈسپنسری کا ایک نگران وہاں سے دوائیاں لے کر دوسرے ہسپتال کے مریض کو دیتا ہے

اس کا ایک نظم و ضبط (ڈسپلن) ہے اور اس کے متعلق کچھ ہدایات ہیں، چنانچہ جب کوئی دواخانہ اور ڈسپنسری کسی ہسپتال کے ساتھ خاص ہو تو وہ اپنے پاس آنے والے دیگر (ہسپتالوں کے) مریضوں کو یہاں سے دوائیاں فراہم نہ کرے، کیونکہ اس ہسپتال کی طرف رجوع کرنے والے بھی کچھ لوگ ہیں، لہٰذا لازم ہے مذکورہ ڈسپنسری کی ادویات اسی ہسپتال کے مریضوں کو دی جائیں، کسی دوسرے ہسپتال کی طرف منتقل نہ کی جائیں۔ یہ ہسپتال کی الگ خاص ڈسپنسری ہے، لہٰذا اس کی ادویات کہیں اور منتقل نہ کی جائیں، کیونکہ حکومت کی طرف سے یہی ہدایات ہیں۔ اگر اس دواخانے کے پاس وزارت صحت کی طرف سے ایسی

ہدایات ہوں جو اس کو اپنے مخصوص ہسپتال کے علاوہ کسی اور ہسپتال کی طرف ادویات منتقل کرنے کی اجازت دیتی ہوں تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر ضروری ہے کہ مجوزہ ہدایات ہی پر عمل کیا جائے ان میں اپنی مرضی سے کوئی اضافہ (یا ردو بدل) نہ کیا جائے۔ (ابن باز: فتاویٰ عاجلہ لمنسوبی الصحۃ: 20)

73- میڈیکل سٹور والے کا ڈاکٹری نسخے کے بغیر دوائی دینا یا اس میں تبدیلی کرنا

تمھارے لیے ڈاکٹر کی تجویز کردہ ادویات کے بغیر مریض کو دوائی دینا یا تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 13295)

74- عوامی ڈاکٹروں کے متعلق اسلام کا موقف

حدیث میں آیا ہے:

«مَا أَنْزَلَ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ، وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ»[1]

”اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اتاری ہے، اس کی شفا اور دوا بھی اتاری ہے، جس نے اسے جان لیا سو جان لیا اور جو اس سے ناواقف رہا سو وہ اس سے ناواقف رہا۔“

عوامی ڈاکٹروں نے ان ادویات پر تجربات کیے اور اس سلسلے میں طب کی اُن کتابوں کا سہارا لیا اور بنیاد بنایا جن کتابوں کو اس فن کو جاننے والوں نے تصنیف کیا اور یہ بہت سے علمی فنون میں سے ایک فن ہے۔ عہد نبوت سے لے

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3436]

کر اور اس سے پہلے اور بعد میں بھی اس فن میں لوگوں نے خصوصی مہارت حاصل کی ہے، انھوں نے ادویات کی تراکیب اور ہر دوائی کے خواص اور اس کے استعمال کی کیفیت کو خوب سمجھا ہے۔ اس سلسلے میں ان کا اعتقاد یہی رہا ہے کہ یہ ادویات شفا کا ایک سبب ہے، جبکہ مسبب الاسباب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے، سو اس بنا پر اس علم وفن کو پڑھنے اور اس کے ذریعے سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سائل کو چاہیے کہ وہ ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب ''الطب النبوی'' علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب ''الطب النبوی''، ابن مفلح کی کتاب ''الآداب الشرعیہ'' اور ''تسہیل المنافع'' وغیرہ کا بھی مطالعہ کرے۔ (ابن جبرین: الکنز الثمین: 209)

حرام چیزوں کے ساتھ علاج کرنا

75- حرام چیزوں کے ساتھ علاج کرنے کا حکم

جمہور علماءِ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک شراب پی کر اور خبیث چیزوں میں سے کسی بھی چیز کے استعمال سے علاج کرنا حرام ہے، کیونکہ وائل بن حجر نے روایت کی ہے کہ طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شراب سے منع کیا یا شراب بنانے کو ناپسند کیا۔ طارق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں دوائی میں ڈالنے کے لیے شراب بناتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ))[1]

''یقیناً وہ دوائی نہیں بلکہ وہ تو بیماری ہے۔''

نیز ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً، فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ))[2]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوائی اتاری ہے اور ہر بیماری کا علاج اور دوائی بنائی ہے، لہٰذا تم علاج کرو اور حرام چیز کے ساتھ علاج نہ کرو۔''

---

1. صحیح مسلم [1984/12]
2. سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث [3436]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيْثِ"[1]

"رسول اللہ ﷺ نے خبیث دوائی کے استعمال سے منع کیا ہے۔"

اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

«يَعْنِي: السُّمَّ»[2] "یعنی (خبیث دوائی سے مراد) زہر ہے۔"

اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ»[3]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمھاری شفا نہیں رکھی ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہے۔"

چنانچہ مذکورہ نصوص اور اس طرح کے دیگر دلائل خبیث چیزوں کے ساتھ علاج کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں، خصوصاً شراب، جو خباثتوں اور برائیوں کی جڑ اور سراپا گناہ ہے، کو ذریعہ علاج بتانے کی حرمت کی صراحت کرتی ہے۔ علماءِ کوفہ میں سے جن علماء نے شراب کے ساتھ علاج کرنے کو جائز قرار دیا ہے تو انھوں نے شراب کے ساتھ علاج معالجے کو مجبور و لاچار آدمی کے مردار کھانے اور خون استعمال کرنے کے جائز ہونے پر قیاس کیا ہے، مگر یہ قیاس نص کے مخالف ہونے کی وجہ سے کمزور ہے، نیز یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ مردار اور خون کھانے سے ایک ضرورت پوری ہوتی ہے، یعنی اس سے جان بچ جاتی

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [2870]
2. سنن الترمذي [2045] سنن ابن ماجه [3459] مسند أحمد [478/2]
3. صحيح البخاري، رقم الحديث [15]

ہے، چنانچہ مجبور آدمی کا مردار اور خون کھانا جان بچانے کا ایک ذریعہ ٹھہرا، لیکن علاج کی غرض سے شراب پینے سے تو بیماری کا زائل ہونا متعین اور ضروری نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ نے شراب کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ یقیناً وہ تو خود ایک بیماری ہے، دوائی اور علاج ہر گز نہیں ہے، لہٰذا شراب کا پینا ذریعہ علاج نہ ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ اس مسلمان پر رحم فرمائے، جس نے اپنی بیماری کے علاج کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حرام کردہ خبیث چیزوں سے بے نیازی اختیار کی اور اس کی جائز و حلال کردہ پاکیزہ چیزوں پر اکتفا کیا۔ (اللجنة الدائمة: 160)

76- حرام ادویات کے استعمال کا حکم

مسلمان پر تمام ضرر رساں نشہ آور اشیاء کا استعمال حرام ہے، جیسے سن کرنے والی یا نشہ پیدا کرنے والی جڑی بوٹیاں، کیونکہ وہ عقل اور دین کے لیے ضرر رساں ہیں یا وہ اشیاء جن سے نسل کشی ہوتی ہے یا جسم فربہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے مضر صحت اثرات پیدا کرنے والی تمام اشیاء کا استعمال حرام اور ناجائز ہے۔

(اللجنة الدائمة: 16805)

77- ایسی ادویات کی خرید وفروخت اور استعمال کا حکم جن میں حرام چیزوں کی آمیزش ہو

ان ادویات کا کاروبار کرنا اور ان کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے، جو ادویات ایسے بیل اور گائیوں کے اعضا سے تیار کی گئی ہوں، جنھیں شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو، ایسے ہی وہ ادویات جن میں خنزیر کے اعضا سے کشید کردہ

مواد شامل کیا گیا ہو، نیز وہ ادویات، جن میں بہنے والے خون کی آمیزش کی گئی ہو، ایسی تمام ادویات کی خرید وفروخت اور استعمال جائز نہیں ہے۔
(اللجنة الدائمة: 7539)

78- افیون کے ذریعے سے علاج

اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء مثلاً افیون یا بھنگ یا شراب یا اس قسم کی دیگر نشہ پیدا کرنے والی اشیاء کے ساتھ علاج کرنا اور دوائی میں ان نشہ آور اشیاء کو کسی بھی تناسب و مقدار میں شامل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر دوائی میں ان اشیاء کو اتنی مقدار میں شامل کیا گیا ہو کہ اس دوائی کی کثیر مقدار استعمال کرنے سے نشہ نہ پیدا ہوتا ہو تو اس کے ذریعے سے علاج کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ اشیاء جو اس دوائی میں شامل کی گئی ہیں، وہ ایسی بے اثر ہوتی ہیں گویا وہ کالعدم ہیں۔

رہا سرکہ تو اگر اس کی اصل شراب نہ ہو یا اصل شراب ہی ہو مگر وہ از خود سرکہ بن گیا ہو اور وہ سن پن اور نشہ پیدا کرنے والا بھی نہ ہو تو اس کے ذریعے سے علاج کرنا اور بطور سالن یا کھانے کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے، لیکن اگر وہ سرکہ اصل میں شراب تھا اور اسے خود سرکہ بنایا گیا ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اسے بطور دوائی اور سالن استعمال کرنا جائز ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3201)

79- شراب کے ذریعے سے علاج

جمہور علماء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک شراب نوشی اور اللہ تعالیٰ کی کسی حرام کردہ خبیث چیز کا استعمال کر کے علاج کرنا حرام ہے۔ دلیل اس کی وہ حدیث ہے جسے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے نبی

اکرم ﷺ سے شراب کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے انھیں شراب سے منع کیا، تب طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں تو صرف دوائی کی خاطر شراب بناتا ہوں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ))[1]

''یقیناً وہ دوائی نہیں بلکہ وہ تو بیماری ہے۔''

اور ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً، فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ))[2]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوائی اتاری ہے اور ہر بیماری کا علاج اور دوائی بنائی ہے، لہٰذا تم علاج کرو اور حرام چیز کے ساتھ علاج نہ کرو۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبیث دوائی کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

((يَعْنِي : السُّمَّ))[3] ''یعنی (خبیث دوائی سے مراد) زہر ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ))[4]

---

1. صحيح مسلم [1984/12]
2. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3436]
3. سنن الترمذي [2045] سنن ابن ماجه [3459] مسند أحمد [478/2]
4. صحيح البخاري، رقم الحديث [15]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمھاری شفا نہیں رکھی ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہے۔"

امام ابو حاتم ابن حبان نے اسے اپنی "صحیح ابن حبان" میں نبی اکرم ﷺ تک مرفوع بیان کیا ہے۔

چنانچہ مذکورہ نصوص اور اس جیسے دیگر دلائل خبیث چیزوں کے ذریعے سے علاج کرنے کے ممنوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور شراب، جو خباثتوں کی جڑ اور گناہوں کی بنیاد ہے، کو ذریعہ علاج بنانے کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔ جن کوفی علماء نے شراب کے ذریعے سے علاج کرنے کو جائز قرار دیا ہے تو انھوں نے اسے مجبور و لاچار آدمی کے لیے مردار اور خون کے کھانے کے جائز ہونے پر قیاس کیا ہے، مگر یہ نص کے مخالف ہونے کی وجہ سے کمزور اور قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ مردار اور خون کھانے سے ایک ضرورت پوری ہوتی ہے اور وہ ہے جان کا بچاؤ۔ سو مردار اور خون کا کھانا جان بچانے کا ایک ذریعہ ٹھہرا، جبکہ علاج کی غرض سے شراب استعمال کرنا اس سے بیماری کا دور ہونا متعین نہیں ہوتا ہے، بلکہ آپ ﷺ کی دی ہوئی خبر کے مطابق تو شراب بذاتِ خود ایک بیماری ہے، کسی بیماری کی دوا نہیں ہے، لہٰذا شراب نوشی علاج کا متعین ذریعہ نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس مسلمان پر رحم فرمائے جس نے اپنی بیماری کے علاج میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حرام کردہ خبیث اشیاء سے گریز کرتے ہوئے اس کی جائز و حلال کردہ پاکیزہ چیزوں ہی پر اکتفا کیا۔ (اللجنة الدائمة: 3163)

80- گھریلو گدھی کا دودھ بطور علاج پینا

علاج کی خاطر گھریلو گدھی کا دودھ پینا جائز نہیں ہے۔

(اللجنة الدائمة: 6838)

81- علاج کی خاطر خون پینا

قرآن کریم کی نص کے ساتھ خون حرام ہے اور علاج کی خاطر اسے پینا جائز نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((تَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ)) [1]

''علاج کرو مگر حرام چیز سے علاج مت کرو۔''

بحمد اللہ کثیر تعداد میں حلال اور پاکیزہ ادویات موجود ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی پیدا کی ہے اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں موجود ہے، لہٰذا مریض پر لازم ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے علاج کروانے کے لیے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے رجوع کرے۔

(اللجنة الدائمة: 16235)

82- چیتے کی چربی سے علاج کرنا

جن جانوروں کا کھانا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، ان کی چربی کو استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، چاہے علاج کی غرض ہی سے کیوں نہ ہو۔ چیتا اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ جانوروں میں شامل ہے کیونکہ اس کی کچلیاں ہوتی ہیں جس کے ساتھ وہ چیر پھاڑ کرتا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کو حرام قرار دیا ہے۔ [2] (اللجنة الدائمة: 18419)

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3436]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5530] صحيح مسلم [1932/13]

83- ادویات میں بعض حیوانات کا خون استعمال کرنے کا حکم

بہنے والے خون میں اصل یہ ہے کہ وہ حرام ہے اور حرام چیز نجس اور پلید ہوتی ہے، لہٰذا پلید چیز کو علاج معالجہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض علماء رحمہم اللہ اس طرف گئے ہیں کہ جب نجاست میں تغیر اور تبدیلی واقع ہوجاتی ہے تو وہ پاک ہوجاتی ہے، چنانچہ مردار کی راکھ اور اس کے دھوئیں وغیرہ کے نجس ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا، سو اس بنا پر یہ کہنا ممکن ہے کہ بعض نجاستوں سے بننے والی ادویات نجاست کے بدل جانے اور اس کی عینیت کے ختم ہوجانے سے وہ مباح اور جائز ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم (ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 27/1)

84- علاج کی خاطر سانپوں کا زہر استعمال کرنے کا حکم

معروف و مشہور موقف تو یہی ہے کہ تمام زہر ضرر رساں یا مہلک ہیں، لہٰذا ان کا استعمال حرام ہے کیونکہ یہ واضح طور پر مضر ہیں، جو جسموں کو ہلاک اور زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں، جیسا کہ اس کا عام مشاہدہ کیا جاتا ہے، لیکن اگر تجربے سے معلوم ہوجائے کہ ان میں سے کوئی زہر پھوڑے پھنسی یا زخم یا جلدی امراض کے لیے علاج کا کام دیتا ہے اور طب جسمانی کے ماہر اور اسپیشلسٹ یہ جان لیں کہ یہ زہر بطور علاج مفید ہے تو پھر اس کے استعمال میں کوئی حرج اور رکاوٹ نہیں ہے، بشرطیکہ وہ کسی معتبر اور مانے ہوئے تجربہ کار ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق استعمال کیا جائے، خواہ وہ سانپوں کا زہر ہو یا اس کے علاوہ دیگر زہر ہوں، اور اگر وہ مذکورہ شکل میں مفید علاج نہیں ہے تو پھر حق یہی ہے کہ اس کے ممنوع ہونے کی بنا پر اس کے استعمال سے گریز کیا جائے، جہاں تک زہر کے

پاک ہونے کا تعلق ہے تو معروف زہروں میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو ان کی حسی اور ظاہری نجاست، ناپاکی اور گندگی پر دلالت کرے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 43/2)

85- گدھی کے دودھ سے علاج

سوال بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بعض امراض جیسے شدید کھانسی کے لیے گدھی کا دودھ بہت مفید ہے، کیا یہ درست ہے؟ دین اسلام میں گدھی کے دودھ کا کیا حکم ہے؟

جواب شروعِ اسلام میں گھریلو گدھے حلال تھے، پھر سات ہجری میں غزوۂ خیبر کے موقع پر ان کو حرام قرار دیا گیا، جیسا کہ ان کی ممانعت کے متعلق کئی ایک احادیث مروی ہیں، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے خیبر والے دن ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ ندا لگا دے: یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمھیں گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ناپاک وحرام ہے۔

نیز جب آپ ﷺ نے ہنڈیوں میں گدھوں کا گوشت پکتا ہوا دیکھا تو فرمایا:

«أَهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا»

''ان ہنڈیوں میں موجود گوشت گرا دو اور ان ہنڈیوں کو توڑ ڈالو۔''

جمہور کا موقف یہ ہے کہ گھریلو گدھوں کا گوشت دائمی طور پر حرام ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی اباحت و جواز کے قائل ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ گدھے ان جانوروں میں شامل ہیں، جنھیں انسان کے تابع کیا گیا ہے، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے اس عمومی ارشاد میں داخل ہیں:

﴿ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ ﴾ [المائدة: 1]

”تمھارے لیے چرنے والے چوپائے حلال کیے گئے ہیں۔“

نیز مندرجہ ذیل فرمانِ باری تعالیٰ میں بھی داخل ہیں:

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴾

[یٰسٓ: 72,71]

”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، ان کے لیے مویشی پیدا کیے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گدھوں کی حرمت کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ان کو تو محض ان کے ضائع ہوجانے کے ڈر سے حرام کیا گیا تھا، کیونکہ وہ لوگوں کے لیے بوجھ برداری کے کام آتا ہے، لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس موقف کو ناپسند کیا اور اسے ماننے سے انکار کیا۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے سال نکاح متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع کر دیا۔

اسی مفہوم کی دیگر احادیث صحیح سندوں کے ساتھ عمر، ابن عمر، جابر، انس، براء اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور اکثر علماء کرام رحمہم اللہ گھریلو گدھوں کا گوشت کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا: آج گدھوں کے گوشت کے حرام ہونے میں علماء مسلمین میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

رہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس کو جائز قرار دینا تو وہ ان کا ذاتی اجتہاد ہے اور اس

سے بھی ان کا رجوع کر لینا ثابت ہے۔ سو اس بنا پر کھانسی اور کسی بھی اور بیماری کے لیے گدھی کا دودھ پینا جائز نہیں ہے، کیونکہ جس چیز کا کھانا حرام ہے اس سے علاج کرنا بھی حرام ہے، اور وہ صرف ایسی ضرورت و حالت میں حلال ہے، جس حالت میں مجبور و لاچار آدمی کے لیے مردار کھانا حلال ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 58/2)

86- خنزیر کے اجزا سے شوگر کا علاج

انسولین کی وہ تمام اقسام جو خنزیر سے بنائی جاتی ہیں، ان کا استعمال حرام ہے، کیونکہ کئی ایک دلائل سے ثابت ہے کہ حرام اشیاء کے ساتھ علاج معالجہ کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں شفا پیدا نہیں کی۔ اس سلسلے میں جو دلائل ثابت ہیں، ان میں سے آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ»

"اللہ کے بندو! علاج کرو، مگر حرام چیز کے ساتھ علاج مت کرو۔"

(اللجنة الدائمة: 3681)

87- ادویات میں نشہ آور الکوحل کی آمیزش

ادویات میں نشہ آور الکوحل کی آمیزش کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر ان ادویات کے ساتھ نشہ آور الکوحل کی آمیزش ہو جائے تو ان کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ ان میں الکوحل کی مقدار اتنی قلیل ہو کہ دوائی کے رنگ، ذائقے اور بو میں اس کے اثرات ظاہر نہ ہوں اور اگر کسی بھی صورت میں اس کے اثرات ظاہر ہوں تو ان ادویات کا استعمال قطعاً حرام ہے، جن میں نشہ آور الکوحل شامل ہے۔

(اللجنة الدائمة: 3717)

88- موسیقی کے ذریعے سے علاج

سوال مختلف ذرائع اِبلاغ کی طرف سے ایک رائے پیش کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فن اور موسیقی بعض امراض کا علاج ہے۔ اس سلسلے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب یہ ایک غلط رائے ہے، اگرچہ یہ رائے رکھنے والا اور اس کی تائید کرنے والا کتنا مشہور و معروف ہو اور اس رائے کے مجرب اور صحیح ہونے کا دعویٰ کرے، یہ رائے قطعاً غلط ہے، کیونکہ شریعت نے گانے، آلاتِ موسیقی اور آلاتِ لہو ولعب حرام قرار دیے ہیں اور انھیں اختیار کرنے کی سخت ممانعت کی ہے، لہٰذا ان کے حرام ہونے کے باوصف ان میں شفا کا ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ فرمانِ نبوی ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْهَا»

''بلاشبہہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر حرام کردہ چیز میں اس کی شفا نہیں رکھی ہے۔''

چنانچہ مذکورہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یقیناً ہر حرام چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس پر شفا کا دارومدار ہے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حرام کاموں میں ڈوبے ہوتے ہیں اور گانے اور موسیقی کے ایسے فریفتہ اور دلدادہ ہوتے ہیں کہ وہ اس کے سماع میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اور جب انھیں کسی وقت گانے و موسیقی سے دور کیا جاتا ہے تو وہ الم و تکلیف، اعصابی کھچاؤ اور تناؤ اور بہت زیادہ کمزوری محسوس کرتے ہیں، پھر جب وہ دوبارہ نغمے اور ساز و موسیقی سنتے ہیں اور اپنی طبیعت میں کیف و

سرور، پھرتی اور قوت محسوس کرتے ہیں تو اس بات کے مدعی بن بیٹھتے ہیں کہ موسیقی ان کا علاج ہے۔ اصل میں ایسے لوگ روحانی طور پر بیمار ہوتے ہیں جو حرام سے لذت محسوس کرتے اور اس کی طرف میلان رکھتے ہیں، لیکن اہلِ صلاح اور صبر والے گانے اور موسیقی سننے پر ایک قسم کا بوجھ، نقاہت اور قلق و اضطراب محسوس کرتے ہیں کیونکہ موسیقی فی الحقیقت عقلوں کو بیمار کر دیتی ہے اور جسم، جو عقلوں کے تابع ہوتے ہیں، وہ بھی بیمار ہو جاتے ہیں۔

(ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 9/1)

89- علاج کی غرض سے خون کے ساتھ غسل کرنے کا حکم

خون سے غسل کرنا ایک واضح برا اور حرام کام ہے۔ نجاستوں سے علاج معالجہ کرنا جائز نہیں ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً، فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ))[1]

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوائی اتاری ہے اور ہر بیماری کا علاج اور دوائی بنائی ہے، لہٰذا تم علاج کرو اور حرام چیز کے ساتھ علاج نہ کرو۔“

نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ))[2]

---

1. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3436]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [15]

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمھاری شفا نہیں رکھی ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہے۔“

اس حدیث کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 422/9)

طب نبوی

90- تلبینہ اور اس کے فوائد

سوال «إِنَّ التَّلْبِيْنَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيْضِ وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ»
''یقیناً تلبینہ (آٹے میں دودھ اور شہد ملا کر بنایا ہوا حلوا) بیمار کی دلجوئی کرتا ہے اور اس کا رنج وغم دور کر دیتا ہے۔'' اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

جواب یہ حدیث صحیح بخاری ''کتاب الاطعمہ'' میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ان کے خاندان میں کوئی موت ہو جاتی اور اس وجہ سے عورتیں جمع ہوتیں اور پھر اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں، تو عائشہ رضی اللہ عنہا تلبینہ کی ہنڈیا چڑہانے کا حکم دیتیں، چنانچہ تلبینہ بنایا جاتا، پھر ثرید (روٹی کو چورا کر کے شوربے میں بھگو کر بنایا ہوا ایک قسم کا کھانا) بنایا جاتا، پھر اس ثرید میں تلبینہ ڈالا جاتا، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں: اسے کھاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«اَلتَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ» [1]

''تلبینہ مریض کی دلجوئی کا ایک ذریعہ ہے۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الطب النبوي" میں کہا ہے کہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5417] صحيح مسلم [2216/90]

تلبینہ وہ پتلا سوپ ہے جس کے اجزائے ترکیبیہ میں دودھ بھی شامل ہے، اسی ''لبن'' (دودھ) سے اس کا نام ''تلبینہ'' رکھا گیا ہے۔ امام ہروی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تلبینے کا نام تلبینہ اس کی دودھ کے ساتھ اپنی سفیدی اور رقت میں مشابہت کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تلبینہ بیمار کے حق میں ایک نفع مند غذا ہے، یہ پتلا اور پختہ ہوتا ہے، گاڑھا اور کچا نہیں ہوتا۔ تلبینہ ایک سوپ ہے جو جَو کے بھوسے سمیت آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ جَو کا پوری طرح پکا ہوا پانی جلد ہضم ہوجاتا ہے اور جسم کو لطیف غذا مہیا کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان: « مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ » کا مطلب یہ ہے کہ یہ مریض کے لیے راحت بخش ہے، یعنی یہ تلبینہ اس کی راحت وسکون کا باعث ہے۔ لفظ ''مُجِمَّةٌ'' ''الاجمام'' سے بنا ہے جس کا معنی ہوتا ہے تھکان اتار کر تازہ دم کر دینا۔ اور آپ ﷺ کے فرمان: «وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ» کا مطلب ۔واللہ اعلم۔ یہ ہے کہ رنج وغم انسانی مزاج کو ٹھنڈا اور حرارت غریزیہ کو کمزور کر دیتے ہیں (تو تلبینہ کا استعمال مزاج میں گرمی لاتا ہے اور حرارت غریزیہ کو قوی کرتا ہے) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تلبینہ اپنے اندر موجود مفرح غذاؤں کے خاصوں میں سے ایک خاصیت کے ساتھ رنج وغم کو دور کرتا ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 54/2)

91- عود ہندی

سوال « عَلَيْكُم بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ: مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ» ''اس ''عود ہندی'' (کوٹ) کو استعمال کرو، کیونکہ اس میں سات

بیماریوں کی شفا ہے اور ان بیماریوں میں سے ایک ذات الجنب (پسلی کا ورم) ہے۔'' اس حدیث کی صحت کا درجہ اور مفہوم کیا ہے؟

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا، جو عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، کے واسطے سے روایت کیا ہے۔ کہتی ہیں: میں اپنے بیٹے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ میں نے بچے کو عذرہ (حلق کی بیماری میں کوا گرنا) کی وجہ سے اس کی ناک میں بتی ڈالی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« عَلَامَ تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعَلَاقِ؟! عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ؛ فَإِنَّ فِيْهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ؛ مِنْهَا: ذَاتُ الْجَنْبِ، يُسْعَطُ بِهٖ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ »[1]

''تم بچوں کے تالو کو ابھارنے کے لیے اس میں انگلی کیوں ڈالتی ہو؟ (اس کے بجائے) تم عود ہندی استعمال کیا کرو، یقیناً اس میں سات بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے ایک بیماری ذات الجنب (پسلی کا ورم) بھی ہے، اگر حلق کی تکلیف ہو تو اس کو ناک میں ڈالو اور اگر ذات الجنب ہو تو حلق میں ڈالو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے:

''اطباء نے ''قسط'' جسے عود ہندی کہتے ہیں، کے فائدے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ عود ہندی حیض اور پیشاب کو جاری کرتی ہے، انتڑیوں کے کیڑے مار دیتی ہے، زہر کے اثرات زائل کرتی ہے، باری کے بخار

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5713] صحيح مسلم [2214/86]

میں مفید ہے، معدے کو گرماتی ہے، شہوتِ جماع میں تحریک پیدا کرتی ہے اور اگر لیپ کیا جائے تو چھائیوں کو دور کرتی ہے۔"

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی قسط (عود ہندی) کے بیان میں اسی طرح کے فوائد ذکر کیے ہیں۔ ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب "الطب النبوی" میں حرف قاف کے تحت یہ ساری تفصیل موجود ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 81/2)

92- زہر کا علاج

سوال رسول اللہ ﷺ نے اپنا اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس زہر کے اثرات سے، جو آپ ﷺ کے کھانے میں شامل کر دیا گیا تھا، کیسے علاج کیا؟

جواب امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک کے واسطے سے روایت بیان کی ہے کہ خیبر میں ایک یہودی عورت نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری کا تحفہ بھیجا تو نبی اکرم ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا گوشت کھایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمْسِكُوا)) "رک جاؤ۔" پھر آپ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا: ((هَلْ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ؟)) "کیا تو نے اس بکری کو زہر آلود کیا ہے؟" اس نے کہا: آپ کو کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((هٰذَا الْعَظْمُ)) "اس ہڈی نے" اس نے کہا: ہاں! (میں نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا ہے) اور اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ اگر تو آپ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا ہو تو لوگ آپ سے چھٹکارا پا جائیں گے اور اگر آپ سچے نبی ہوئے تو آپ کو اس کا

نقصان نہیں ہوگا، تب نبی اکرم ﷺ نے کندھے پر سینگی لگوائی اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سینگی لگوائی، تاہم ان میں سے ایک صحابی فوت ہو گئے۔[1]

اور ایک دوسری سند سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بکری کا (زہر آلود) گوشت کھانے کی وجہ سے اپنے کندھے پر سینگی لگوائی۔[2]

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد'' میں لکھا ہے:

''زہر کا علاج قے کے ذریعے سے اور ان ادویات کے ذریعے سے ہونا چاہیے، جن کا اثر زہر کے عمل کے مخالف ہو جو اپنی کیفیات کے ساتھ یا اپنے خواص کے ساتھ زہر کے اثر کو زائل اور ختم کر دیں، اور جس زہر خوردہ شخص کے پاس دوائی نہ ہو، اسے جلدی سے مکمل قے کرنی چاہیے جس کے لیے سب سے مفید چیز سینگی لگوانا ہے۔ خاص طور پر جب زہر خوردہ شخص گرم علاقے اور گرم موسم میں ہو تو زہر تیزی سے خون میں سرایت کر جاتا ہے، پھر وہ خون کی نالیوں اور رگوں سے ہوتا ہوا دل تک پہنچ جاتا ہے اور نتیجتاً موت واقع ہو جاتی ہے، چنانچہ خون ہی وہ ذریعہ ہے جو زہر کو دل اور دیگر اعضا تک پہنچاتا ہے، لہٰذا جب زہر خوردہ شخص جلدی سے (سینگی وغیرہ کے ذریعے سے) خون کھلوائے تو وہ زہریلی کیفیت جو خون کے ساتھ مل چکی ہوتی ہے وہ زائل ہو جاتی ہے، پھر اگر زہر زدہ آدمی مکمل قے کر دے تو اسے زہر نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ یا تو وہ کلی طور پر زائل ہو جاتا ہے یا اس کے اثرات کمزور ہو جاتے ہیں، پھر طبیعت اس سے قوت پکڑ لیتی ہے اور زہر کا اثر زائل کر دیتی ہے یا اسے کمزور کر دیتی ہے۔''

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 69/2)

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [3169]

[2] سنن أبي داود، رقم الحدیث [4510]

93- آبِ زمزم میں شفا ہے

سوال کیا آبِ زمزم مریض کو فائدہ دیتا ہے، جیسا کہ ہم بعض لوگوں کو سنتے ہیں کہ وہ مریض کو آبِ زمزم پینے کی نصیحت کرتے ہیں؟

جواب آبِ زمزم تمام پانیوں سے ارفع و اعلیٰ، مقام و مرتبہ میں بلند ہے، نفوس کو محبوب، سب سے قیمتی اور لوگوں کے ہاں سب سے زیادہ مفید پانی ہے۔ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام اسماعیل علیہا السلام کے پاس جب پانی ختم ہوگیا اور وہ اور ان کا بیٹا اسماعیل علیہ السلام پیاسے ہوئے تو ان کے پاس فرشتہ آیا، اس نے زمین پر اپنا پَر مارا تو وہاں سے پانی پھوٹ نکلا، پھر ام اسماعیل علیہا السلام اس پانی کو گھیرتے ہوئے اس کے اردگرد منڈھیر بنانے لگیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْناً مَعِيناً))

''اگر وہ (ام اسماعیل علیہا السلام) پانی کا احاطہ نہ کرتیں تو زمزم ایک جاری پانی کا چشمہ ہوتا۔''

ابو ذر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ میں یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے مکہ میں تیس دن اور راتیں قیام کیا، ان کے پاس آب زمزم کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: بس میں (آب زمزم پی پی کر) خوب موٹا تازہ ہوگیا، حتیٰ کہ میرے پیٹ کی سلوٹیں تک ختم ہوگئیں اور میں اپنے جگر میں بھوک کی وجہ سے کسی قسم کی کوئی کمزوری محسوس نہیں کرتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا:

((إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ))

”بلاشبہ وہ (آبِ زمزم) بابرکت ہے اور کھانے والے کے لیے کھانے کے قائم مقام ہے۔“

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں طیالسی، بزار اور بیہقی رحمہم اللہ نے یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں:

«وَشِفَاءُ سُقْمٍ» ”(آب زمزم) مریض کے حق میں شفا ہے۔“

اس کی سند صحیح ہے۔ امام ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ» [1]

”آبِ زمزم جس نیت سے پیا جائے اسے پورا کرتا ہے۔“

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الجواب الکافی“ اور ”زاد المعاد“ میں کہا ہے کہ مجھے اور میرے علاوہ دوسرے لوگوں کو آبِ زمزم سے شفا یابی کے حوالے سے عجیب وغریب امور کا تجربہ ہوا ہے۔ میں نے کئی بیماریوں سے شفا پانے کے لیے آب زمزم استعمال کیا تو اللہ کے حکم سے مجھے ان بیماریوں سے شفا مل گئی۔ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ جو شخص نصف ماہ یا اس سے زیادہ آب زمزم ہی پیتا رہتا ہے، اسے بالکل بھوک محسوس نہیں ہوتی اور اس میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ مل کر (جو لوگ خوب کھانا کھانے والے ہوتے ہیں) انھیں کی طرح طواف کرتا ہے۔ ایک شخص نے مجھے اپنے متعلق خبر دی کہ بعض اوقات وہ چالیس دن تک صرف آبِ زمزم ہی استعمال کرتا ہے (اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کھاتا پیتا) پھر بھی اس میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی

1 سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3062]

سے مجامعت بھی کرتا ہے، روزے بھی رکھتا ہے اور کئی کئی مرتبہ طواف بھی کرتا ہے۔ (ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 71/2)

94- سینگی لگوانے کی فضیلت اور اس کے طبی فوائد

شریعت میں سینگی لگوانے اور اس کو ذریعہ علاج بنانے کی خوب رغبت دلائی گئی ہے، خود نبی اکرم ﷺ نے سینگی لگوا کر اپنا علاج کروایا ہے۔ سینگی لگوانا بعض خاص وقتوں اور خاص علاقوں میں مناسب ہوتا ہے، اسی طرح بعض لوگوں کے حق میں مناسب ہوتا ہے۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اس کی مزدوری بھی ادا کی اور فرمایا:

«خَيْرُ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ» ❶

''تم جتنے بھی علاج کے ذرائع اختیار کرتے ہو، ان میں سے سب سے بہتر سینگی لگوانا ہے۔''

پھر اس کے فائدے ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یقیناً سینگی لگوانا سطح بدن کو (داغ دھبوں وغیرہ سے) صاف کر دیتا ہے اور جلد کے کناروں سے (فاسد اور جما ہوا) خون نکال دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے مہینے کے دوسرے نصف حصے میں سینگی لگوانے کا حکم دیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے مرفوع بیان کیا ہے:

«إِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ يَوْمُ سَابِعِ عَشْرَةَ أَوْ تَاسِعِ عَشْرَةَ أَوْ يَوْمُ إِحْدَىٰ وَ عِشْرِيْنَ» ❷

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5696]

❷ سنن الترمذي، رقم الحديث [2053]

’’یقیناً بہترین ایام جن میں تم سینگی لگواؤ، وہ سترہ تاریخ کا دن ہے یا انیس تاریخ کا دن یا اکیس تاریخ کا دن۔‘‘

سنن ترمذی ہی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو گردن کی ہر دو جانب پوشیدہ رگوں اور کندھے پر سینگی لگواتے تھے۔

شکم سیری کی حالت میں سینگی لگوانا ناپسندیدہ ہے، نیز ہفتہ کے دن اور بدھ کے دن بھی سینگی لگوانا مکروہ ہے، شاید کہ اوقات، علاقے اور افراد کے مختلف ہونے کی بنا پر اس عمل کے مختلف حالات ہیں۔ چنانچہ لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے کوئی تکلیف ہوتی ہے تو وہ سینگی لگواتا ہے، پھر اب سینگی لگوانا اس کی عادت بن جاتی ہے اور وہ ہر سال سینگی لگوائے بغیر صبر نہیں کر پاتا، اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے، جسے سینگی لگوانے کی بالکل حاجت نہیں ہوتی اور وہ اپنے جسم میں وافر مقدار میں خون نہ ہونے کی وجہ سے سینگی نہیں لگوا سکتا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 27/1)

95- فاسد خون نکلوانے کے لیے فصد (فاسد خون نکالنے کے لیے رگ کھولنا) لگانے کا حکم

فاسد خون نکلوانے کے لیے فصد کروانا جائز ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الشِفَاءُ فِيْ ثَلَاثٍ: فِيْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مُحْجِمٍ، وَكَيَّةٍ بِنَارٍ، وَأَنَا أَنْهىٰ أُمَّتِيْ عَنِ الْكَيِّ))[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5681]

''شفا تین چیزوں میں ہے: شہد پینے میں، سینگی لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں، اور میں اپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔''

اور ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں:

((وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ)) [1] ''اور میں داغ لگانا پسند نہیں کرتا۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ سینگی لگوانا شفا کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور یہ عام ہے جو ''فصد'' اور ''حجامہ'' دونوں کو شامل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی ثابت ہے کہ بلاشبہہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اس کی مزدوری بھی ادا کی۔ [2]

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوطیبہ (جو ایک غلام تھے) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی لگائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کھانے کے دو صاع مزدوری دینے کا حکم صادر فرمایا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالکوں سے اس کے متعلق بات چیت کی تو انھوں نے اس سے اجرت لینے میں کچھ کمی کر دی۔ [3]

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی فصد کھلوانے اور سینگی لگوانے کے جواز پر دلالت کرتا ہے، مناسب یہ ہے کہ جو شخص فصد کے تمام امور سے واقف ہے، وہی فصد کیا کرے تاکہ وہ صرف اسی شخص کو فصد لگائے جسے اس کے ساتھ علاج کی ضرورت ہے اور وہ مریض کے جسم میں مناسب جگہ میں اور مناسب وقت میں فصد لگائے، پھر وہ مریض کے احوال و کیفیات کا پورا خیال رکھے۔ (اللجنة الدائمة: 1445)

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [5683] صحيح مسلم [2205/71]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [2103]
3. صحيح البخاري، رقم الحديث [2281]

96- سینگی لگوانے کے لیے خون نکلوانے اور خون کا عطیہ دینے کے لیے خون نکلوانے میں فرق

"حجامۃ" (سینگی لگوانا) کا مطلب ہے بدن سے ایسا زائد خون نکالنا جو انسان کے لیے ضرر رساں ہوتا ہے، کیونکہ وہ بعض امراض کے ازالے میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے، لہٰذا اگر اس نکالے ہوئے خون سے بیماروں کے لیے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہوتو اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ نیز خون کا عطیہ دینے کے لیے بھی خون نکلوانا جائز ہے۔ عطیہ دینے کے لیے خون نکلوانا سینگی لگوانے کے لیے خون نکلوانے کے قائم مقام ہے، جس کی مریض کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس سے شفا یاب ہوجاتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ سینگی لگاتے وقت خاص جگہوں مثلاً سر اور اس جیسے دیگر اعضا سے خون نکالا جاتا ہے، رہا عطیہ دینے کے لیے خون تو وہ ایک رگ سے مقررہ مقدار میں نکالا جاتا ہے، لیکن یہ صحت مند خون ہوتا ہے (جبکہ اس کے مقابلے میں سینگی لگانے کے لیے نکالا گیا خون فاسد ہوتا ہے)۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 39/1)

کاسمیٹک سرجری

97- خنثیٰ مشکل (ایسا ہیجڑا جس کے مذکر یا مؤنث ہونے کی تمیز کرنا مشکل ہو) کا آپریشن کرنا

جب ایسے شخص کے متعلق توقع یہ ہو کہ اس کا آپریشن کرنے کے بعد بھی اس کا مذکر اور مؤنث ہونا واضح نہیں ہوگا اور اس کے مرد یا عورت ہونے کی بنا پر اس کی شادی کرنا ممکن نہ ہوگا تو اس حالت میں اس کا آپریشن نہ کیا جائے، کیونکہ اس حالت میں اس کا آپریشن کرنا فضول ہے، بلکہ اس کا آپریشن اتنا مؤخر کیا جائے کہ اس کی حالت میں ایسی تبدیلی آجائے جس میں اس کے آپریشن سے اس کے مذکر اور مؤنث ہونے کی تمیز ہونے کی توقع پیدا ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ وَأَبْشَارَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ»[1]

''بے شک تمھارے خون، مال، عزتیں اور جسم تم پر حرام ہیں۔''

(اللجنة الدائمة: 9085)

98- بدنمائی کے ازالے کی خاطر کاسمیٹک سرجری کروانے کا حکم

مذکورہ آپریشن جائز ہے اور یہ اللہ کی خلقت کو تبدیل کرنے کے زمرے میں نہیں آئے گا۔ (اللجنة الدائمة: 6908)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7078]

99- عورت کے پستان کے چھوٹاپے کا علاج کرنے کے لیے آپریشن (پلاسٹک سرجری) کرنا

پستانوں کا علاج کرنے کے لیے آپریشن کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس سے عورت کے جسم کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے، کیونکہ سوال میں مذکور حالت ان امراض میں سے ہے جن کا علاج کرنا مشروع اور جائز ہے، جیسا کہ بہت سی شرعی نصوص اور دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 20919)

100- مرد کے پستان سے زائد حصہ کاٹ کر زائل کرنا

تمھارے لیے پستان میں موجود اس ابھار کو زائل کرنے کے لیے پلاسٹک سرجری کروانا جائز ہے بشرطیکہ آپریشن کی کامیابی کا ظنِ غالب ہو اور فائدے سے بڑھ کر یا فائدے کے برابر ضرر ونقصان نہ ہو۔ (اللجنة الدائمة: 6158)

101- جنس کی تبدیلی کے لیے آپریشنز کروانے کا حکم

انسان کے لیے مذکر سے مؤنث اور مؤنث سے مذکر جنس بدلنا جائز نہیں ہے۔ مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ نے اس کے مقدر میں جو مناسب وضع قطع اور حالت لکھ دی ہے وہ اس پر راضی رہے۔ اسے کیا معلوم کہ شاید اگر وہ مؤنث ہوتا تو یہ اس کے لیے بہتر نہ ہوتا اور اگر وہ مذکر ہوتا تو یہ اس کے لیے برا ہوتا، جیسے اللہ کے بندوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کا شایانِ شان فقیر ہونا ہی ہوتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا تو اس کے لیے یہ غنا ضرر رساں ہوتی اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جسے غنا ہی مناسب ہوتی ہے اگر وہ فقیر ہوتا تو

اس کے لیے فقر نقصان دہ ہوتا۔

بعض عورتوں نے محض خواہش وتمنا کی کہ وہ مرد ہوتیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس طرح کی آرزو اور تمنا سے منع کر دیا:

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾

[النساء: 32]

''اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا۔''

پس جب ایسی چیزوں کے خلاف تمنا کرنے کی یہ حالت ہے جو اللہ نے کسی کے مقدر کی ہوتی ہیں تو ان چیزوں کو بالفعل اختیار کرنے کی کیا صورت حال ہوگی؟! اور جب ایک مسلمان کو بعض امور اور اعضا میں اللہ کی خلقت کو تبدیل کرنے سے منع کیا گیا ہے تو مکمل جنس ہی کو تبدیل کرنے کے درپے ہونے کی کیا حالت ہوگی؟ (عبدالکریم الخضیر: الفتاویٰ: 52)

102- دانتوں کو سیدھا کرنے کے لیے آپریشنز کروانے کا حکم

دانتوں کو سیدھا کرنے کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ اس سے مقصود محض حسن وخوبصورتی میں اضافہ کرنا

ہو تو یہ حرام ہے، حلال نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں ایسا کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے:

«اَلْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ»[1]

''(اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو) اللہ کی خلقت کو بدلتے ہوئے زینت کی خاطر دانتوں میں فاصلہ پیدا کرتی ہیں۔''

عورت جسے زیورات میں پالا پوسا جاتا ہے اور اس سے زیب و زینت کو اختیار کرنا مطلوب ہوتا ہے، اسے دانتوں میں فاصلہ پیدا کرنے پر لعنت کی گئی ہے تو مرد زیادہ لائق ہے کہ اسے ایسا کرنے سے منع کیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دانتوں میں کسی عیب کی بنا پر ان کو سیدھا کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ بعض لوگوں کے دانتوں میں کچھ ابھار ہوتا ہے، وہ ابھار سامنے والے چار دانتوں یعنی دو اوپر اور دو نیچے والوں دانتوں میں ہو یا ان کے علاوہ دوسرے دانتوں میں ایسا ابھار ہو کہ اس کو دیکھنے والا اسے قبیح اور بدصورت محسوس کرے تو ایسی صورت حال میں انسان کے لیے ان ٹیڑھے دانتوں کو برابر کرانا جائز ہے کیونکہ یہ عمل عیب زائل کرنے کے لیے ہے نہ کہ حسن کو دوبالا کرنے کے لیے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو جس کی ناک (کسی جنگ کے دوران) کٹ گئی تھی، حکم دیا کہ چاندی کی ناک لگوا لے، پھر جب اس میں بگاڑ پیدا ہوا تو آپ ﷺ نے اسے سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا، کیونکہ اس عمل میں عیب کا ازالہ مقصود ہے نہ کہ حسن کو بڑھانا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 6)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4604] صحيح مسلم، برقم [2125]

103- چہرے پر نمودار ہونے والے بعض امراض کے علاج کی خاطر اس پر بعض کھانے والی اشیاء لگانا

یہ بات تو معلوم ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے بدن کی غذا کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن جب انسان ان کو کسی اور کام کے لیے استعمال میں لانا چاہے، جیسے علاج معالجہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ [البقرۃ: 29]

''وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لیے پیدا کیا۔''

چنانچہ فرمانِ الٰہی میں لفظ ﴿لَكُمْ﴾ سے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ جملہ اشیاء سے عمومی فائدہ اٹھانا سمجھ میں آتا ہے، بشرطیکہ ان کے کسی استعمال پر حرمت کی دلیل نہ ہو۔ رہا کھانے پینے کی اشیاء کو زیبائش اور زینت کے لیے استعمال کرنا تو گزارش یہ ہے کہ حسن دوبالا کرنے کے لیے ان اشیاء خور ونوش کے علاوہ جو دیگر چیزیں موجود ہیں ان کو استعمال میں لانا اولیٰ اور افضل ہے۔

زیب و زینت اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں، لیکن اس میں فضول خرچی کرنا اور اس حد تک پہنچ جانا کہ انسان کی سب سے بڑی فکر ہی حسن و زیبائش کو بڑھانا بن جائے اور وہ اس کی وجہ سے دین و دنیا کے اکثر مصالح سے غفلت برتے تو ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ یہ اسراف کے زمرے میں آتا ہے اور اللہ عزوجل اسراف کو پسند نہیں فرماتے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

104- ایسی ادویات (کریمیں وغیرہ) استعمال کرنا جن سے عورت کا گندمی رنگ سفید ہو جائے

اگر تو ان کریموں سے جلد کا رنگ مستقل طور پر بدل جاتا ہے تو یہ حرام ہے، کیونکہ یہ ''وشم'' (گودنا) کے مشابہ ہے اور یقیناً نبی اکرم ﷺ نے ''واشمہ'' (گودنا گودنے والی) اور ''مستوشمہ'' (گودنا گدوانے والی) پر لعنت فرمائی ہے، لیکن اگر کسی عیب کے ازالے کے لیے یہ کریمیں استعمال کی جائیں، جیسا کہ جلد میں موجود کسی بھدے اور بدنما تل زائل کرنے کی خاطر انسان یہ ادویات اور کریمیں استعمال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم زیب و زینت اور حسین بننے کی خاطر ان کریموں کو استعمال کرنے اور کسی عیب کے ازالے کی خاطر ان کو استعمال کرنے کے درمیان جو فرق ہے اس کو سمجھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کو، جس کی ناک کٹ گئی تھی، ناک کے کٹنے سے جو عیب پیدا ہوا تھا، اس کے ازالے کی خاطر اسے سونے کی ناک لگانے کی اجازت دی تھی۔

نیز آپ ﷺ نے دانتوں کو باریک اور تیز کرنے والی اور کروانے والی پر لعنت فرمائی ہے اور اس سے مراد وہ عورت ہے جو دانتوں میں معمولی سا گیپ اور تفریق پیدا کرنے کے لیے انھیں کولر (Cooler) سے ٹھنڈا کرتی ہے۔ لیکن اگر بالفرض دانتوں کی لائن اور قطار میں کچھ ٹیڑھ ہو، بعض دانت باہر کو نکلے ہوں اور بعض دانت یوں اندر کو دھنسے ہوں کہ دانت بھدے اور بدنما دکھائی دیں تو کوئی ایسا طریقہ علاج اور ذریعہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جس سے دانت مضبوط اور برابر ہو جائیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

105- کیل، مہاسے اور دیگر دانے وغیرہ زائل کرنے کے لیے مرہم اور تیل استعمال کرنے کا حکم

کیل مہاسے اور دانے وغیرہ کے ازالے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک مرض کا علاج ہے اور مرض کا علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر حسین تر بننے کی خاطر مرہم اور تیل استعمال کرنے اور ازالہ عیب کے لیے یہ استعمال کرنے میں فرق ہے، چنانچہ پہلی صورت، جب وہ مستقل طور پر یہ تبدیلی پیدا کرے، جائز نہیں ہے، البتہ ان میں سے دوسری صورت جائز اور درست ہے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

106- ہونٹوں کو برابر کرنا

جب نقصان کا ڈر نہ ہو تو نیچے والے ہونٹ کو چھوٹا کروا کے اوپر والے ہونٹ کے برابر کرنے کے لیے آپریشن کروانا جائز ہے۔ (اللجنة الدائمة: 13042)

107- دین اسلام میں زائد دانت نکلوانے اور زائد انگلی کٹوانے کا حکم

جب دانتوں میں کسی قسم کی بدنمائی ہو، مثلاً کوئی زائد دانت ابھرا ہوا ہو یا کوئی ایک دانت دوسرے دانتوں کے مقابلے میں لمبا ہو یا اس قسم کا کوئی اور عیب ہو تو کولر (Cooler) وغیرہ سے اسے برابر کرنا یا اکھاڑنا ممکن ہو تو ایسا کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے عورتوں کو صرف مصنوعی طور پر دانتوں کو باریک کروانے،

تیز کرنے اور ان کے درمیان معمولی گیپ اور تفریق پیدا کرنے سے منع کیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ» [1]

''اللہ تعالیٰ نے گودنا گودنے والیوں اور گودوانے والیوں، بالوں کو اکھڑوانے والیوں اور حسن و جمال کی خاطر دانتوں کو باریک کر کے ان کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والیوں اور اللہ کی تخلیق کو بدلنے اور بگاڑنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

نیز امام احمد بن حنبل اور امام نسائی رحمہم اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال اکھڑوانے اور دانتوں کو باریک کر کے ان میں فاصلہ پیدا کرنے سے منع کرتے ہوئے سنا...الخ۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں ''کتاب اللباس'' کی شرح میں کہا ہے کہ ''فلج'' کا مطلب ہے ثنیا (سامنے کے دو) دانتوں کے درمیاں گیپ اور فاصلہ پیدا کرنا۔ اور ''تفلج'' کا معنی ہے کولر (Cooler) وغیرہ کے ساتھ دو جڑے ہوئے دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنا۔ عموماً یہ فاصلہ ثنیا (سامنے کے دو) دانتوں اور رباعی (سامنے کے دو دانتوں کے ساتھ والے) دانتوں میں پیدا کیا جاتا ہے۔ عورتوں کے ان دانتوں میں فاصلے کا ہونا پسند کیا جاتا ہے، پھر بعض اوقات وہ عورت بھی یہ کام کرتی ہے جس کے دانت آپس میں جڑے

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [4886] صحيح مسلم [2125/20]
2. مسند أحمد [415/1]

ہوئے ہوتے ہیں، وہ اس لیے ایسا کرتی ہے تا کہ اس کے دانتوں میں فاصلہ پیدا ہوجائے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑی عمر کی عورت اپنے چھوٹا ہونے کا وہم پیدا کرنے کے لیے دانتوں میں گیپ اور فاصلہ بناتی ہے کیونکہ چھوٹی عمر کی عورت کے دانت غالباً نئے اور فاصلے کے ساتھ ہوتے ہیں اور بڑی عمر میں یہ فاصلہ ختم ہوجاتا ہے۔

دانتوں کو باریک اور تیز کرنے کے عمل کو عربی زبان میں لفظ ''وشر'' کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی بعض روایات میں ''وشر'' سے ممانعت ثابت ہے۔

رہا زائد انگلی کا مسئلہ تو جدید آپریشن کے ذریعے سے اس کو زائل کروانے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس میں کسی قسم کا ضرر اور کوئی عیب نہ پیدا ہوتا ہو، کیونکہ زائد انگلی غالباً جسم میں بدنمائی پیدا کرتی ہے اور ہاتھ میں اس کا کوئی استعمال بھی نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیہ فی المسائل الطبیہ: 95/2)

108- دانتوں کا علاج

متاثرہ دانتوں یا معیوب دانتوں کا ایسا علاج کروانے یا ان کو نکلوانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جس سے ان میں موجود تکلیف کا ازالہ ہوسکے۔ بوقت ضرورت و حاجت ان متاثرہ اور بدنما دانتوں کو نکلوا کر ان کی جگہ مصنوعی دانت لگوانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ تو ضرر کے ازالے کے لیے ایک مباح اور جائز علاج کے زمرے میں آتا ہے، ایسا کرنا اللہ کی خلقت کو بدلنے کے حکم میں داخل نہیں ہے، جیسا کہ سائل نے اس کے متعلق سمجھ لیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ [الروم: 30]

''اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں۔''

میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔ (اللجنة الدائمة: 21104)

109-بال لمبے کرنے کے لیے بھنگ کا تیل استعمال کرنے کا حکم

بھنگ کا تیل اگر تو بالفعل نشہ آور بھنگ سے تیار شدہ ہے تو وہ جمہور کے نزدیک نجس اور پلید ہے، اس کا استعمال لائق اور مناسب نہیں ہے، کیونکہ سوائے مجبوری کی حالت کے ہمیں نجاستوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اسی قدر مباح ہوتی ہیں جتنی ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس تیل کے ساتھ بھنگ کا لفظ برائے نام ہی بولا جاتا ہے، تو پھر وہ چنداں ضرر رساں نہیں ہے اور جب تک وہ مفید ثابت ہوتا ہے اس کا استعمال جائز ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی اور حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم (عبدالكريم الخضير: الفتاوىٰ: 16)

110-سونے کے دانت لگوانا

مردوں کے لیے سوائے ضرورت کے سونے کے دانت لگوانا جائز نہیں ہے، کیونکہ مرد کے لیے سونا پہننا اور اس کے ساتھ زیب و زینت اختیار کرنا حرام ہے۔ رہی عورت تو اگر یہ رواج ہو کہ عورتیں سونے کے دانتوں کے ساتھ آراستہ ہوتی ہیں تو اس کے لیے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے دانتوں پر سونا چڑھائے بشرطیکہ اس کے علاقے میں ایسی زینت اختیار کرنے کا رواج ہو اور یہ اسراف کے زمرے میں بھی نہ آتا ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«أُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِإِنَاثِ أُمَّتِي» [1]

”میری امت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم (پہننا) حلال کیا گیا ہے۔“

اور جب عورت دانتوں پر سونا سجائے ہوئے فوت ہوجائے یا مرد اس حالت میں فوت ہو کہ اس نے ضرورت کے تحت سونے کا دانت لگا رکھا ہو تو ان سے دانت پر لگایا ہوا سونا اور سونے کا دانت اتار لیا جائے، الا یہ کہ مثلہ (شکل بگڑنے) کا ڈر ہے، یعنی اگر اس بات کا خدشہ ہو کہ سونے کا دانت یا دانت پر چڑھا ہوا سونا اتارنے سے مسوڑا پھٹ جائے گا تو اسے چھوڑ دیا جائے، البتہ بعد از وفات ان کو اس لیے اتارا جائے گا کیونکہ سونا مال سے شمار ہوتا ہے اور میت کے بعد اس کے ورثاء مال کے وارث ہوتے ہیں، لٰہذا مذکورہ صورت میں یا کسی بھی شکل میں میت پر سونا باقی چھوڑنا اور اسے سونا پہنے ہوئے ہی دفن کرنا مال کا ضیاع ہے (جو جائز نہیں ہے)۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 15)

111- زیوارت پہننے کے لیے بچی کے کان (اور ناک وغیرہ) چھیدنا

بچی کے کانوں میں زیورات پہنانے کے لیے انھیں چھیدنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس پر ہمیشہ سے کثیر لوگوں کا عمل رہا ہے، حتی کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں بھی عورتوں کے کان چھیدے جاتے تھے اور عورتیں بغیر کسی انکار کے اپنے کانوں وغیرہ میں زیوارت پہنا کرتی تھیں۔

رہا کان وغیرہ چھیدنے سے بچی کو تکلیف اور درد ہونا تو اس کے باوجود ایسا کرنا جائز ہے، کیونکہ اس کے ساتھ بچی کی مصلحت وابستہ ہے اور وہ ہے بچی

[1] سنن النسائي، رقم الحديث [5148]

کو زیورات پہن کر زیب و زینت کرنے کی ضرورت و حاجت، لہٰذا اس غرض کے لیے کان چھیدنا مباح اور جائز ہے اور بغرض حاجت اس کی رخصت و اجازت ہے، جیسے بوقت ضرورت اس کا آپریشن کرنا اور بغرض حاجت اور علاج اسے داغ لگانا جائز ہے، ایسے ہی زیوارت پہننے کے لیے اس کے کانوں کو پھاڑنا اور چھیدنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ اس کی ضرورت ہے اور پھر یہ کہ اس سے کوئی زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوتی اور نہ وہ اس سے کوئی زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ واللہ اعلم (الفوزان: المنتقیٰ: 443/1)

112- مصنوعی پلکیں استعمال کرنے کا حکم

مصنوعی پلکیں لگانا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ وصل یعنی سر کے ساتھ اضافی بال جوڑنے کے ساتھ مشابہ ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ''واصلہ'' (اصل بالوں کے ساتھ اضافی بال جوڑنے والی) اور ''مستوصلہ'' (وہ عورت جو بال لمبے کرنے کی خاطر اضافی بال جوڑنے کا عمل کرواتی ہے) پر لعنت فرمائی ہے۔[1]

یہ پلکیں اگر وہی چیز ہیں جن کا میں اب تصور کرتا ہوں کہ سیاہ رنگ کے دھاگے پلکوں کے ساتھ جوڑے جاتے ہیں اور اس سے پلکیں بہت زیادہ اور گھنی ظاہر ہوتی ہیں اور اس کا مقصد آنکھ کو خوبصورت بنانا ہے، تو اگر مصنوعی پلکوں کا یہی مطلب اور مفہوم ہے جو میں نے سمجھا ہے تو یہ اسی وصل (اضافی بال جوڑنے) کے حکم میں داخل ہے جس وصل کو اپنے سر پر جاری کرنے والی پر نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، لیکن اگر اس کا مطلب ہے بالوں کو ڈائی کرنا یعنی پپوٹوں کے بال رنگنا تو یہ حرام نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5934] صحيح مسلم [2123/117]

113- گنجے پن کے شکار آدمی کا بالوں کی پیوند کاری کروانا

یہ جائز ہے، کیونکہ یہ اللہ عزوجل کے پیدا کردہ عیب کو ختم کرنے اور اس کا ازالہ کرنے کے حکم میں ہے اور یہ خوبصورتی بڑھانے یا اللہ عزوجل کی خلقت پر اضافہ اور زیادتی کرنے کے حکم میں نہیں ہے، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے (کے ممنوع عمل) کے حکم میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ یہ عیب کو ختم کرنے اور اس کا ازالہ کرنے کے حکم میں ہے۔ (اس کی دلیل کے طور پر) ان تین آدمیوں کا قصہ کسی سے مخفی نہیں ہے جن میں سے ایک گنجا تھا اور اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اللہ عزوجل اس کے بال اُگا دے، چنانچہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بال لوٹا دیے اور یوں اسے خوبصورت بال عطا کر دیے گئے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 7)

114- چہرے پر ماسک لگا کر صفائی کروانا

عورتوں میں ایک رواج پھیل چکا ہے کہ چہرے پر ماسک لگا کر چہرے کی صفائی کی جاتی ہے اور یہ کام مختلف قسم کی کریموں اور مرہموں کی مدد سے کیا جاتا ہے، یا کبھی اس کے لیے جلد کو سن کروا کر ڈاکٹر کی زیر نگرانی آپریشن (سرجری) کروایا جاتا ہے اور اس تمام عمل کے ذریعے سے چہرے کی سطحی جلد کو چھیلا جاتا ہے، تاکہ اس پر موجود کیل، مہاسے اور زخموں وغیرہ کے نشانات کا ازالہ کیا جائے جس سے چہرے کی جلد پہلے سے زیادہ صاف شفاف اور خوبصورت ہو جاتی ہے۔

اور کبھی آپریشن اور سرجری کے کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس عمل کے منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں اور چہرہ بھدا اور بدنما ہو جاتا ہے اور اس پر

جلنے کے نشانات ظاہر ہو جاتے ہیں، پھر چہرے پر جو کیل مہاسے وغیرہ ہوتے ہیں ان کا ازالہ نہیں ہو پاتا۔

اس رواج کے متعلق میری رائے ہے کہ اگر تو ایسا حسین تر بننے کے لیے کیا جائے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس صورت میں اسے ''نمص'' (ابرو کے بال اکھاڑنا)، ''وشر'' (دانت باریک اور تیز کرنا) اور اس طرح کی ممنوع چیزوں پر قیاس کیا جائے گا۔

اور اگر یہ عمل کسی عیب کے ازالے کے لیے ہو، جیسے چہرے پر پڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے گڑھے اور سفید چہرے پر کالے رنگ کے نشانات اور چھائیاں اور ان جیسی دیگر چیزیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو سونے کی ناک لگانے کی اجازت دی تھی جس کی ناک کٹ گئی تھی۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 5/17)

115- پھلبہری کے نشانات مٹانا

سوال ایک شخص جس کے چہرے اور ہاتھوں پر پھلبہری کے سفید دھبے اور نشانات ہیں وہ اس کے علاج کی غرض سے ڈاکٹر وغیرہ کے پاس جاتا ہے تو کیا یہ اللہ کی خلقت کو بدلنے کے زمرے میں آئے گا اور مذکور شخص گناہ گار ہوگا؟ جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

جواب بلاشبہ پھلبہری ایک ایسا مرض ہے جو بعض لوگوں کو ان کے جسموں کے بعض حصوں پر ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ اس مرض کی وجہ سے متاثرہ شخص کا جسم ظاہری طور پر سفید ہو جاتا ہے اور جس حصے پر پھلبہری ہوتی ہے، اس

حصے کے بال بھی سفید ہوجاتے ہیں، اگرچہ یہ پھلبہری چہرے یا سر میں ہو اور جوانی کے وقت میں ہو، پھر بھی متاثرہ حصے کے بال سفید ہوجاتے ہیں، پس یہ ان امراض میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم سے لاحق ہوتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مرض پھلبہری کے کچھ مخفی انجام ونتائج ہیں، جنھیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، سو اس بنا پر اگر اس کا علاج ممکن ہو تو کروانے میں کوئی ممانعت اور رکاوٹ نہیں ہے، اگرچہ معروف ومشہور یہی ہے کہ اس مرض کا علاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾
[آل عمران: 49]

''اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ﴾ [المائدة: 110]

''اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا۔''

اگرچہ مذکورہ آیات میں ذکر کردہ عیسیٰ علیہ السلام کا پھلبہری کے مریض کو اللہ کے حکم سے شفا دینا ان معجزات میں شامل ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خاص کیا تھا، لیکن اگر اس مرض کا علاج موجود ہو جس کے ذریعے سے شفا کی امید ہو تو اسے استعمال میں لانا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو

بدلنے کے زمرے میں نہیں آئے گا، کیونکہ وہ ایک لاحق ہونے والا مرض ہی تو ہے اور یہ بالوں کی سفیدی کی طرح نہیں ہے جو ہر بوڑھے آدمی کا مقدر ہے، کیونکہ اس سفیدی کو سیاہی سے بدلنا اللہ کی خلقت کو بدلنے کے زمرے میں آتا ہے اور اسی طرح گودنا گدوانا، آبرو وغیرہ کے بال اکھاڑنا، دانتوں میں گیپ اور فاصلہ پیدا کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام اللہ کی خلقت کو بدلنے کے زمرے میں آتے ہیں۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبية: 28/2)

116- مردوں کے لیے ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کا استعمال

اس میں اصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے ریشم پہننے کے حرام ہونے کی طرح ان کا سونے کا زیور استعمال کرنا بھی حرام ہے، چنانچہ سنن ابو داود وغیرہ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور ریشم کے متعلق ارشاد فرمایا:

« إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِي »[1]

''بلاشبہ یہ دونوں (سونا اور ریشم پہننا) میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں۔''

سنن ترمذی میں روایت ہے، جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے صحیح قرار دیا ہے کہ یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ عَلٰى إِنَاثِ أُمَّتِي وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا »[2]

''سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال اور اس کے

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [4057]
2. سنن النسائي، رقم الحديث [5148]

مردوں کے لیے حرام کیے گئے ہیں۔''

البتہ مردوں کے لیے سونے اور ریشم کا استعمال بوقت ضرورت و حاجت جائز ہے، چنانچہ اہل سنن (امام ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ) نے روایت نقل کی ہے کہ یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفجہ بن اسعد کو، جب یوم الکلاب (ایک جنگ) میں، ان کی ناک کٹ گئی تھی، سونے کی ناک لگانے کی رخصت عنایت فرمائی تھی۔[1]

اور فقہاء رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اپنے دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھ رکھا تھا، مبادا وہ گر جائیں، کیونکہ دانتوں کو گرنے کے ڈر سے سونے کی تاروں سے باندھنا بھی سونے کی ناک لگانے کے حکم میں ہے۔

امام ابو الخطاب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تلوار کے قبضے کا کنارہ سونے سے بنانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار میں سونے کے ٹکڑے کندھا کیے ہوئے تھے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب (مکہ میں) داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر سونے اور چاندی (کے نقش و نگار) لگے ہوئے تھے۔[2]

اس سلسلے میں دلائل تو اور بھی موجود ہیں، لیکن اس فرصت میں مذکورہ دلائل ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

رہا ہیرا تو بظاہر وہ حرام نہیں ہے، کیونکہ مردوں کے لیے حرمت کی نص سونے کے متعلق ہے نہ کہ کسی اور (قیمتی پتھر وغیرہ) کے لیے، البتہ مردوں کے لیے قیمتی ہیرے، عقیان، موتی اور نفیس قسم کے جواہرات پہننے ناپسندیدہ ہیں،

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4232]

[2] ضعيف، سنن الترمذي، رقم الحديث [1690]

کیونکہ یہ خواہ مخواہ کی فضول خرچی اور بے جا خرچ کے زمرے میں آتا ہے، جس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے، نیز ایسا کرنے میں فقراء کی دل شکنی ہوتی ہے، جیسا کہ علماء نے ان کے ناپسندیدہ ہونے کی یہی وجہ بیان کی ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 30/2)

117- کاسمیٹک کے متعلق علم حاصل کرنے کا حکم

کاسمیٹک سرجری کے طالب علم کو اپنی تعلیم کے دوران میں کاسمیٹک کا علم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن وہ اس علم کو حرام کاموں میں استعمال نہ کرے، بلکہ وہ ہر اس فرد کو اس سے پرہیز کرنے کی نصیحت کرے جو اسے غلط استعمال میں لانا چاہتا ہے، کیونکہ یہ حرام ہے اور اگر ڈاکٹر کی زبانی نصیحت ہو تو یہ لوگوں کے دلوں میں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 6/17)

پوسٹ مارٹم اور اعضاء کی منتقلی وعطیہ دینا

118- ثبوت کی غرض سے جسمانی پوسٹ مارٹم

پوسٹ مارٹم کی اجازت دینے سے امن وعدل کے کئی میدانوں میں بہت سی مصلحتوں کی تحقیق وتفتیش ہوجاتی ہے اور معاشرہ وبائی امراض سے محفوظ ہوجاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان سے حاصل ہونے والی بہت سی مصلحتوں کے پہلو میں پوسٹ مارٹم کیے جانے والے جسم کی بے عزتی بھی ہوتی ہے۔

البتہ پوسٹ مارٹم کی اجمالی افادیت پوسٹ مارٹم کی اجازت کو ثابت کرتی ہے خواہ وہ جسم جس کا پوسٹ مارٹم کیا جارہا ہے، وہ بے گناہ ہو یا نہ ہو۔

(اللجنة الدائمة: 3685)

119- تعلیمی غرض وغایت کے لیے پوسٹ مارٹم کرنے کا حکم

تعلیمی غرض وغایت کے لیے پوسٹ مارٹم کرنے کے سلسلے میں یہ حقیقت نگاہ میں رہے کہ یقیناً شریعت اسلامیہ نے بہت زیادہ مصلحتوں کو پیدا کیا ہے اور مفاسد وخرابیوں کو دور کیا ہے، دو ضرر رساں چیزوں میں سے زیادہ نقصان دہ چیز سے بچنے کے لیے کم نقصان دہ چیز کو اختیار کیا ہے اور جب بھی مصلحتوں کا آپس میں تعارض اور ٹکراؤ ہوا شریعت نے ان میں سے ارجح کو اختیار کیا ہے، اس لحاظ

سے کہ انسانوں کے علاوہ جانوروں کا پوسٹ مارٹم انسانی پوسٹ مارٹم سے کفایت نہیں کرتا اور اس لیے بھی کہ انسانی پوسٹ مارٹم میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ ہیں جو طب کے مختلف شعبوں میں علمی ترقی اور پیش رفت سے ظاہر ہوئی ہیں، پس طبی بورڈ نے انسانی پوسٹ مارٹم کو کلی طور جائز قرار دیا ہے، البتہ اس میں ایک پہلو غور طلب ہے کہ شریعت اسلامیہ نے مردہ مسلمان کی حرمت و عزت کو زندہ شخص کی عزت کی طرح شمار کیا ہے۔ امام احمد، ابو داود اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ بلاشبہہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا)) [1]

''مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مترادف ہے۔''

اس بات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کہ پوسٹ مارٹم سے مردہ شخص کی عزت پامال ہوتی ہے، مگر پوسٹ مارٹم کے متعلق ضرورت گناہ گار مردہ جسموں (Dead Bodees) کے آسانی کے ساتھ میسر آنے سے پوری ہوجاتی ہے، اسی لیے طبی بورڈ نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس قسم کے مردہ جسموں کے پوسٹ مارٹم کرنے پر اکتفا کیا جائے اور مذکورہ صورت حال کے پیش نظر بے گناہ مردہ جسموں کا پوسٹ مارٹم کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

(اللجنة الدائمة: 3685)

120- موت کا سبب جاننے کے لیے پوسٹ مارٹم کرنا

جب موت کا سبب معلوم کرنے کی ضرورت و حاجت ہو اور موت کا سبب دریافت کرنا مذکورہ طریقے سے معاینہ اور پوسٹ مارٹم کیے بغیر ممکن نہ ہو تو

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3207]

راجح مصلحت کو اس تکلیف پر ترجیح دیتے ہوئے پوسٹ مارٹم شرعاً جائز ہے۔

(اللجنة الدائمة: 6619)

121- تعلیم کی غرض سے ولادت کے بعد فوت ہونے والے بچے کی لاش کو دوا اور مصالحہ لگا کر محفوظ رکھنا

اس مسئلے میں واجب یہ ہے کہ اس فوت شدہ بچے کو فوراً غسل دیا جائے، اسے کفن پہنایا جائے، اس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے، کیونکہ اس (سٹڈی کرنے کی) غرض سے اسے (ممی بنا کر) محفوظ اور باقی رکھنا جائز نہیں ہے اور نہ مذکورہ غرض کے علاوہ دیگر اس جیسی اغراض کے لیے اسے باقی رکھنا جائز ہے چاہے اس کا ولی اس کی اجازت ہی کیوں نہ دے چکا ہو۔ (اللجنة الدائمة: 2521)

122- شرعی طبی مرکز میں محفوظ کرنے کے لیے فوت شدہ جسموں (کے اعضا) سے نمونے حاصل کرنا

انسانی جسم سے جدا ہونے والے اجزاء و اعضاء کو محفوظ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ انسانی حرمت و عزت کے پیش نظر اور اس کے اعضاء کو بے عزتی سے بچانے کی خاطر ان کو دفن کرنا واجب ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((حُرْمَةُ الْمُسْلِمِ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا)) [1]

''فوت شدہ مسلمان کی عزت و حرمت مردہ مسلمان کی عزت و

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3207]

حرمت کی طرح ہے۔“

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا))[1]

”مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مترادف ہے۔“

123- پوسٹ مارٹم کے لیے تیار کی گئی میت کا ستر دیکھنے کا حکم

مردہ شخص کے ستر کی طرف دیکھنا اس کے زندہ ہونے کی حالت میں اس کے ستر وعورہ کو دیکھنے کے مترادف ہے، پس اس کے پوسٹ مارٹم کے دوران میں اسی صورت میں ستر کو دیکھنا جائز ہے، جس میں اس کے دیکھنے کی ضرورت ہو۔

(اللجنة الدائمة: 9421)

124- نقلِ اعضاء

ویسے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، میں مسلمان کے حق میں نقلِ اعضاء کو جائز نہیں سمجھتا، کیونکہ مردہ مسلمان کی حرمت وعزت زندہ مسلمان کی حرمت وعزت کی طرح ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا))[2]

”مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مترادف ہے۔“

اس حدیث کو امام احمد، ابو داود، ابن ماجہ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین رحمہم اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نقل کیا ہے، اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [3207]
2. سنن أبي داود، رقم الحديث [3207]

یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں:

«كَكَسْرِ عَظْمِ الْحَيِّ»

”(مردہ کی ہڈی توڑنا) زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔“ یعنی گناہ کے اعتبار سے۔

سو اس بنا پر ہم کہیں گے: یقیناً مردہ شخص کے جسم میں سے کسی حصے کو کاٹ کر اس کے اعضاء سے کھیلنا مذکورہ حدیث کی وعید میں داخل ہے، اس سے اس حالت کا مستثنیٰ ہونا ممکن ہے جس میں وہ زندہ اور عاقل ہو اور اپنے اعضاء میں سے کوئی ایسا عضو کسی کو عطیہ کر دے جس عضو کا اس کے اپنے جسم میں نہ ہونا اس کے لیے ضرر رساں نہ ہو جیسے گردہ، اور اس حکم میں کافر شخص داخل نہیں ہے، کیونکہ اس کی زندگی میں اس کی کوئی حرمت وعزت ہے اور نہ اس کی موت کے بعد، اگرچہ جنگ میں مقتولین کا مثلہ کرنے (ناک کان کاٹ کر شکل بگاڑنے) کی ممانعت مروی ہے۔ (ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 65/2)

125- ایک عورت کے بیضہ انثیٰ لے کر دوسری عورت میں داخل (Inject) کرنا

کسی عورت سے ٹیسٹ ٹیوبز کے ذریعے سے بچے پیدا کرنے کے لیے بیضہ انثیٰ لینا اور دوسری عورت کے رحم میں رکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ بیضے جو کسی اجنبی عورت سے لیے جائیں یا اس سے خریدے جائیں وہ کسی دوسری عورت کے رحم میں داخل کرنا جائز نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 11939)

126- والد کو گردے کا عطیہ دینا

تمھارے لیے جائز ہے کہ تم اپنے باپ کو اپنا ایک گردہ عطیہ کر دو بشرطیکہ ماہر ڈاکٹر تحقیق کے بعد یہ یقین کر لیں کہ تمھارے جسم سے تمھارے باپ کے جسم میں گردہ منتقل کرنے سے تمھیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور ڈاکٹروں کو یہ غالب گمان ہو کہ یہ آپریشن کامیاب ہوگا۔ (اللجنة الدائمة: 10315)

127- عورت کا اپنی بیٹی کو رحم عطیہ کرنا

ماں کو اپنی بیٹی کے لیے اپنا رحم عطیہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شرعی طور پر قابل احتراز چیزیں (بے پردگی وغیرہ) لاحق ہوتی ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 21192)

128- خون کا عطیہ دینا

جب کوئی مریض یا مریضہ ایسی حالت میں ہو کہ اس کی تقویت یا اس کے علاج کے لیے کسی دوسرے کا خون لگانے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو اور اس مرض سے بچاؤ کا صرف یہی طریقہ ہو کہ اسے کسی کا خون لگایا جائے اور اس فن کے ماہرین کو خون لگانے سے فائدہ ہونے کا غالب گمان ہو تو کسی دوسرے کا خون لگا کر اس کا علاج کرنے اور اسے اس مرض سے نجات دلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ خون لگانا رضاعت کی طرح نہیں ہے۔ کسی بھی حالت میں خون لگانے سے کسی قسم کی حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ

عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [البقرة: 173]

''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 419)

129- ایسے شخص کو خون کا عطیہ دینا جس کا دین خون دینے والے کے دین سے مختلف ہو

جب انسان بیمار ہو جائے یا وہ سخت ضعف و کمزوری کا شکار ہو اور اس کی تقویت یا علاج کی اس کے سوا کوئی صورت نہ ہو کہ اسے کسی دوسرے شخص کا خون لے کر لگایا جائے اور طے پا جائے کہ اس کے بچاؤ کا یہی طریقہ ہے اور اہلِ معرفت ماہرین کو غالب گمان ہو کہ اسے یوں فائدہ پہنچ سکتا ہے تو اسے کسی دوسرے کا خون لگا کر اس کا علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چاہے خون کا عطیہ دینے والے اور جسے دیا جا رہا ہے ان دونوں کا دین و مذہب جدا جدا ہو، چنانچہ کافر آدمی کا خون، خواہ وہ حربی (جنگجو) ہی کیوں نہ ہو، مسلمان کو لگایا جا سکتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کا خون غیر حربی کافر کو لگایا جا سکتا ہے، رہا حربی کافر تو اس کی اعانت و مدد کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے تو موت کے گھاٹ اتارنا چاہیے، الا یہ کہ وہ قیدی بن جائے تو مسلمانوں کے امیر اور امام یا اس کے نائب کو حق اور اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس کے ساتھ وہ سلوک کرے جس میں مسلمانوں کی مصلحت ہے، اس کو قتل کر دے یا اسے

قیدی بنا لے یا اس پر احسان کرے یا اس سے یا اس کے اولیاء سے اس کا فدیہ قبول کر لے، الا یہ کہ وہ پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دی جائے حتی کہ وہ دلائل و براہین پر غور و خوض کر لے، پھر اگر وہ ایمان لے آئے تو ٹھیک ہے، نہیں تو اسے اس کی امن والی جگہ تک پہنچا دیا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 1325)

130- قرض ادا کرنے کے لیے اپنے جسم کے اعضا فروخت کرنا

تمھارے لیے اپنے اعضاءِ جسم میں سے کسی عضو کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، نہ قرض ادا کرنے کے لیے اور نہ کسی اور مقصد کے لیے۔

(اللجنة الدائمة: 13271)

131- کیا انسانی جسم سے کاٹا ہوا ایک زائد عضو ردی چیزوں کے ساتھ پھینکا جائے یا اسے دفن کیا جائے؟

اس معاملے میں وسعت اور گنجائش ہے، البتہ انسانی جسم سے کٹا ہوا کوئی عضو پورے انسان کا حکم نہیں رکھتا، لہٰذا اس میں بھی کوئی ممانعت نہیں کہ اسے ردی چیزوں کے ساتھ پھینک دیا جائے یا اس کا احترام کرتے ہوئے اسے زمین میں دفن کر دیا جائے اور یہی افضل بھی ہے، نہیں تو اس مسئلے میں الحمدللہ وسعت اور گنجائش ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کی ہے، پس اس عضو کو غسل دینا اور دفن کرنا واجب نہیں ہے، الا یہ کہ وہ چار ماہ کا مکمل بچہ ہو، رہا وہ گوشت کا لوتھڑا اور ٹکڑا جس میں ابھی روح نہیں پھونکی گئی، یا وہ انگلی کا کوئی ٹکڑا یا اس طرح کا کوئی عضو ہو تو اس میں گنجائش موجود ہے، لیکن اسے زمین میں دفن کرنا ایک اچھا اور افضل عمل ہے۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 17)

مریضوں کے طہارت کے احکام و مسائل

132- ایسا مریض جو پانی نہ چھو سکتا ہو

سوال ایک مریض کو ڈاکٹر نے حکم دیا ہے کہ وہ اپنے سر کو پانی نہ لگائے، تو کیا جب وہ وضو کرنا چاہے تو صرف اپنے ہاتھ کے ساتھ سر کی طرف اشارہ کر دے یا اس پر اس معاملے میں کیا واجب ہے؟

جواب اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے سر پر پگڑی باندھ لے یا کسی کپڑے وغیرہ کے ساتھ آڑ اور رکاوٹ بنا لے، پھر اس کے اوپر مسح کر لے، اس کا اس رکاوٹ کے اوپر سے مسح کرنا اس کے لیے کافی ہوگا۔ اس رکاوٹ کو اس پٹی اور پلستر کی طرح سمجھا جائے گا جو کسی زخم اور ہڈی ٹوٹنے کی جگہ باندھی جاتی ہے جس کے اترنے تک اس پر مسح کیا جاتا ہے۔ اس حائل کو موزے، اوڑھنی اور پگڑی کے حکم میں داخل نہیں کیا جائے گا، پس ان مذکورہ رکاوٹوں (موزہ، اوڑھنی اور پگڑی) پر مسح کرنے کا ایک وقت مقرر ہے، یعنی مقیم آدمی ان پر ایک دن اور ایک رات مسح کرے گا جبکہ مسافر کو تین دن اور تین راتیں ان پر مسح کرنے کی رخصت و اجازت ہے اور وہ ان چیزوں پر مسح کی مدت ختم ہونے کے بعد مسح نہیں کر سکتا، چنانچہ مذکورہ شخص، جسے ڈاکٹر نے سر پر پانی لگانے سے منع کیا ہے، کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے سر پر ٹوپی یا سر کو ڈھانپنے والی پگڑی باندھ کر اس

کے اوپر سے مسح کر لے۔ رہا صرف مسح کے لیے اشارہ کرنا تو اسے مسح کرنا نہیں کہا جا سکتا، پھر اگر اس کے سر پر ایسے زخم یا پھوڑے پھنسیاں ہوں، جن کو وہ کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ نہ سکتا ہو تو ایسی صورت میں وہ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرے اور وہ اس پر کوئی دوا یا دوا کی پٹی یا پلاستر لگا دیں تو یہ ان زخموں اور پھوڑوں کے صحیح ہونے تک ان پر مسح کرتا رہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 11/1)

133- مریض کا تیمّم

جب مریض کے پاس کوئی نہ ہو جو اسے وضو کروائے اور نہ وہ خود ہی وضو کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو وہ ایسی حالت میں تیمّم کر لے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ﴾ [المائدۃ: 6]

”اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔“

اور اگر وہ اس حد تک عاجز ہو کہ نہ وہ پانی استعمال کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ تیمّم کرنے کی سکت تو ایسا مریض معذور سمجھا جائے گا اور اس پر لازم ہوگا کہ وہ نماز کے وقت کے اندر وضو اور تیمّم کے بغیر نماز ادا کر لے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ)) [1]

''میں جس کام سے تمھیں منع کروں اس سے پرہیز کرو اور تمھیں جس کام کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو، جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔''

نبی اکرم ﷺ کے بعض سفروں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بغیر وضو اور تیمّم کے نماز ادا کی اور نبی اکرم ﷺ نے ان پر کوئی قدغن لگائی اور نہ ان کے اس فعل کو ناپسند کرتے ہوئے اس پر انکار ہی کیا۔ یہ اس سفر کی بات ہے جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے حکم سے ہار تلاش کرنے کے لیے نکلے مگر انھیں وہ ہار نہ ملا، ادھر نماز کا وقت ہو گیا اور وضو کے لیے پانی میسر نہیں تھا اور اس وقت تک تیمّم بھی مشروع نہیں ہوا تھا، پھر اس حادثے کے سبب تیمّم کو مشروع قرار دیا گیا، چنانچہ جب مریض کو پانی استعمال کرنے کی قدرت نہ ہو اور نہ اس کے پاس کوئی موجود ہو جو اسے وضو کروائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ پاک مٹی سے تیمّم کر لے جو اس نے اپنے بستر کے نیچے کسی برتن وغیرہ میں ڈال کر رکھی ہوئی ہو، اس کا یہ تیمّم وضو سے کفایت کر جائے گا، اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس معاملے میں کسی قسم کے تساہل اور سستی کا مظاہرہ کرے بلکہ

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [7288] صحیح مسلم [1337/130]

تمام ہسپتالوں کے لیے ضروری اور واجب ہے کہ وہ مریضوں کے لیے ایسی سہولتیں مہیا کریں۔

وضو اور تیمّم سے پہلے مریض پر واجب ہے کہ وہ پیشاب اور پاخانے سے فارغ ہو کر پانی سے طہارت حاصل کرے یا پتھر وغیرہ استعمال کر کے استنجا کر لے۔ اس کے لیے طہارت کی خاطر پانی ہی استعمال کرنا واجب نہیں ہے بلکہ وہ پاک ٹشو پیپرز اور اس طرح کی دیگر چیزوں مثلاً پتھر، مٹی، کچی اینٹ، لکڑی وغیرہ کو استعمال میں لا سکتا ہے، تاکہ وہ گندگی وغیرہ سے صفائی حاصل کر لے، اور اس پر واجب ہے کہ وہ صفائی حاصل کرنے کے لیے تین دفعہ سے کم میں صفائی نہ کرے۔ پھر اگر تین دفعہ میں بھی صفائی حاصل نہ ہو تو اس سے زیادہ مرتبہ بھی صفائی کرنا اس وقت تک جائز ہے جب تک مکمل صفائی حاصل نہ ہو جائے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ» [1]

''جو شخص پتھر استعمال (کر کے استنجا) کرے تو وہ طاق تعداد میں پتھر استعمال کرے۔''

نیز آپ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا، نیز ہڈی اور گوبر سے بھی استنجا کرنے سے منع کیا اور فرمایا:

«إِنَّهُمَا لَا يُطَهِّرَانِ» [2]

''یقیناً یہ دونوں (ہڈی اور گوبر) طہارت فراہم نہیں کرتے۔''

(ابن باز: الفتاویٰ: 3)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [161] صحيح مسلم [237/22]

[2] سنن الدارقطني [56/1]

134- پٹی اور اس کے متعلقہ احکام

جب جسمانی اعضاء مثلاً بازو، کلائی، ران، پنڈلی، ہنسلی، پسلی اور اس طرح کے دیگر اعضا میں سے کسی عضو کی ہڈی ٹوٹ جائے تو عموماً اور عادتاً اس شکستہ ہڈی پر کچھ لکڑیوں اور چوڑی تختیوں کی مدد سے پٹی باندھی جاتی ہے جو ہڈی کو مضبوطی سے جکڑ لیتی ہیں، حتی کہ وہ ہڈی جڑ جاتی ہے اور ہڈی کی شکستگی دور ہو جاتی ہے، چنانچہ درد اور تکلیف دور ہو جاتی ہے اور عضو اپنی پہلی حالت پر لوٹ آتا ہے اور وہ عضو پھر سے چلنے، پکڑنے اور کام کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔

وہ پھٹیاں جو عضو کے اوپر باندھی جاتی ہیں، وہی وہ پٹی ہے جسے دھاگے وغیرہ کی مدد سے عضو پر باندھا جاتا ہے اور وہ شکستگی کے درست ہونے تک عضو پر بندھی رہتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو حدث اصغر (وضو واجب کرنے والے اسباب) اور حدث اکبر (غسل واجب کرنے والے اسباب) سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، اگر وہ پٹی اتارے تو یہ اس کے لیے نقصان دہ ہے، لہٰذا ہڈیوں کے جڑنے تک مریض کو پٹی پر مسح کرنے کی رخصت دی گئی ہے، نیز اس مسئلے میں صحیح موقف یہ ہے کہ پٹی پر مسح کرنے کے لیے اسے طہارت کی حالت میں باندھنا ضروری اور شرط نہیں ہے، کیونکہ ہڈی تو اچانک ٹوٹ جاتی ہے، پھر اس حالت میں مریض اس پر جلدی سے پٹی کرواتا ہے، خواہ وہ محدث ہی کیوں نہ ہو، البتہ پٹی پر مسح کرنا چند امور کے اعتبار سے موزوں پر مسح کرنے سے الگ حکم رکھتا ہے:

① پٹی پر مسح کرنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہ ہونا، چنانچہ زخم بھرنے اور ہڈی کے جڑنے تک اس پر مسح کیا جاتا رہے گا، چاہے اسے کچھ مہینے لگ جائیں۔

② یقیناً حدث اکبر اور حدث اصغر کی دونوں حالتوں میں پٹی پر مسح کیا جائے گا، جبکہ حدث اکبر کے وقت موزہ اتارنا پڑے گا۔

③ تمام پٹی پر مسح کرنا پڑے گا، جبکہ موزہ پر صرف اس کی اوپر والی سطح پر مسح کیا جاتا ہے۔

135- تناسلی اعضاء کی نالیوں کا آپریشن کرنا اور وضو کا ٹوٹنا

سوال بعض طبی آپریشنز تناسلی اعضاء کی نالیوں میں کیے جاتے ہیں۔ کیا یہ آپریشنز کرنے سے ڈاکٹروں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب علماء کرام رحمہم اللہ کا مشہور موقف یہ ہے کہ دو شرمگاہوں میں سے کسی بھی شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی دلیل بسرہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ہے:

((مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ))[1]

”جس نے اپنے عضو تناسل کو چھوا وہ وضو کرے۔“

نیز حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ہے:

((أَيُّمَا رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ مَسَّتْ فَرْجَهَا فَلْيَتَوَضَّأْ))[2]

”جو مرد اپنے عضو تناسل کو چھوئے وہ وضو کرے اور جو عورت اپنی فرج (اگلی شرمگاہ) کو چھوئے وہ وضو کرے۔“

پس جب اپنی شرمگاہ کو چھونے والے کا یہ حال ہے کہ اسے شرمگاہ کو

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [181]

[2] مسند أحمد [223/2]

چھونے کی وجہ سے وضو کرنا پڑتا ہے، درآنحالیکہ خود اپنی شرمگاہ کو چھونے سے شہوت نہیں آتی ہے تو کسی دوسرے کی شرمگاہ کو چھونے سے تو بالاولی وضو ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ دوسرے کی شرمگاہ چھونے سے اس کی شہوت مچل جاتی ہے، لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو ڈاکٹر مرد یا عورت کی شرمگاہ کا آپریشن کرے اور بغیر کسی حائل و رکاوٹ کے شرمگاہ کو چھوئے تو آپریشن کرنے کے بعد اس پر وضو کرنا لازم ہوگا، مزید برآں مرد کے لیے بلا ضرورت کسی اجنبی عورت کی شرمگاہ کو چھونے کی رخصت نہیں ہے اور نہ بغیر کسی شدید ضرورت کے اور ایسے حالات میں جن میں اس کے بغیر حرج ہوتا ہو، عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مرد کی شرمگاہ کو چھوئے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 7/1)

136- کتے کا کاٹنا وضو نہیں توڑتا

سوال میں صحرا میں بکریاں چرا رہا تھا کہ ناگہاں ایک کتا آیا اور اس نے مجھے کاٹ کر شدید زخمی کر دیا۔ اس وقت میں باوضو تھا۔ کیا کتے کے کاٹنے کی وجہ سے میرا وضو ٹوٹ گیا تھا اور کیا مجھ پر واجب ہے کہ میں اس متاثرہ جگہ کو سات مرتبہ دھوؤں؟ ہمیں فائدہ پہنچا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب کتے کے اس طرح کاٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اسی لیے علماء رحمہم اللہ نے اسے آٹھ نواقضِ وضو میں ذکر نہیں کیا اور نہ متاثرہ شخص ہی پر یہ لازم ہے کہ وہ کتے کے کاٹنے کی جگہ کو دھوئے، کیونکہ کتے کی وجہ سے صرف اس برتن کو دھونے کا حکم ہے جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے، یعنی اس لعاب کے اثرات کو دھونا جو برتن کو لگ جاتے ہیں، رہا کتے کا کاٹنا تو اسے کتے کے برتن میں منہ

ڈال کر پانی پینے کے حکم میں شمار نہیں کیا جائے گا، چنانچہ مذکورہ صورت میں کتے کے کاٹے ہوئے متاثرہ مقام کو ایک دو مرتبہ دھو لینا کافی ہوگا، جیسا کہ اس شکار کو دھویا جاتا ہے جسے شکاری کتا اپنے منہ میں پکڑ لیتا ہے اور اسے اپنے دانتوں سے زخمی کرتا ہے، کیونکہ اس شکار کو کھانے کے لیے اس سے کتے کے دانتوں کے اثرات کو زائل کرتے ہوئے ایک دفعہ دھونے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 5/2)

137- جس شخص کو بیٹھنے میں دشواری ہوتی ہو اس کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

صحیح بخاری میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حدیث مروی ہے:

((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى سَبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا))[1]

”بلاشبہ نبی اکرم ﷺ ایک قوم کے کوڑا کرکٹ پھینکنے والی جگہ میں آئے تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔“

آپ ﷺ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے سبب کے متعلق اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے گھٹنے کے اندر درد کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کمر درد سے شفا و چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، جیسا کہ عربوں کا طریقہ کار تھا، اسے امام شافعی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے پیشاب کے چھینٹوں سے بچتے ہوئے ایسا کیا، مبادا کہیں وہ آپ ﷺ کے جسم اور کپڑوں کو ملوث کر دیں۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [224] صحيح مسلم [273/73]

''سباطہ'' گندگی کے بلند ڈھیر کو کہا جاتا ہے۔ اگر آپ ﷺ اس پر بیٹھ کر پیشاب کرتے تو وہ واپس آپ ہی کی طرف پلٹ آتا، چنانچہ آپ ﷺ نے گندگی کے اس ڈھیر کو آڑ بنایا، تو اس صورت حال میں آپ ﷺ کے لیے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا، سو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس لیے کسی مریض کے لیے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 16/2)

138- اسہال کی وجہ سے دو نمازیں جمع کرنا

سوال ایک آدمی شدت کے ساتھ مرض اسہال (پیچس) میں مبتلا ہے تو کیا اسے اجازت ہے کہ وہ وضو کر کے ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں جمع کر کے ادا کر لے یا اسے اجازت نہیں ہے؟

جواب یہ مرض ایسا نہیں کہ اس کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کیا جائے، کیونکہ اس مرض میں مبتلا شخص آسانی کے ساتھ پانی استعمال کر کے استنجا اور وضو کر سکتا ہے۔

لیکن اگر دورانِ نماز اسے کوئی چیز (پاخانہ وغیرہ) خارج ہو یا اسے یوں پاخانے آتے ہوں کہ وہ انھیں روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے دائمی حدث کے شکار آدمی کے ساتھ ملایا جائے گا جیسے سلس البول ہے، لہٰذا اس صورت میں اس پر واجب ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت میں وضو کر لیا کرے، نماز کے وقت میں اس سے نکلنے والی کسی بھی چیز سے وضو نہیں ٹوٹے گا جب وہ اسے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، جبکہ پیچس کا معاملہ یہ ہے کہ وہ معدے کے کھانے وغیرہ سے

فارغ اور خالی ہونے کے بعد رک جاتے ہیں اور ایسے ہی وہ دو نمازوں کے اوقات میں کافی دیر تک رکے رہتے ہیں، لہٰذا پچس لگے شخص کے لیے ہر نماز اپنے وقت میں الگ طہارت کے ساتھ ادا کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہے، کیونکہ دو نمازوں کے درمیان میں کافی وقت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 29/2)

139- پیشاب کے راستے کا بدلنا

سوال بعض مریضوں کا پیشاب اور پاخانہ پیٹ کے راستے سے نکالا جاتا ہے، تو کیا اس طریقے سے جب پیشاب (و پاخانہ) نکلے تو کیا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا ان کا اگلی اور پچھلی شرمگاہ سے نکلنا ضروری ہے؟ کیا جب وہ ان راستوں کے علاوہ سے خارج ہوں تو وہ ناقض وضو نہیں ہوتے؟ ہمیں فتویٰ عطا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

جواب پیشاب یا پائخانے کا خارج ہونا ناقض وضو ہے خواہ وہ تھوڑی مقدار میں خارج ہوں یا زیادہ مقدار میں اور خواہ وہ سبیلین سے خارج ہوں یا کسی اور راستے سے، بہرصورت جب کسی شخص سے پیشاب یا پائخانہ خارج ہوگا تو وہ دوبارہ سے وضو کرے گا، الا یہ کہ وہ ایسے ناقض وضو عارضے میں مبتلا ہو جو کبھی نہ رکتا ہو، جیسے وہ شخص جس کا پیشاب یا پائخانہ ایک نالی کے ذریعے سے اس کے پہلو سے نکالا جاتا ہے اور ان کے نکلنے یا نکالنے میں مریض کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، چنانچہ وہ اس معاملے میں معذور سمجھا جائے گا۔ وہ سلس البول کے مریض کی طرح نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے گا اور دورانِ نماز

اسے پیشاب و پاخانہ نکلنے سے کچھ نقصان نہ ہوگا، کیونکہ وہ انھیں روکنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 37/2)

140- گردے واش کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال جب انسان نے نماز کے لیے وضو کیا ہوا ہو، پھر اس کے گردوں کو دھویا جائے تو کیا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب جی ہاں! عموماً گردے واش کرنے کے لیے ان سے خون نکال کر انھیں صاف کر کے اس کی جگہ پر دوبارہ لگا دیا جاتا ہے۔ علماءِ کرام رحمہم اللہ نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ یقیناً کثیر مقدار میں خون کا بدن انسانی سے نکلنا وضو کو توڑ دیتا ہے، چنانچہ اس شخص کو یہ حکم دیا گیا ہے جو دورانِ نماز بے وضو ہوجائے کہ وہ اپنی ناک پکڑ کر نکسیر پھوٹنے کا تاثر دیتے ہوئے نماز سے باہر نکل جائے، پس یہ روایت دلیل ہے اس بات کی کہ نکسیر کا پھوٹنا وضو کو توڑ دیتا ہے، پھر اگر اس شخص کو، جس کے گردے واش کیے جا رہے ہیں، کلورو فارم وغیرہ سونگھا کر بے ہوش کیا جائے تو سونا اور بے ہوش ہونا بھی وضو کو توڑ دیتا ہے اور اگر اسے ڈائیلسز کے لیے بے ہوش کرنے کی ضرورت نہ پڑے اور مریض کو دوران آپریشن پوری ہوش ہو اور اس کے جسم کے سے باہر خون بھی نہ نکلے تو ظاہر ہے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 74/2)

141- عورت کا مسلسل بہنے والی سیال رطوبتوں کی وجہ سے وضو کرنا

جس شخص کو سلس البول یا استحاضہ یا اس قسم کے کسی دوسرے عارضے کی وجہ سے دائمی طور پر حدث (جس سے وضو، غسل اور تیمّم ختم ہوجاتا ہے) لاحق

رہتا ہوتو اس پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا لازم ہے۔ ایسا مریض اپنی شرمگاہ پر کوئی ایسی چیز (لنگوٹ اور انڈر رویئر وغیرہ) پہنے جو اس نجاست کو اس کی جگہ سے نکلنے سے روکے تا کہ باقی کا جسم اور کپڑے نجس نہ ہونے پائیں، لہٰذا اسے اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ وہ طہارت کو نماز کے وقت سے مقدم نہ کرے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ حتی الوسع اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر تمھارے دین کے معاملے میں کوئی تنگی پیدا نہیں کی ہے۔ اس حالت میں بندہ جو نمازیں پہلے پڑھ چکا ہو اور اس سلسلے میں اس سے جس جہالت کا مظاہرہ ہوا ہو تو اس کی وہ نمازیں ان شاء اللہ درست اور صحیح ہوں گی، انھیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (عبدالکریم الخضیر : الفتاویٰ: 55)

142- دورانِ وضو وغسل پٹی کا حکم

ضرر و نقصان کے پیشِ نظر جب پٹی کا اتارنا ضرر رساں ہو تو متاثرہ انسان اس پٹی کو باقی رکھتے ہوئے (وضو اور) غسل کر لے۔

(عبدالرزاق عفیفی : الفتاویٰ: 134)

143- حمل ساقط ہونے کے نتیجے میں نکلنے والے خون کا حکم

جب جنین ساقط ہو جائے خواہ وہ حمل کے دو ماہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو تو اس کے بعد نکلنے والا خون نفاس کا خون شمار ہوگا۔ (عبدالرزاق عفیفی : الفتاویٰ: 135)

144- عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبتوں کا حکم

نجاست کے اعتبار سے ان کا حکم پیشاب جیسا ہے، لیکن جب وہ مسلسل

آتی رہیں تو اس عورت کا حکم اس شخص جیسا ہوگا جسے سلس البول کی بیماری ہو۔

(عبدالرزاق عفیفی: الفتاویٰ: 135)

145- کٹے ہوئے ہاتھ کی طہارت

چونکہ اللہ تعالیٰ نے طہارت میں ہاتھوں اور پاؤں کو دھونے کا حکم دیا ہے اور ان کے دھونے کی حدود متعین کی ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ نماز بغیر اس طہارت کے مکمل کیے درست نہیں ہوئی۔ وہ طہارت جس میں مذکورہ اعضاء یعنی ہاتھوں اور پاؤں کا دھونا شامل ہے، رہا وہ شخص جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں، اگر تو اس کے ہاتھ پاؤں کا وہ حصہ باقی ہے جس کا دھونا فرض ہے، جیسے ہاتھ یا پاؤں کا کچھ حصہ، تو اس باقی ماندہ حصے کو دھونا لازم اور ضروری ہے، اور اگر ان اعضاء کا کچھ بھی حصہ باقی نہ ہو، تمام کے تمام کٹ چکے ہوں تو فقہاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وہ بازو کا موجود سرا ہی دھو لے یا موجود پنڈلی کا سرا دھو لے حتی کہ اس کے متعلق کہا جا سکے کہ اس نے ان اعضاء کو دھو لیا ہے، جنھیں ہاتھ اور پاؤں کہا جاتا ہے۔ (ابن جبرین: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 4/3)

146- کٹے ہوئے پاؤں کی طہارت

جب تمھارا پاؤں پنڈلی سے ٹخنے سمیت کٹ چکا ہو اور تم نے اس کی جگہ مصنوعی پاؤں لگایا ہو تو تم پر اس مصنوعی پاؤں کا دھونا فرض نہیں ہے، بلکہ تم سے اس کٹے پاؤں کا دھونا ساقط ہو چکا ہے اور تم اس مصنوعی پاؤں پر مسح نہیں کرو گے، لیکن اگر ٹخنا اور اس سے نیچے تک کا پاؤں کا کچھ حصہ باقی ہو تو تم پر اس باقی ماندہ پاؤں کا دھونا واجب ہے، اور جب تم نے اس پر موزے یا جرابوں کی طرح

کوئی ساتر پہن رکھا ہو تو تم اس پر مسح کرو گے، جیسا کہ اس ملبوس کے مقابلے میں مسح ہوا کرتا ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 36/2)

147- ایسے اپاہج شخص کی نماز جو قضاءِ حاجت کے لیے جانے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا

اس شخص کے لیے رخصت ہے کہ وہ ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کر لے، چنانچہ وہ عصر کے آخری وقت میں ظہر اور عصر کی دونوں نمازوں کو جمع تاخیر کے ساتھ جمع کر لے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ ظہر اور عصر کے لیے وضو کرے اور ان کو جمع کر کے ادا کر لے، پھر جب نماز مغرب کا وقت شروع ہو تو جمع تقدیم کے ساتھ یعنی مغرب کے وقت میں مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں جمع کر کے ادا کر لے، اور ان دونوں نمازوں کے لیے ظہر اور عصر کے لیے کیے ہوئے وضو پر اکتفاء کر لے، یعنی دن اور رات کی چار نمازوں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے لیے ایک وضو پر اکتفا کر لے اور ایک وضو نماز فجر کے لیے الگ کر لے۔ مجھے امید ہے کہ اسے اس طریقہ کار میں کسی مشقت کا سامنا نہیں ہوگا، لیکن اگر اسے اس طریقہ کار کے اختیار کرنے میں بھی دقت اور مشقت ہو تو وہ اپنے حسب حال نماز ادا کر لیا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔''

(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 19/40)

148- (شرمگاہ کے علاوہ کسی جگہ سے) خون کا نکلنا اور وضو کا ٹوٹنا

ہمیں تو کوئی ایسی شرعی دلیل معلوم نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی جگہ سے خون کا نکلنا نواقض وضو میں داخل ہے، بلکہ اس میں اصل یہ ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں ہے۔ عبادات کا مشروع ہونا توقیفی احکام کے ساتھ ثابت ہوتا ہے، چنانچہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دلیل کے بغیر کہے کہ فلاں عبادت مشروع ہے۔ بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی جگہ سے ایسی کثیر مقدار میں خون کا نکلنا جس کو عرف عام میں کثیر ہی سمجھا جاتا ہو، وضو کو توڑ دیتا ہے، پس جس شخص کو اتنی کثیر مقدار میں خون نکلے اور وہ احتیاط کے لیے اور اختلاف سے بچتے ہوئے وضو کرے تو یہ ایک اچھا عمل ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ»[1]

"(اے مخاطب!) اس چیز کو ترک کر دے جو تمھیں شک وشبہ میں مبتلا کرتی ہو اور اس چیز کو اختیار کر جو تمھیں کسی شک وشبہہ میں مبتلا نہ کرتی ہو۔" (اللجنة الدائمة: 2461)

149- سیلانِ خون کے مرض میں مبتلا عورت کی نماز اور روزے کی کیفیت

اس طرح کی عورت جسے سیلان خون کا مرض لاحق ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ وہ یہ مرض لاحق ہونے سے پہلے کی اپنی سابقہ عادت (حیض) کے ایام ہی

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2518] سنن النسائي، رقم الحديث [5711]

میں صرف نماز اور روزہ چھوڑے۔ مثال کے طور پر اگر اس کی عادت ہر ماہ کے شروع میں چھ دن حیض آنے کی تھی تو وہ ہر ماہ کے ابتدائی چھ دن حیض شمار کرے اور نماز و روزہ چھوڑ دے، پھر جب وہ مقررہ چھ دن گزار لے تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے اور روزہ رکھے۔

اس عورت اور اس جیسی دیگر عورتوں کے لیے نماز ادا کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اپنی فرج (اگلی شرمگاہ) کو اچھی طرح دھولے، پھر اس پر پٹی باندھ لے اور وضو کرے اور وہ ایسا وقتِ نماز شروع ہونے کے بعد کرے، نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہرگز ایسا نہ کرے، پھر وہ نماز ادا کرے اور ایسے ہی فرض نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں نفل نماز ادا کرنے کے لیے کرے۔ اگر اسے اس صورت کو اختیار کرنے میں مشقت پیش آتی ہو تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ نماز ظہر کو عصر کے ساتھ جمع کرے یا اس کے برعکس عصر کو ظہر کے ساتھ ادا کر لے اور نماز مغرب کو عشاء کے ساتھ یا عشاء کو مغرب کے ساتھ ہی ادا کر لے، تاکہ اس کی ایک طہارت ظہر و عصر دو نمازوں کے لیے اور ایک طہارت مغرب و عشاء کے لیے کافی ہو اور ایک طہارت فجر کی نماز کے لیے کرے۔ یوں وہ پانچ مرتبہ طہارت کے بدلے میں تین طہارتوں سے پانچوں نمازیں ادا کر سکتی ہے۔

واللہ الموفق (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 257)

150- استحاضہ کا مفہوم

اہل علم کے نزدیک استحاضہ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ وہ خون ہے جو عورت کو (مہینے کے) اکثر ایام میں یا تمام ایام میں جاری رہتا ہے۔ استحاضہ کا حکم یہ ہے

کہ اگر تو اسے استحاضہ کا عارضہ لاحق ہونے سے پہلے کوئی صحیح عادت ہو تو وہ اپنی اس سابقہ عادت کے ایام میں (نماز و روزہ وغیرہ سے) بیٹھے، پھر جب اس کی عادت کے مقررہ ایام گزر جائیں تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے اور روزہ رکھے، لیکن وہ ہر نماز کے لیے یوں وضو کرے کہ وہ کوئی بھی نماز ادا کرنے کے لیے اسی وقت وضو کرے جب اس کا وقت شروع ہو جائے، چنانچہ نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد وہ اپنی فرج (اگلی شرمگاہ) کو دھو لے اور خون سے تحفظ کے طور پر کوئی پٹی وغیرہ باندھ لے، پھر اعضاءِ وضو کو دھوتے ہوئے وضو مکمل کرے، پھر نماز کا وقت ختم ہونے تک جتنے چاہے فرض اور نفل ادا کر لے۔

لیکن اگر استحاضہ شروع ہونے سے پہلے اس کی کوئی مخصوص عادت نہ ہو، مثلاً اسے جب سے خون آنا شروع ہوا اس کے ساتھ ہی استحاضہ بھی جاری رہا ہو تو وہ تمییز کے قاعدے پر عمل کرے۔ تمییز کا مطلب یہ ہے کہ حیض کا خون تو سیاہ، گاڑھا اور بدبودار ہوتا ہے جبکہ خونِ استحاضہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ مذکورہ صفات پر جب تک اسے حیض کا خون آتا رہے وہ نماز و روزہ سے بیٹھی رہے، پھر اس کے بعد وہ غسل کرے اور مذکورہ طریقے کے مطابق نماز ادا کرے۔

بعض متاخر اطباء نے ذکر کیا ہے کہ خون حیض کو پہچاننے کی ایک اور علامت یہ ہے کہ جب حیض کا خون آتا ہے تو وہ جامد نہیں ہوتا، برخلاف خون استحاضہ کے کہ وہ جامد ہو جاتا ہے۔ اگر اطباء کی یہ بات درست ہو تو خون حیض کو پہچاننے کے مذکورہ تین طریقوں کے ساتھ اس کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس طرح خون حیض اور خون استحاضہ کے درمیان چار فرق ہو جائیں گے۔ اور اگر عورت کی نہ تو خون حیض کی کوئی سابقہ عادت ہو اور نہ خون حیض اور خون

استحاضہ کے درمیان تمییز ہی ہو پائے، بلکہ اسے ایک ہی طرز کا خون مسلسل آتا رہے تو وہ اکثر عورتوں کے ہاں حیض کے غالب ایام میں نماز و روزہ کو چھوڑ کر بیٹھے اور وہ ایام چھ یا سات ہیں۔ اس مدت کا آغاز اس پہلی مدت سے کیا جائے گا، جس مدت میں اسے خون حیض آیا یا اس مدت میں اسے استحاضہ آیا، پس جب اندازہ یہ لگایا جائے کہ اس خون کی ابتداء آدھے مہینے سے ہوئی تھی تو وہ عورت ہر مہینے نصف ماہ سے شروع کر کے چھ یا سات دن نماز و روزہ سے بیٹھی رہے، پھر اس کے بعد غسل کرے اور مذکورہ طریقے پر عمل پیرا ہو۔ یہ تو تھا استحاضہ والی عورت کا حکم، رہی وہ عورت جسے وقفے وقفے سے خون آتا ہو، مثلاً ایک دن اسے خون آتا ہو اور ایک دن وہ خون سے پاک ہوجاتی ہو تو حنبلی فقہاء کے نزدیک مشہور موقف یہ ہے کہ جو عورت ایک دن خون اور ایک دن طہر دیکھتی ہو تو اس کا طہر طہر ہی ہے اور اس کا خون خون حیض ہے بشرطیکہ وہ حیض کے اکثر ایام، جو پندرہ دن ہیں، سے تجاوز نہ کرے، پس اگر اسے پندرہ دن سے زیادہ خون آئے تو وہ استحاضہ کا خون شمار ہوگا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 4/123)

151- مستحاضہ کے مختلف احوال

مستحاضہ کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ استحاضہ شروع ہونے سے پہلے اس کے حیض کے ایام معلوم ہوں تو ایسی عورت اپنی سابقہ معلوم مدت حیض کی طرف رجوع کرے، پس وہ اس مدت میں نماز و روزہ سے بیٹھے، اس کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور جو خون اس کے علاوہ ہے وہ استحاضہ شمار ہوگا، اس خون کے دوران میں اس کے لیے مستحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے۔

اس حالت کی مثال یہ ہے کہ ایک عورت جسے ہر ماہ کے شروع میں چھ دن حیض آتا تھا، پھر اس پر استحاضہ طاری ہوا اور اسے مسلسل خون آنے لگا تو اس کا حیض ہر ماہ کے شروع میں چھ دن شمار ہوگا اور جو خون اس کے علاوہ ہوگا، وہ استحاضہ ہوگا، کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں مستحاضہ ہوتی ہوں اور پاک نہیں ہوتی۔ کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا، إِنَّ ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلٰكِنْ دَعِي الصَّلَاةَ قَدْرَ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا ثُمَّ اغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ» [1]

”نہیں۔ وہ تو رگ کا خون ہے، لیکن تم ان ایام کی نمازیں چھوڑ دو جن میں تم حائضہ ہوا کرتی تھی، پھر غسل کرو اور نماز ادا کرو۔“

اور صحیح مسلم میں ہے کہ یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

«اُمْكُثِيْ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ» [2]

”اس مدت میں رکی رہو جس میں تمھارا حیض تمھیں روکتا ہے، پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔“

پس اس بنا پر وہ مستحاضہ جس کے ایام حیض معلوم ہوں، وہ اسی قدر نماز و روزے سے رکے جس قدر اس کا حیض اسے روکے، پھر وہ غسل کرے اور نماز ادا کرے اور اس کے بعد آنے والے خون کی کچھ پروا نہ کرے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ استحاضہ سے پہلے اس کے ایام حیض معلوم و

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [325]

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث [334]

معروف نہ ہوں، وہ اس طرح کہ جب سے اسے خون آنے لگا، تب سے اسے مسلسل استحاضہ آ رہا ہے تو یہ عورت خون پہچان کر اس کے مطابق عمل کرے گی، چنانچہ اس کا حیض وہ ہوگا جو سیاہی یا گاڑھے پن یا اپنی بدبو سے پہچانا جائے۔ جب اس کی تمیز ہوجائے گی تو اس خون کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور جو خون اس کے سوا ہوگا وہ استحاضہ شمار ہوگا، اس کے لیے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عورت کو جب سے خون آنے کی ابتدا ہوئی تب سے اسے مسلسل خون آتا ہی رہا، کبھی رکا نہیں، لیکن دس دن وہ خون سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور باقی مہینہ سرخ رنگ کا، یا مہینے کے دس دن وہ دیکھتی ہے کہ خون گاڑھا ہے اور باقی دنوں میں پتلا، یا وہ دیکھتی ہے کہ دس دن تو اس خون کی بدبو حیض کے خون کی سی بدبو ہوتی ہے اور مہینے کے باقی دنوں میں آنے والے خون کی بدبو ہی نہیں ہوتی۔ تو پہلی صورت میں اس کا خونِ حیض سیاہ رنگ کا ہوگا اور دوسری میں گاڑھا اور تیسری میں بدبودار خون حیض کا خون ہوگا اور جو خون ان صفات کے علاوہ ہوگا وہ استحاضہ شمار ہوگا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

«إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضَةِ فَإِنَّهُ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ» [1]

''جب تمھیں خون حیض آئے جو سیاہ رنگ کا معروف خون ہے، پس جب ایسا خون ہو تو تم نماز سے رک جاؤ، پھر جب (سیاہ خون کے

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [304] سنن النسائي، رقم الحديث [215]

علاوہ) کسی اور طرح کا خون آنا شروع ہو جائے تو تم وضو کرو اور نماز ادا کرو، کیونکہ وہ تو صرف رگ کا خون ہے (حیض نہیں ہے)۔‘‘

باوجودیکہ اس حدیث کی سند و متن محل نظر ہیں پھر بھی اہل علم رحمہم اللہ نے اس پر عمل کیا ہے۔ اس حدیث پر عمل کرنا مستحاضہ کو اکثر عورتوں کی ماہواری عادت کی طرف لوٹانے سے اولیٰ اور بہتر ہے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ نہ تو عورت کے ایام حیض معلوم ہوں اور نہ حیض اور استحاضہ کے درمیان کوئی تمیز و فرق ہو سکے۔ وہ اس طرح کہ شروع دن سے ہی عورت کو خون جاری رہے جو ایک ہی طرز کا خون ہو یا وہ مختلف صفات کا ہو، مگر ان صفات کے مضطرب ہونے کی وجہ سے اس خون کا خون حیض ہونا ممکن نہ ہو تو اس قسم کے خون والی عورت اکثر عورتوں کی عادت کے مطابق عمل کرے گی، چنانچہ اس کا خون حیض ہر ماہ چھ دن یا سات دن شمار ہوگا جس کی ابتدا اس مدت سے ہوگی جس میں اس نے سب سے پہلے خون دیکھا تھا اور جو خون اس کے سوا ہے وہ استحاضہ شمار ہوگا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ عورت مہینے کے پانچویں دن خون دیکھے، پھر اسے خون آتا ہی رہے اور وہ خون حیض کی کوئی معقول تمیز بھی نہ کر سکے، نہ اس کے رنگ کے ذریعے سے اور نہ کسی اور علامت کے ساتھ تو اس کا حیض ہر مہینے چھ یا سات دن ہوگا، جس کی ابتدا وہ ہر مہینے کے پانچویں دن سے کرے گی۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بہت زیادہ استحاضہ آتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ اس نے تو

مجھے نماز اور روزے سے روک رکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ۔ وَهُوَ الْقُطْنُ۔ تَضَعِينَهُ عَلَى الْفَرْجِ فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ»

''میں تمھیں (اس سے بچنے کے لیے) روئی کا استعمال بتاتا ہوں کہ تم اپنی شرمگاہ پر اس روئی کو رکھ لیا کرو، پھر وہ روئی اپنے اندر خون جذب کرلیا کرے گی۔''

انھوں نے عرض کی: وہ اس سے زیادہ ہے (کہ روئی میں جذب ہو سکے) تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا هٰذَا رِكْضَةٌ مِنْ رَكَضَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةً فِي عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالىٰ، ثُمَّ اغْتَسِلِي حَتّٰى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَيْتِ فَصَلِّي أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ أَوْ ثَلَاثًا وَّ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَّأَيَّامَهَا وَصُومِي»[1]

''یہ تو صرف شیطان کے چونکوں میں سے ایک چونکہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قانون کے مطابق تم چھ یا سات دن حائضہ ہوتی ہو، پھر اس کے بعد جب تم دیکھو کہ تم پاک صاف ہوگئی ہو تو تم غسل کرو اور چوبیس یا تئیس دنوں اور راتوں کی نمازیں ادا کرو اور روزے رکھو۔''

اس حدیث کو احمد، ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے اور امام احمد سے بھی منقول ہے کہ انھوں نے اس کو صحیح کہا ہے، جبکہ امام بخاری سے مروی ہے کہ انھوں نے اس کو حسن کہا ہے۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [287] سنن الترمذي، رقم الحديث [128]

آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

« سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ » ''چھ یا سات دن''

اس میں لفظ ''أو'' اختیار کے لیے نہیں ہے کہ عورت چھ دن یا ساتھ دن حیض شمار کر لے بلکہ یہ اجتہاد کے لیے ہے، چنانچہ ایسی عورت غور وفکر کرے گی کہ اس کی جسمانی خلقت کس عورت سے مشابہ ہے اور اس کی ہم عمر عورت کونسی ہے؟ اس کے رحم کی کیفیت کس عورت سے مشابہت رکھتی ہے یا کس عورت کا خون حیض اس کے خون سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس جیسے دیگر اعتبارات کے پیش نظر اگر وہ چھ دنوں والی عورت کے مشابہ ہے تو وہ اپنا حیض چھ دن شمار کرے اور اگر وہ سات دنوں والی عورت سے مشابہ ہے تو یہ اپنا حیض سات دن تصور کرے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 240/11)

152- اس عورت کا حال جو مستحاضہ سے مشابہت رکھتی ہو

بعض اوقات عورت کے لیے کوئی ایسا سبب بن جاتا ہے جو اس کی شرمگاہ سے تیز خون کے بہاؤ کا باعث بنتا ہے، جیسے رحم یا اس کے آس پاس کے کسی عضو کا آپریشن ہونا۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جب یہ معلوم ہو کہ آپریشن کے بعد حیض کا آنا ممکن نہیں ہے، مثلاً آپریشن اس طرح کا ہو کہ اس سے مکمل رحم ہی کو نکال دیا جائے یا اس کو اس طرح بند کر دیا جائے کہ اس سے خون ہی نہ نکلے تو اس عورت کے لیے استحاضہ والی عورت جیسے احکام ثابت نہیں ہوں گے، اس عورت کا حکم اس عورت کا سا ہوگا جس کو حیض سے پاکی کے بعد زردی مائل مٹیالے رنگ کا خون یا رطوبت آتی ہو، چنانچہ وہ نماز چھوڑے گی اور نہ روزہ ہی، اور نہ اس سے جماع کرنا ہی ممنوع ہوگا اور نہ اس

خون سے غسل واجب ہوتا ہے، لیکن اس پر بوقت نماز اس خون کو دھونا لازم ہے۔

نیز اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پٹی (لنگوٹ) وغیرہ باندھ لے، تا کہ اس کا خون اِدھر اُدھر نہ پھیلنے پائے، پھر وہ نماز کے لیے وضو کرے، مگر وضو تب کرے جب نماز کا وقت شروع ہو جائے بشرطیکہ اس نماز کا کوئی خاص وقت ہو جیسے پانچ نمازیں ہیں، اور اگر اس نماز کا کوئی خاص وقت نہ ہو تو جب بھی وہ نماز ادا کرنے کا ارادہ کرے تو اس وقت وہ وضو کرے، جیسے مطلق نفل ہے۔

دوسری قسم: جب اس کے آپریشن کے بعد اس کے حیض کا بند ہو جانا معلوم نہ ہو بلکہ اس کا حائضہ ہونا ممکن ہو تو اس عورت کا حکم مستحاضہ والا حکم ہوگا، اس کی دلیل آپ ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو فاطمہ بنت ابی حبیش کو فرمایا:

« إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ »

''یہ تو صرف ایک رگ ہے اور حیض نہیں ہے، پس جب حیض آئے تو نماز ترک کر دو۔''

آپ ﷺ کا یہ قول: « فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ » ''تو جب حیض آئے'' اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ مستحاضہ ہونے کا حکم اس عورت پر لگتا ہے جس کو حیض کا آنا جانا ممکن ہو، لیکن جس عورت کو حیض آنا ممکن نہ ہو تو اس کا خون ہر حال میں رگ کا خون شمار ہوگا (استحاضہ نہ ہوگا)۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 241/11)

نماز کے احکام و مسائل

153- مریض کی نماز کا بیان

جب انسان بیمار ہو جائے تو ہم اسے نماز پڑھنے کا وہی طریقہ اپنانے کا کہیں گے جو نبی اکرم ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں بتایا تھا:

«صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ» [1]

"کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، پھر اگر تم کھڑے ہو کر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو بیٹھ کر نماز ادا کرو، پھر اگر ایسے بھی تم طاقت نہیں رکھتے تو اپنے پہلو کے بل لیٹ کر نماز ادا کرو۔"

پھر وہ مریض لیٹ کر نماز ادا کرنے کی صورت میں سر کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے نماز ادا کرے، رہا انگلی کے اشارے سے نماز پڑھنا تو علماءِ کرام رحمہم اللہ میں سے میں کسی عالم کو نہیں جانتا جو اس کا قائل ہو اور نہ اس کے متعلق کوئی سنت و حدیث ثابت ہے، چنانچہ یہ عبث اور بیکار عمل ہے۔ یعنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے نماز ادا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ وہ مشروع و مسنون نہیں ہے۔ جہاں تک آنکھ کو حرکت دے کر یا آنکھ سے اشارہ کر کے نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو بعض علماءِ کرام رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ جب

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1117]

مریض آدمی اپنے سر سے اشارہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنی آنکھ سے اشارہ کرے، پس وہ رکوع کے لیے تھوڑی سی آنکھیں جھکائے اور سجدے کے لیے اس سے کسی قدر زیادہ آنکھوں کو جھکائے، لیکن انگلی کے اشارے سے نماز ادا کرنا تو اس بنا پر کہ یہ عمل عام لوگوں میں مشہور ہو چکا ہے اور اس کا کرنے والا جاہل شمار ہوگا تو نہ اس پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم ہے اور نہ نماز ہی کا دوہرانا اس پر واجب ہے، لیکن طالب علموں پر واجب ہے کہ جب کوئی ایسا عمل عوام الناس میں مشہور ہو جائے جو مشروع نہ ہو تو وہ اس پر خبر دار کرنے کے لیے اپنی پوری کوششیں صرف کریں، کیونکہ عام لوگ حق کے متلاشی ہوتے ہیں، لیکن وہ بیچارے جاہل ہوتے ہیں، پھر جب اس طرح کے اعمال سے خاموشی اختیار کر لی جائے تو وہ اسی طرح غیر مشروع انداز ہی میں جاری و ساری رہتے ہیں، لیکن جب انھیں مجالس، خطبات، نصیحتوں اور علمی تقریروں اور لیکچرز میں بیان کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے گا۔

(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 42/4)

154- کیا ہاتھ پر پلستر لگے ہوئے شخص کا علم میں ہم پلہ اور صحیح و سالم شخص کی موجودگی میں لوگوں کی امامت کروانا درست ہے؟

جی ہاں! یہ جائز ہے، اگر وہ اپنے قبیلے کا مستقل امام ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کے مقابلے میں امامت کا زیادہ مستحق ہے، اگرچہ وہ دوسرا آدمی قراءتِ قرآن اور علم و عرفان میں اس کے برابر اور ہم پلہ ہو، پس کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر امامت کروانے کے لیے اس کی جائے نماز پر کھڑا نہیں ہوگا،

کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ... الخ»[1]

''کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی رعایا اور بادشاہت میں اس کی امامت نہ کروائے ...الخ۔''

لیکن اگر وہ دونوں ہی مستقل امام نہ ہوں بلکہ دونوں ہی اجنبی اور مسافر ہوں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو کامل اعضا اور کامل طہارت والا ہے، کیونکہ یہ پلستر اسے کمال طہارت سے روکتا ہے، اس لیے کہ وہ پلستر کے اوپر سے مسح کرتا ہے اور کامل سجدہ کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا، تو اس طرح اس کی امامت میں قدرے خلل اور نقص ہے، جبکہ اس کو کسی دوسرے کے مقابلے میں کوئی افضلیت اور فوقیت بھی حاصل نہیں ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 15/1)

155- قصر نماز

جب مسافر کسی ہوٹل یا فلیٹ میں رہائش پذیر ہو اور اس میں چار دن سے زیادہ اقامت کا عزم و ارادہ کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ نہ وہ نماز جمع کرے اور نہ قصر کرے، کیونکہ وہ مقیم کے حکم میں ہے اور سفر ایک ایسی چیز ہے جس میں مشقت کا غالب گمان ہوتا ہے اور وہ عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، جبکہ مذکورہ صورت حال میں اقامت کرنے والے کو نہ بر وقت نماز ادا کرنے میں کوئی مشقت ہے اور نہ نماز مکمل ادا کرنے میں، پس یقیناً وہ ان تمام چیزوں سے متمتع ہو رہا ہے جن سے مقیم متمتع ہوتا اور فائدہ اٹھاتا ہے، جیسے بستر، صاف ستھری آب و ہوا،

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [582]

روشنی، چارپائیاں، کھانے اور مرغوب و پسندیدہ چیزیں، لہٰذا اس کے لیے نماز قصر کرنے کا کوئی سبب نہیں ہے۔

رہا نماز کو جمع کر کے ادا کرنا تو میں صرف اس مسافر کے لیے اس کی رخصت سمجھتا ہوں جس کو دورانِ سفر نماز کا وقت ہوجائے تو وہ پہلی نماز کو مؤخر کرے، حتی کہ ایک ہی مرتبہ ٹھہر کر دونوں نمازیں ادا کر لے، یا دوسری نماز کو مقدم کر کے پہلی نماز کے ساتھ جمع کر کے ادا کر لے، تاکہ اسے دوسری مرتبہ نماز ادا کرنے کے لیے کسی قسم کی کوئی مشقت نہ اٹھانا پڑے۔ رہا وہ مسافر جو کسی کھلی جگہ یا خیمے اور کیمپ میں مقیم ہو ٹھہرا ہوا ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بر وقت نماز ادا کرے، خواہ چار رکعتوں والی نماز کو قصر کر کے ادا کرے یا وقت کی احتیاط کرتے ہوئے پوری نماز ادا کرے، نیز اس لیے بھی کہ نبی اکرم ﷺ سے ایسے ہی منقول ہے، جیسا کہ آپ ﷺ مقام ابطح اور میدان منیٰ میں اتر کر اور اقامت کر کے ہر نماز کو بروقت ہی ادا کرتے رہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 14/1)

156- جب مسجد میں نماز ادا کرنے کے دوران میں میرے زخم سے تھوڑا سا خون نکل آئے تو کیا میں اپنی نماز توڑ دوں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ خون نجس ہے کیونکہ وہ حرام ہے اور ہر بہنے والی حرام چیز نجس ہے جیسے مردار اور شراب، لیکن تھوڑی مقدار میں خون کا نکلنا معاف ہے، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ اسے دھونا واجب ہے۔ وضو اور دھونا تو صرف زیادہ مقدار میں خون نکلنے سے واجب ہے اور زیادہ مقدار کا تعین ہر انسان

بذات خود کرے گا۔ بعض حجازی علماء اس طرف گئے ہیں کہ خون کا نکلنا وضو کو نہیں توڑتا اور انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے دلیل پکڑی ہے کہ انھوں نے اس حال میں نماز پڑھائی جب ان کا زخم خون بہا رہا تھا، لیکن درست بات یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اس حالت میں معذور تھے، کیونکہ بہنے والے زخم سلس البول کی طرح ہیں۔

ایسے ہی اس صحابی کا قصہ جن کو اس حال میں تیر مارا گیا جب وہ نماز ادا کر رہے تھے، مگر پھر بھی وہ نماز ادا کرتے رہے، کیونکہ نماز کو چھوڑنا خون کو تو بند کرنے والا نہ تھا، ہاں اگر تھوڑی مقدار میں خون نکلے تو اس کی معافی ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک پھنسی کو نچوڑا تو اس میں سے خون نکلا لیکن انھوں نے اس کے قلیل مقدار میں ہونے کی وجہ سے وضو نہیں کیا۔ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے تھوک پھینکا تو اس میں قدرے خون تھا، مگر انھوں نے اپنی نماز کو جاری رکھا۔ یہ تمام دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ معمولی مقدار میں خون کا نکلنا معاف ہے۔ لیکن یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَحْدَثَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُمْسِكْ بِأَنْفِهِ وَلْيَنْصَرِفْ» [1]

"جب تم میں سے کسی شخص کو دورانِ نماز حدث لاحق ہو جائے تو وہ اپنی ناک کو پکڑے ہوئے (نکسیر پھوٹنے کا تاثر دیتے ہوئے) نماز سے نکل جائے۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز چھوڑ کر نیا وضو کرے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نکسیر کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ مشہور تھا کہ جس کو نکسیر پھوٹتی ہے وہ نماز چھوڑ کر لوٹ جاتا ہے، کیونکہ یہ نجس ہے اور ناقض وضو ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبية: 28/1)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [1114]

157- بے ہوشی سے ہوش میں آنے والے کی نماز

ایسے شخص کے ذمہ کچھ واجب ہے اور نہ اس پر بے ہوشی کی اس طویل مدت کی وجہ سے (نمازوں کی) قضا لازم ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں بہت زیادہ مشقت اور عبادت سے نفرت اور دوری پیدا ہوتی ہے، بلکہ ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ بے ہوشی کے دوران میں رہ جانے والی عبادات کے عوض میں کثرت سے نفل نمازیں ادا کرے اور بہت سی عبادات بجا لائے، ایسے شخص کے ذمے کفارہ و قضا وغیرہ لازم نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ طویل مدہوشی اور فکر و عقل کا غائب ہونا جنون کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور مجنون آدمی سے اس کے صحت مند ہونے تک قلم اٹھا لیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 41/1)

158- آنکھوں کا مریض کیسے منہ دھوئے؟

سوال ایسا آنکھوں کا مریض جس نے اپنی آنکھوں کا آپریشن کروا رکھا ہے اور وہ انھیں دھو سکتا ہے اور نہ اس حالت میں سجدہ ہی کر سکتا ہے آپ اس کے متعلق نماز ادا کرنے کا کیا طریقہ تجویز فرماتے ہیں؟

جواب اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔''

اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ»[1]

"جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اسے بجا لاؤ۔"

سو اس بنا پر مریض آدمی اپنے حسب حال نماز ادا کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ»[2]

"کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، پھر اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو بیٹھ کر ادا کرو اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے تو اپنے پہلو پر لیٹ کر نماز ادا کرو۔"

چنانچہ جو شخص آپریشن کی وجہ سے اپنی آنکھیں دھونے کی قدرت نہیں رکھتا تو وہ اپنے چہرے کا آنکھوں سے نیچے کا حصہ دھو لے اور جس حصے کو دھونے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس پر مسح کر لے۔ اسی طرح اگر وہ سجدہ نہ کر سکے تو اشارے سے سجدہ کر لے اور اگر وہ رکوع و سجود کرنے سے عاجز آ جائے تو وہ کھڑے کھڑے رکوع کو اشارے سے ادا کر لے جس کا طریقہ یہ ہے کہ سر کو اٹھائے ہوئے اپنی پشت کو جھکائے، پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد بیٹھ جائے اور بیٹھے بیٹھے اشارے کے ذریعے سے سجدہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے مکمل شفایابی تک اسی طرح نماز ادا کرتا رہے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبيه: 43/1)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7288] صحيح مسلم [1337/130]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [1117]

159- مریض کا اپنے گھر میں رہ کر امام مسجد کی اقتدا میں نماز ادا کرنا

میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے یوں امام کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے اور امام کے درمیان دیواروں، کمروں اور دروازوں کی بہت سے رکاوٹیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ صف میں اکیلا نماز ادا کرنے والا ہوگا، جبکہ اکیلے آدمی کے دوسری صفوں کے قریب کھڑے ہو کر تنہا صف بنا کر نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے تو مذکورہ شخص کا صفوں سے اتنی دور اکیلے صف بنا کر نماز ادا کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟!

سو اس صورت حال میں وہ منفرد آدمی کی نماز کی طرح اکیلا نماز ادا کرے، کیونکہ اس سے باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم ساقط ہے، اس لیے کہ وہ مسجد میں جانے سے عاجز ہے، پس اس مسئلے میں مجھے تو یہی سمجھ آتی ہے، بہر حال یہ ایک نیا مسئلہ ہے، کیونکہ وہ لاؤڈ سپیکر جس کے ذریعے سے دور دور تک آواز پہنچائی جاتی ہے وہ پہلے دور میں معروف و معلوم نہیں تھا، اسی لیے علمائے سلف نے اس مسئلے پر کلام نہیں کیا ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرين: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 43/1)

160- امام کا دورانِ نماز تھک (کر بیٹھ) جانا

سوال جب مریض امام نماز پڑھاتے ہوئے تھک جائے اور وہ بیٹھ جائے جبکہ اس کے پیچھے لوگ کھڑے ہوں تو کیا امام کے بیٹھنے کی وجہ سے مقتدیوں پر بھی بیٹھنا لازم ہے؟ اسی طرح اگر امام سجدہ کرنے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو اور وہ اشارے سے سجدہ کرے تو کیا مقتدی بھی اسی طرح اشاروں سے

سجدہ کریں گے یا نہیں؟

جواب جب امام بیمار ہو تو وہ جماعت نہ کرائے بلکہ شفا یاب ہونے تک کسی اور شخص کو جماعت کرانے کے لیے مقرر کر دے، اور اگر اس مریض امام کے علاوہ کوئی شخص امامت کرانے کی اہلیت رکھنے والا موجود نہ ہو تو پھر وہ خود بیٹھ کر ہی لوگوں کو نماز پڑھا دے اور اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھانا شروع کرے تو مقتدیوں کے لیے افضل یہی ہے کہ وہ بھی امام کے پیچھے بیٹھ کر ہی نماز ادا کریں، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ» [1]

''اور جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر ہی نماز ادا کرو۔''

البتہ ان کا کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی، جبکہ وہ سب کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ مکبر بن کر کھڑے تھے اور لوگوں تک آپ ﷺ کی نماز پہنچا رہے تھے۔ اس حدیث میں مقتدیوں کے بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کرنے کے ناسخ ہونے کو راجح قرار دیا گیا ہے، اکثر علماء کرام نے اس میں یوں فرق کیا ہے کہ جونسا امام ابتدا ہی سے لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائے تو لوگوں کو بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کرنا چاہیے اور جونسا امام نماز تو کھڑے ہو کر پڑھانا شروع کرے، پھر کسی عارضے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھانے لگے تو مقتدیوں پر لازم ہوگا کہ وہ آخر تک کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کریں، لیکن جب امام سجدہ کرنے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [688] صحيح مسلم [412/82]

سے عاجز آ جائے اور اشارے سے سجدہ کرنے لگے تو مقتدی لوگ سجدہ ہی کریں گے، اشاروں سے سجدہ کرنا ان سے کفایت نہیں کرے گا۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 44/1)

161- مریض کا اس خدشے کی بنا پر باجماعت نماز ترک کرنا کہ کہیں اس کی بیماری متعدی ہو کر کسی دوسرے شخص کو نہ لگ جائے

امراض کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس دریافت شدہ مسئلے کا حکم بھی مختلف ہے، پس اگر بیماری اس حد تک شدت اختیار کر چکی ہو کہ اس کا علاج کارگر ثابت نہیں ہو رہا اور دکھائی دے رہا ہو کہ وہ بیماری اسے موت کے منہ میں پہنچا کر ہی دم لے گی اور تحقیق کے ذریعے سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہو کہ اس مریض کے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے قریب ہونے سے کسی دوسرے شخص کو یہ بیماری لگ سکتی ہے تو بہرحال اس کے پاس یہ عذر موجود ہے کہ وہ اپنے گھر میں یا مسجد کے کسی کونے اور کنارے ہی میں نماز ادا کر لے، لیکن اگر بیماری ہلکی پھلکی ہو اور اس کا علاج بھی ممکن ہو یا تحقیق کے ساتھ اس بیماری کا دوسرے صحت مند افراد تک منتقل ہونے کا بھی ثبوت نہ ہو تو ایسے شخص کے پاس باجماعت نماز سے پیچھے رہنے کا کوئی عذر موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 45/1)

162- مریض کا آپریشن کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا

اولاً ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ اس معاملے میں غور و فکر کرے، پس اگر تو علاج (آپریشن) شروع کرنا نماز کا وقت داخل ہونے تک مؤخر کرنا ممکن ہو، مثلاً

ظہر کے وقت تک آپریشن کو لیٹ کرنا تاکہ مریض ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی ادا کر لے، اسی طرح جب آپریشن شروع کرنے سے پہلے سورج غروب ہو جائے اور رات ہونے تک اسے مؤخر کرنا ممکن ہو، تاکہ مریض مغرب اور عشا کی دونوں نمازیں اکٹھی کر کے ادا کر لے تو ڈاکٹر کو چاہیے کہ وہ آپریشن میں اتنی تاخیر کر لے۔

لیکن جب چاشت کے وقت ہی آپریشن ہونا ضروری ہو تو یقیناً اس میں مریض کو معذور سمجھا جائے گا، چنانچہ جب اسے ہوش آئے تو وہ اس دوران میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کرے گا، خواہ ایک یا دو دن بعد ہی سہی، جب بھی اسے ہوش آئے تو الحمد للہ اس کے لیے یہ گنجائش موجود ہے کہ وہ اسی وقت نمازوں کی قضا کر لے۔ سونے والے کی طرح اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ سونے والے شخص کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب وہ نیند سے بیدار ہو اور اس کا احساس و شعور اس کی طرف پلٹ آئے تو وہ بالترتیب فوت شدہ نمازیں ادا کرے، یعنی ترتیب کو برقرار رکھتے ہوئے، پہلے ظہر پھر عصر کی نماز ادا کرے اور اسی طرح ترتیب کے مطابق باقی کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کرے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ» [1]

''جو شخص نماز ادا کرنے سے سو یا رہ جائے یا نماز ادا کرنا بھول جائے تو (جب وہ بیدار ہو اور) جب اسے یاد آئے تو (فوراً) وہ نماز ادا کرے، اس نماز کا بس یہی کفارہ ہے۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [597] صحيح مسلم [684/215]

بیماری کی وجہ سے یا علاج (آپریشن) کی وجہ سے طاری ہونے والی بے ہوشی کا حکم نیند جیسا ہے، بشرطیکہ وہ بہت زیادہ لمبے وقت کے لیے نہ ہو، پس اگر وہ بے ہوشی تین دن سے زیادہ دنوں تک اس پر طاری رہے تو اس سے نمازوں کی قضا کا حکم ساقط ہوجائے گا اور وہ مجنون کے حکم میں ہوگا، جو عقل کے پلٹنے تک معذور ہوتا ہے اور جب اس کی عقل واپس لوٹ آئے تو وہ نماز کی ابتدا کرے گا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَمِنَ الصَّغِيرِ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيقَ» [1]

''تین آدمیوں سے (مؤاخذے کا) قلم اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے شخص سے تاوقتیکہ وہ بیدار ہوجائے، چھوٹے بچے سے اس کے بالغ ہونے تک اور مجنون کے عقلمند ہونے تک۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے اور مجنون کے حق میں نمازوں (وغیرہ) کی قضا کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف سونے والے اور نماز بھول جانے والے شخص کے متعلق (نمازوں وغیرہ کی) قضا کرنے کا حکم ثابت ہے۔ واللہ ولی التوفیق

(ابن باز: الفتاویٰ: 2)

163- اس مریض کی نماز جسے پیشاب کی تھیلی (Catheter) لگی ہو

ایسا مریض سلس البول والے شخص اور استحاضہ عورت کی طرح اپنے حسبِ حال نماز ادا کرے، چنانچہ مذکورہ مریض نماز کا وقت شروع ہونے پر اپنے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [22]

حسبِ حال نماز ادا کرے، اگر وہ پانی کے استعمال کی قدرت نہ رکھتا ہو تو تیمّم کرے اور اگر پانی استعمال کر سکتا ہو تو اس پر پانی کے ساتھ وضو کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔''

ایک دفعہ وضو کرنے کے بعد اس سے جو پیشاب و پاخانہ وغیرہ نکلتا رہے وہ اس کے لیے ضرر رساں نہ ہوگا، لیکن اس پر واجب ہے کہ وہ کسی بھی نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے اور نماز ادا کرے، اور اگر نماز کے وقت کے اندر اندر اس سے کچھ خارج ہوتا رہے تو وہ کچھ پروا نہ کرے، کیونکہ وہ اس میں بے بس ہے، جیسے سلس البول کا مریض وقت میں باوضو ہو کر نماز ادا کرتا رہتا ہے، چاہے اس کے آلہ تناسل سے پیشاب نکلتا رہے، اسی طرح مستحاضہ عورت وقت میں باوضو ہو کر نماز ادا کرتی ہے، اگرچہ کافی وقت تک اسے خون آتا رہے، مگر وہ اپنے حسبِ حال نماز ادا کرتی رہے، لیکن جو شخص دائمی حدث کا مریض ہو وہ صرف نماز کا وقت شروع ہونے ہی پر وضو کیا کرے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مستحاضہ سے کہا تھا:

((تَوَضَّیِٔیْ لِوَقْتِ کُلِّ صَلَاۃٍ))[1]

''ہر نماز کے وقت میں وضو کرو۔''

چنانچہ سلس البول کا مریض، مستحاضہ عورت اور جس مذکورہ مریض کے متعلق سوال کیا گیا ہے، وہ وقت کے اندر اندر فرض اور نفل ہمہ قسم کی نمازیں ادا

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [298]

کرے، مصحف سے قرآن مجید کی تلاوت کرے اور اگر وہ مکہ میں ہے تو کعبہ کا طواف کرے، مگر صرف وقت کے اندر اندر، پھر جب نماز کا وقت ختم ہوجائے تو وہ نماز ادا کرنے سے اس وقت تک رک جائے جب تک کسی نئی نماز کا وقت نہ شروع ہوجائے اور وہ دوبارہ اس نماز کے وقت میں وضو کرے اور نماز ادا کرے۔ واللہ ولی التوفیق. (ابن باز: الفتاویٰ: 6)

164- جس شخص کے کپڑوں پر خون کے دھبے لگے ہوں، کیا وہ انھی کپڑوں میں نماز ادا کرلے یا صاف لباس آنے تک انتظار کرے؟

ایسا شخص اپنے حسبِ حال نماز ادا کرلے، وہ نماز کو اس طرح نہ چھوڑے کہ اس کا وقت ہی ختم ہوجائے، لیکن اگر اس کے لیے نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے ان کپڑوں کو دھونا اور ان کی جگہ پاک و صاف کپڑوں کا زیب تن کرنا ممکن نہ ہوتو وہ اپنے حسبِ حال نماز ادا کرلے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

”سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔“

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے کپڑوں پر موجود خون کے دھبوں کو دھوئے یا اپنے ان پلید کپڑوں کی جگہ دوسرا پاک صاف لباس پہنے، بشرطیکہ ایسا کرنا اس کی استطاعت میں ہو، لیکن اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہوتو وہ اپنے حسبِ حال ہی نماز ادا کرلے اور مذکورہ آیت کے پیش نظر اس کے ذمے اس نماز کو دوہرانا لازم نہیں ہوگا، نیز اس لیے بھی کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ))[1]

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [7288] صحیح مسلم [1337/130]

"میں جس کام سے تمھیں منع کروں اس سے پرہیز کرو اور تمھیں جس کام کا حکم دوں، تو اس پر عمل کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔"

(ابن باز: الفتاویٰ: 6)

165- بعض عورتوں کو اخراج رطوبت کے ساتھ ایک دن یا زیادہ دنوں تک دردِ زہ جاری رہتی ہے، وہ نماز کیسے ادا کرے؟

جب عورت کو بچہ جننے سے ایک یا دو دن پہلے ایسا خون نکلے جو خون نفاس سے مشابہ ہو تو نماز، روزہ اور ان جیسے دیگر اعمال، جن کا کرنا نفاس والی عورتوں پر حرام ہوتا ہے، ترک کرنے میں اس کا حکم نفاس والی عورتوں جیسا ہوگا، لیکن اگر اس سے خون کے علاوہ سفید یا زرد یا مٹیالے رنگ کا سیال مادہ خارج ہو یا اسے پانی یا خالی رطوبت کے بہنے کا احساس ہو تو ان تمام صورتوں میں اس کے لیے اصل یہ ہے کہ اس کے ذمے نماز ادا کرنا واجب ہے، چنانچہ وہ ہر نماز کے وقت میں وضو اور طہارت کرے اور نماز ادا کرے، خواہ اسے دورانِ نماز بھی سیال مادہ اور پانی خارج ہوتا رہے، کیونکہ ان رطوبتوں کا حکم ناقض وضو دائمی حدث جیسا ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 28/2)

166- بیماروں کا نماز مؤخر کرنا

سوال بعض مریض طہارت یا ازالہ نجاست سے عاجز آنے کی وجہ سے نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے وضو اور طہارت

کی آیت میں مرض کا بھی ذکر فرمایا ہے اور پانی کے استعمال سے عاجز آنے یا طہارت و وضو سے مشقت کی صورت میں تیمّم کے مباح اور جائز ہونے میں مرض کو باقاعدہ عذر شمار کیا ہے۔

علماءِ کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ہر نماز کے لیے الگ طہارت اور وضو کی مشقت کے پیشِ نظر یا دو نمازوں کے اوقات میں نجاست کے ازالے کی تکلیف کی وجہ سے مریض کو ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ان میں سے کسی ایک نماز کے وقت پر جمع کر کے ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ مریض کو اجازت ہے کہ دوسری نماز کو مقدم کر کے پہلی نماز کے ساتھ ادا کرنے یا پہلی کو مؤخر کر کے دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنے میں سے جس صورت میں آسانی اور سہولت محسوس کرے، اس کے مطابق نماز جمع کر کے ادا کر لے، مگر اس میں اس بات کی حرص اور امید موجود رہنی چاہیے کہ وہ ہر نماز اپنے وقت ہی میں ادا کرے، تاہم اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ نماز کو بروقت ادا کرنے کی قدرت کے باوجود اس کو اتنا لیٹ کرے کہ اس کا وقت ہی جاتا رہے، لیکن اگر اس پر درد اور سخت تکلیف کا اس قدر غلبہ ہو کہ وہ وقت کے اندر نماز ادا نہ کر سکے تو وہ اس کا وقت گزرنے کے بعد اس کی قضا کر لے، جیسے کہ وہ شخص جس پر ایک یا دو دن تک بے ہوشی کا غلبہ رہے تو وہ ہوش میں آنے کے بعد نمازوں کی قضا کرے گا۔ اس کے متعلق ایک روایت بھی مروی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ پر تین دن تک بے ہوشی کا غلبہ رہا تو انھوں نے بے ہوش ہونے کے بعد نمازوں کی قضا کی۔ اگر بے ہوشی کی مدت لمبی ہو جائے تو ایسی صورت میں مریض کو اس شخص پر قیاس کرنے کی وجہ سے قضا ساقط ہوگی جس سے (مؤاخذے کا) قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبیه: 38/2)

167- معذور کی نماز کا حکم

سوال ایک مریض بیت الخلا تک جانے کی استطاعت نہیں رکھتا، چنانچہ اسے ایک ایسی تھیلی (Catheter) دی جاتی ہے جسے اس کے جسم سے پیشاب کے نکلنے والی جگہ پر باندھ دیا جاتا ہے اور یہ تھیلی اس جگہ بندھی رہتی ہے، وہ مریض اپنی طہارت اور نماز کے متعلق سوال کرتا ہے، جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

جواب ایسا مریض پیشاب کو روکنے کی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے معذور ہے، چنانچہ اس کا حکم سلس البول اور دائمی حدث والے مریض جیسا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے اس کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے، پھر اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، چاہے دورانِ نماز اس کا پیشاب خارج ہوتا رہے، دوسری نماز کا وقت شروع ہونے تک اس کی یہ طہارت اور وضو قائم رہے گا، لیکن اگر وہ شدتِ مرض کی وجہ سے وضو کرنے سے عاجز آجائے اور اس کے پاس بھی کوئی نہ ہو جو اسے وضو کروائے تو وہ وضو کے بجائے تیمّم کرلے اور وہ ہر نماز کے لیے الگ تیمّم کیا کرے۔ واللہ اعلم (ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 41/2)

168- بے ہوش آدمی کی نماز

سوال جو شخص ایک یا دو دن کے لیے کلوروفارم کی وجہ سے بے ہوش رہے تو کیا جب وہ کلوروفارم کے اثر سے صحت یاب ہو تو اس دوران میں فوت ہونے والی نمازیں ادا کرے؟

جواب اس پر لازم ہے کہ وہ ہوش میں آنے کے فوری بعد بالترتیب

نمازوں کی قضا کرے۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان پر تین دن تک بے ہوشی طاری رہی تو انھوں نے اس دوران میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً بے ہوشی اور اس طرح کی دوسری چیزوں میں کلوروفارم اور کسی بھی نشہ آور چیز کے ذریعے سے عقل جاتی رہتی ہے اور اس بے ہوشی کی مدت زیادہ لمبی نہیں ہوتی، لہٰذا بلا مشقت قضا کرنے کے امکان کی وجہ سے احکام کی پابندی اور ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی، برخلاف لمبی بے ہوشی اور کبھی نہ الگ ہونے والی دیوانگی کے، کیونکہ وہ بسا اوقات کئی مہینوں یا سالوں پر محیط ہوتی ہے اور ایسے مریض پر نماز اور روزے کی قضا کرنا دشوار ہوتا ہے، لہٰذا اس سے احکام کی پابندی کو اٹھا دیا گیا ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

«رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَمِنَ الصَّغِيْرِ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ»[1]

"تین آدمیوں سے (مؤاخذے کا) قلم اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے شخص سے تاوقتیکہ وہ بیدار ہو جائے، چھوٹے بچے سے اس کے بالغ ہونے تک اور مجنون کے عقلمند ہونے تک۔"

اور یہ بات تو معلوم ہے کہ سویا ہوا شخص اپنی نیند ختم ہونے کے بعد فوت شدہ نمازوں کی قضا کرتا ہے، اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

«مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ وَقَرَأَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالىٰ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ [طٰه: 14]»[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [22]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [597] صحيح مسلم [684/215]

”جو شخص سویا رہنے کی وجہ سے نماز نہ ادا کر پائے یا اسے نماز بھول جائے تو وہ (بیدار ہونے کے فوراً بعد اور) نماز یاد آنے کے بعد ادا کرے، اس کا یہی کفارہ ہے، پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ ۔“

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 55/2)

169- وہ مریض جو نماز میں اپنی شرمگاہ ڈھانپنے کی طاقت نہ رکھتا ہو

سوال ایک آدمی اس حال میں نماز ادا کرتا ہے کہ اس کی شرمگاہ کھلی ہوئی ہے، کیونکہ اس کی ران میں کوئی بیماری ہے اور ڈاکٹروں نے اسے کہا ہے کہ کسی چیز کے ساتھ اپنی ران کو نہ ڈھانپو، تب اس کی نماز کا حکم کیا ہوگا؟

جواب ایسا شخص جسے ران کو ڈھانپنے سے تکلیف اور ضرر لاحق ہوتا ہو تو وہ معذور شمار ہوگا، باوجودیکہ ران ”عورۃ“ (پردہ) ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ وَّلَا مَيِّتٍ» [1]

”اپنی ران کو ننگا نہ کرو اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف مت دیکھو۔“

اسی طرح جرہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یقیناً نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

«غَطِّ فَخِذَكَ فَإِنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ» [2]

”اپنی ران کو ڈھانپو، کیونکہ ران ”عورۃ“ (پردے) میں شامل ہے۔“

پس ران کو ڈھانپنے کا یہ حکم نماز کے علاوہ کا ہے تو نماز کے اندر تو اسے

---

[1] ضعیف جداً. سنن أبي داود، رقم الحدیث [3140]

[2] سنن الترمذي، رقم الحدیث [2798]

ڈھانپنا زیادہ واجب ہے، لیکن جب کسی ماہر ڈاکٹر کے کہنے پر ران کو ڈھانپنے میں کسی قسم کا کوئی ضرر ہو تو اسے ننگا رکھنا جائز ہے اور بوجہ عذر اس حالت میں نماز درست ہوگی۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 56/2)

170- معذور کی نماز

سوال ایک آدمی کا بیٹا معذور ہے جو ہر روز سکول جاتا ہے، کیا اس بچے کو ہر نماز کے وقت مسجد لے جانا بھی واجب ہے، جبکہ اس بچے کی عمر دس سال سے زیادہ ہے؟

جواب جب یہ بچہ ایسی حالت میں ہو کہ وہ جانتا بوجھتا ہو، سبق کو سمجھتا ہو، بیٹھنے اور حرکت کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اس پر باجماعت نماز ادا کرنا لازم ہے، بشرطیکہ وہ اس عمر کو پہنچ جائے جس میں اس پر نماز واجب ہو جاتی ہے، نیز وہ طہارت و وضو کر سکتا ہو اور نماز ادا کرنے کو سمجھتا ہو۔ پس اس کے والد کے ذمے ہوگا کہ وہ اسے مسجد لے جائے، لیکن احکام شریعت کا مکلّف ٹھہرنے سے پہلے اس پر باجماعت نماز ادا کرنا واجب نہیں ہے، البتہ یہ لازم ہے کہ قول و عمل کے ذریعے سے اسے نماز اور طہارت کے احکام و مسائل کی تعلیم دی جائے اور جو کچھ ان میں پڑھا جاتا ہے، وہ اسے سکھایا جائے اور اگر اس شخص پر اپنے اس بیٹے کو مسجد میں لانا دشوار ہو، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے میں تکلیف ہوتی ہے اور وہ بچہ کسی ایسے فرد کا محتاج ہو جو اسے اٹھائے، کھڑا کرے اور بٹھائے تو ایسی صورت میں مریض کی طرح اس سے باجماعت نماز ساقط ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 4/1)

روزے کے احکام و مسائل

171- جو شخص روزہ رکھنے سے عاجز ہے

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہے، اگر تو اس کی عاجزی اور معذوری اس طرح کی ہو کہ اس کے زائل اور دور ہونے کی امید ہو، جیسے وہ مریض جو شفا یابی کا امیدوار ہے تو ایسا شخص اس وقت تک انتظار کرے جب تک اللہ تعالیٰ اسے صحت و تندرستی سے نواز دے، پھر وہ اپنے باقی روزوں کی قضا کرلے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

[البقرہ: 185]

”اور جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔ اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس پر جو اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔“

یا وہ عاجز جو اپنی عاجزی اور معذوری کے زائل ہونے کی امید ہی نہ رکھتا

ہوتو وہ بوڑھے کھوسٹ اور شفا سے ناامید مریض کی طرح ہوگا، چنانچہ ایسے شخص پر روزہ رکھنا لازم نہیں ہے۔ اس پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔ اسے اختیار ہے اگر چاہے تو ایک ہی بار کھانا تیار کرے اور مہینے کے دنوں کی تعداد کے برابر فقراء کو بلا کر انھیں کھلا دے اور چاہے تو ہر فقیر کو 1/5 صاع گندم دے دے۔

نیز حیض ونفاس والی عورت روزہ نہیں رکھے گی، حیض ونفاس سے پاکی حاصل کرنے کے بعد اتنے دنوں کے روزوں کی قضا کر لے جتنے دن اس نے روزہ نہیں رکھا۔ اگر اسے اس دن کے دوران میں حیض یا نفاس شروع ہو جائے جس دن کا اس نے روزہ رکھا ہوا تھا تو اس کا روزہ ختم ہو جائے گا اور اس پر اس دن کے روزے کی قضا کرنا بھی واجب ہوگا جس دن اسے حیض یا نفاس آیا تھا۔ جیسے کہ اگر اسے ماہِ رمضان کے دنوں میں سے کسی دن کے وقت خون آنا بند ہوجائے تو دن کے باقی ماندہ حصے میں اس پر روزے کی پابندی کرنا واجب ہوگا، البتہ اس دن کا روزہ شمار نہیں ہوگا بلکہ وہ اس کے عوض ایک دن کے روزے کی قضا کرے گی۔

اور مسافر کو روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے الا یہ کہ اس پر دورانِ سفر روزہ گراں گزرے تو پھر وہ روزہ چھوڑ دے گا اور ایسی حالت میں اس کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں رحیم وکریم اللہ کی دی ہوئی رخصت میں بے رغبتی اور اس سے کنارہ کشی نمایاں ہوتی ہے۔اور اگر روزہ رکھنے سے مسافر کو کوئی مشقت نہ اٹھانی پڑے اور سفر میں اس کا مطلوبہ کام بھی ہو جائے تو پھر اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے، کیونکہ بخاری ومسلم میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی

حدیث ہے کہ ہم ماہِ رمضان میں شدید گرمی کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے حتی کہ شدید گرمی کی وجہ سے ہمارے ساتھی اپنے ہاتھ اپنے سروں پر رکھتے تھے، لیکن ایسی حالت میں رسول اللہ ﷺ اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔[1] (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 9/19)

172- گردوں کا مریض

سوال اس مریض کے روزے کی کیفیت جسے گردوں کی بیماری کی وجہ سے ڈاکٹروں نے ہر تین گھنٹے کے بعد پانی پینے کی نصیحت کی ہو؟ ایسی صورت میں مذکورہ مریض پر کون سا کفارہ واجب ہوگا؟

جواب جب یہ مشورہ دینے والے ڈاکٹر مسلمان ہوں اور ان امراض کے معروف اسپیشلسٹ ہوں اور سب نے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہو کہ یقیناً روزہ اس مریض کے لیے ضرر رساں ہے اور اسے یقیناً ہر اس وقت میں پانی پینے کی ضرورت ہے، جسے وہ مقرر کرتے ہیں تو اس مریض کے ذمے ہے کہ وہ فدیہ دے جو ہر روز کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، پھر اگر اسے کسی وقت روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہوجائے تو اس پر گزشتہ روزوں کی قضا کرنا لازم ہوگا، وگرنہ اس سے روزہ ساقط ہوجائے گا حتی کہ اسے کامل شفا مل جائے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 5/1)

173- روزے دار کا خون ٹیسٹ کرنا

اتنا تھوڑا سا خون نکلنے سے روزے دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا، لہٰذا اسے سینگی

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [1945] صحیح مسلم [1122/108]

اور پچھنے لگانے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جس میں بہت زیادہ خون نکالا جاتا ہے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اگر کسی شخص کا زیادہ مقدار میں خون نکالا جائے، جیسے وہ شخص جس کا خون کسی مریض کو عطیہ دینے کے لیے نکالا جاتا ہے تو اسے سینگی لگانے پر قیاس کیا جائے گا اور اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 40/2)

174- جسم سے بہنے والا خون اور روزہ

زخم سے رسنے والا خون روزے پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ ''ناسور'' (ہمیشہ رستہ رہنے والا زخم) یا ''باسور'' (بواسیر کا مسہ) ایسا مرض ہے جو دبر اور مقعد میں ہوتا ہے اور اس سے ہمیشہ خون رستا رہتا ہے لیکن وہ تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے، چنانچہ اسے ہمیشہ بہتے رہنے والے زخموں، سلس البول کے مریض اور اس شخص کے ساتھ ملایا جائے گا جسے دائمی حدث کی بیماری لاحق ہو، لہٰذا اس پر ہر نماز کے لیے اس کا وقت داخل ہونے کے بعد وضو کرنا لازم ہوگا اور محض خون وغیرہ کے نکلنے سے نیا وضو کرنا لازم نہ ہوگا، اور نہ اس کی وجہ سے روزہ ہی ٹوٹے گا، کیونکہ وہ قلیل مقدار میں ہوتا ہے اور بیمار کا اس کے نکلنے پر اختیار نہیں ہوتا۔ ناک سے بہنے والی نکسیر بھی روزے پر اثر انداز نہیں ہوتی، بشرطیکہ اسے عمداً نہ بہایا جائے اور اسے پیٹ میں جانے سے محفوظ رکھا جائے۔ ایسے ہی اگر اس کی ڈاڑھ اکھڑ جائے، وہ اس سے نکلنے والا خون نہ پیے تو اس کا روزہ صحیح اور درست ہوگا۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 40/2)

175- گردوں کا مریض روزہ چھوڑ سکتا ہے؟

سوال میں گردوں کا مریض ہوں اور ڈاکٹروں نے مجھے روزہ چھوڑنے کی نصیحت کی ہے، جبکہ میں ان کے اس مشورے کی موافقت نہیں کرتا اور روزہ رکھتا ہوں مگر اس سے میری تکلیف میں اضافہ ہوجاتا ہے، تو کیا اس صورت حال میں میرے روزہ چھوڑنے میں کوئی حرج ہے؟ اور روزہ چھوڑنے کا کیا کفارہ ہے؟

جواب جب روزہ تم پر گراں گزرتا ہے اور بیماری میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور ایک مسلمان ڈاکٹر نے تمھیں روزہ چھوڑنے کی نصیحت کی ہے اور معروف ہے کہ اس ڈاکٹر کی بات درست ہوتی ہے اور اس نے تمھیں اس بات سے خبردار کیا ہے کہ روزہ رکھنا تمھاری صحت کے لیے ضرر رساں ہے اور تکلیف میں اضافے کا باعث بنے گا اور اس سے تمھاری جان خطرے میں پڑ جائے گی تو تمھارے لیے جائز ہے کہ تم روزہ چھوڑ دو اور ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دو، تمھارے قضا کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے تم پر روزے کی قضا واجب نہیں ہوگی، لیکن اگر مرض کا ٹل جانا، تمھارا اس سے محفوظ ہوجانا اور صحت مند ہوجانا تمھارے مقدر میں ہوجائے تو تم دوسرے لوگوں کی طرح آئندہ آنے والے ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور تم پر گزشتہ ان سالوں کے روزوں کی قضا کرنا لازم نہیں ہوگا، جن کے روزے چھوڑ کر تم نے کفارہ دیا تھا۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 289)

176- ماہِ رمضان میں دن کے وقت قے آنا

جب روزے دار نے عمداً قے کی ہو تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر

ازخود اسے قے آئی ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ قے کو نگل جانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، بشرطیکہ اس نے عمداً ایسے نہ کیا ہو۔ (اللجنة الدائمة: 6471)

177- ماہِ رمضان میں دن کے وقت ٹیکا لگوانے کا حکم

ٹیکے دو قسم کے ہوتے ہیں:

ایک وہ جس کا مقصد غذا رسانی ہوتا ہے اور وہ کھانے پینے سے بے پروا و بے نیاز کرتا ہے، کیونکہ وہ اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے تو ایسا انجیکشن روزے کو توڑ دیتا ہے کیونکہ کسی چیز کی مختلف صورتوں میں سے کسی صورت میں شرعی نصوص کا مفہوم پایا جاتا ہو تو اس صورت پر اس نص کا حکم لگایا جائے گا۔

جہاں تک انجیکشن کی دوسری قسم کا تعلق ہے جو غذا رسانی کا کام نہیں دیتا اور نہ اس کے ذریعے سے آدمی کھانے پینے سے بے نیاز ہوتا ہے تو یہ انجیکشن روزہ نہیں توڑتا، کیونکہ اس پر نہ نص شرعی کے الفاظ صادق آتے ہیں اور نہ اس کا مفہوم، چنانچہ اس قسم کے انجیکشن نہ بذاتِ خود کھانا پینا ہیں اور نہ وہ کھانے پینے کے مفہوم میں ہیں، لہٰذا اس صورت میں روزہ درست ہوگا، حتیٰ کہ کوئی ایسی بات اور چیز ثابت ہو جائے جو شرعی دلیل کے مطابق روزے کو فاسد کر دیتی ہو۔

(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 295)

178- روزے دار کا خون تبدیل کرنا

ایسے شخص کو روزے کی قضا کرنا لازم ہے، اس وجہ سے کہ اسے صاف خون لگایا گیا ہے، پھر اگر اسے اس خون کے ساتھ ساتھ کوئی اور مواد بھی فراہم کیا گیا ہو تو یہ روزہ توڑنے کا ایک اور سبب ہوگا۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 275/15)

179- روزے دار کا دمے کی وجہ سے سپرے (inhaler) استعمال کرنا

یہ سپرے (inhaler) جسے تم استعمال کرتے ہو، اس سے بھاپ بنتی ہے اور اس کے اثرات معدے تک نہیں پہنچتے، لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس سپرے (inhaler) کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تم بدستور روزے دار رہو گے، اس سے تمھارا روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس سے، جیسا کہ ہم نے عرض کی ہے، معدے میں کسی قسم کے (غذائی) اجزا داخل نہیں ہوتے، کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو اڑتی ہے، بھاپ بنتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے، اس سے کوئی چیز معدے میں نہیں جاتی کہ ہم کہیں کہ یہ چیز تو ان اشیاء میں سے ہے جو روزہ توڑ دیتی ہیں، لہٰذا تمھارے لیے یہ سپرے (inhaler) استعمال کرنا جائز ہے، تم اس کے استعمال کے بعد بھی روزے دار ہی شمار ہو گے، اس سے تمھارا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 851)

180- روزے دار کا ڈاڑھ نکلوانا

ڈاڑھ وغیرہ نکلوانے سے نکلنے والا خون سینگی لگوانے جیسی تاثیر نہیں رکھتا، لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 312)

181- ماہِ رمضان میں دن کے وقت جسے بے ہوشی طاری ہوگئی

سوال ایک عورت پر رمضان سے پہلے ایسی بیماری کا حملہ ہوا کہ اس پر مکمل بے ہوشی طاری نہ ہوئی، جب وہ نماز ادا کرنا شروع کرتی دورانِ نماز آس

پاس موجود افراد سے گفتگو کرنے لگتی لیکن جب رمضان قریب آیا تو وہ مکمل طور پر بے ہوش ہوگئی، لیکن اطباء کا کہنا تھا کہ وہ سنتی ہے، پھر وہ رمضان ہی میں وفات پا گئی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس کے بے ہوشی کے درمیان گزرے ہوئے روزوں کا کفارہ دیا جائے گا؟

جواب اللہ تعالیٰ تمھیں برکت عطا کرے! یہ عورت جسے رمضان سے پہلے مرض لاحق ہوا اور اس کے بعد وہ کچھ عرصہ بے ہوشی یا بے شعوری کی حالت میں زندہ رہی تو اس کی طرف سے ہر روز کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا، کیونکہ درست بات یہ ہے کہ بے ہوشی سے روزے کا وجوب ختم نہیں ہوتا ہے، بلکہ یہ تو صرف وجوبِ نماز کو روکتی ہے، پس اگر کسی انسان پر اس کے اختیار کے بغیر بے ہوشی طاری ہو اور وہ دو تین دن تک بے ہوش ہی پڑا رہے تو اس کے ذمے نماز واجب نہیں ہوگی، لیکن اگر اس کی بے ہوشی اختیاری ہو، مثلاً اس پر بھنگ یا کوئی بھی نشہ آور چیز استعمال کرنے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوئی ہو تو اس پر نماز کی قضا لازم ہوگی۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 39/3)

حج کے احکام و مسائل

182- معذور کا حج

سوال ایک آدمی جس کے پاؤں میں معذوری ہے اور وہ ان پر مصنوعی اعضاء لگاتا ہے، ان مصنوعی اعضاء کے نیچے لمبی شلوار پہننا اس کی مجبوری ہے، لہٰذا جب وہ حج یا عمرے کا ارادہ کرے تو کیا کرے؟ جبکہ وہ سوال میں مذکورہ ضرورت کے تحت اس شلوار کو اتار نہیں سکتا (اور شلوار سلی ہوئی ہے) اس مسئلے میں ہمیں جواب عنایت فرما کر فائدہ پہنچایئے، اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے۔

جواب مذکورہ عذر ایک جائز اور مباح عذر ہے، لہٰذا اسے یہ سلی ہوئی شلوار پہننے کی اجازت ہے، ایسے ہی اس کے لیے مصنوعی اعضاء لگانا بھی جائز ہے اور اس کے لیے اس مصنوعی عضو کے اوپر جورابیں پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اسے موزے اور ''جرموق'' (چھوٹے موزے یا ساق پوش) پہننا بھی جائز ہے، بوقتِ ضرورت اس کی اجازت و رخصت موجود ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

« مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ »[1]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [833]

''جس (محرم) کو تہمد میسر نہ ہو وہ شلوار پہن لے اور جسے جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔''

پس جب تہمد اور جوتے نہ ہونے کی صورت میں شلوار اور موزے پہننا جائز ہے تو بوقت ضرورت مصنوعی عضو پر ان کا پہننا بھی جائز ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ احتیاط اس میں ہے کہ وہ حلق وغیرہ کے فدیے پر قیاس کرتے ہوئے اس شخص جیسا فدیہ ادا کرے جسے حج و عمرہ سے روک دیا گیا ہو اور وہ فدیہ تین دن کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک بکری ذبح کرنا ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرين: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 11/1)

183- بیماری کی وجہ سے وقوفِ عرفات نہیں کیا؟

سوال لوگوں کا ایک گروپ حج ادا کرنے کے لیے روانہ ہوا، عرفہ کے دن ان میں سے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ وہ حج کے باقی اعمال پورے نہ کرسکا تو اس شخص پر کیا واجب ہوگا؟

جواب وہ آدمی وہی کچھ کرے گا جو وہ شخص کرتا ہے جسے حج و عمرہ کرنے سے روک دیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ [البقرة: 196]

''پھر اگر تم روک دیے جاؤ تو قربانی میں سے جو میسر ہو (کرو)۔''

یعنی وہ اپنی طرف سے ایک بکری ذبح کرے گا اور احرام کی پابندیوں سے حلال ہوجائے گا۔

اور اگر اس نے زمانہ وقوفِ عرفات میں دن یا رات کے کسی وقت

عرفات میں وقوف کر لیا ہو تو اس کے ذمے ارکانِ حج میں سے صرف طوافِ افاضہ اور سعی باقی رہ جاتے ہیں تو اسے چاہیے کہ وہ شفایاب ہونے تک ان اعمال کو مؤخر کر دے اور شفا یابی کے بعد انھیں ادا کر کے اپنا حج مکمل کر لے اور ان واجباتِ حج کے عوض میں، جو اس نے ترک کیے ہیں، مثلاً دن کے وقت (غروب آفتاب کے بعد) عرفات سے لوٹنا، مزدلفہ اور منیٰ میں رات گزاری کے عمل کو ترک کرنا، وہ فدیہ دے دے۔ رہی رمیِ جمار تو وہ اپنی طرف سے کسی کو مقرر کر دے جو اس کی طرف سے جمرات کو کنکریاں مار دے، پھر وہ حلق کروائے اور اپنی ہدی (قربانی کا جانور) نحر کر دے۔ لیکن اگر اس نے عرفات میں وقوف نہ کیا ہو تو وہ حج وعمرہ سے روکے ہوئے شخص کی طرح ہوگا۔ وہ ہدی ذبح کر کے حلال ہو جائے گا یا اس شخص کی طرح صرف عمرہ کر کے ہی حلال ہو جائے، جس شخص سے وقوفِ عرفات فوت ہو گیا ہو، اگر اس نے اپنا احرام باندھتے وقت ان الفاظ کے ساتھ شرط لگائی ہو:

"فَإِنْ حَبَسَنِي حَابِسٌ فَمَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي"

"پس اگر کوئی روکنے والا مجھے روک دے تو میں وہیں سے حلال ہو جاؤں گا جہاں سے (اے اللہ!) تو مجھے روکے دے گا۔"

تو وہ حلال ہو جائے گا اور اس پر کسی قسم کا کوئی کفارہ وغیرہ واجب نہ ہوگا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 7/2)

184- سلس البول کے مریض کا حج

سلس البول کا مریض اپنا پیشاب نکلتے رہنے میں معذور ہے، لہٰذا وہ اپنی

ذات میں پاک ہے اور دوسرے کے حق میں پلید ہے، چنانچہ اس کو یہ جائز ہے کہ وہ دورانِ نماز پیشاب کے قطرے نکلتے رہنے کے باوجود نماز ادا کرتا رہے، جیسے مستحاضہ نماز ادا کرتی رہتی ہے، اگرچہ اس کا خون چٹائی (جائے نماز وغیرہ) پر گر رہا ہو، لیکن سلس البول کے مریض کے لیے اپنے جسم ولباس کو پیشاب سے ملوث ہونے سے بچانا ممکن ہے، وہ اس طرح کہ وہ چمڑے کی بنی ہوئی تھیلی اپنے عضو تناسل پر چڑھا لے جو جسم ولباس کو پیشاب سے محفوظ رکھے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سلس البول کا عارضہ لاحق ہوا تو انھوں نے ایسے ہی کیا تھا۔

واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 75/2)

185- معذور کی طرف سے حج کرنا

سوال میرا ایک لڑکا بے کار اور اپاہج ہے، میں اس کی طرف سے حج کرنے کا سوچتا ہوں کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ اگر وہ بذاتِ خود حج کرے تو حج اس کے لیے ضرر رساں ہوگا تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اس کی طرف سے حج کروں؟

جواب اگر لڑکا تمھارے بیان کے مطابق اپاہج اور بے کار ہے تو تمھارے لیے اس کی طرف سے فریضۂ حج ادا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تم اپنی طرف سے پہلے حج کر چکے ہو۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 4/2)

186- ایک شخص میقات پر پہنچنے سے پہلے بیمار ہوگیا

سوال ایک شخص عمرے کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، وہ

راستے ہی میں میقات پر پہنچنے سے پہلے بیمار ہوگیا، پھر وہ احرام باندھے بغیر جدہ کے ایک ہسپتال میں داخل ہوگیا، پھر وہ دو دن ہسپتال میں رہنے کے بعد احرام باندھے بغیر مکہ مکرمہ چلا آیا، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب اس کے لیے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے، اگر تو اس نے احرام باندھنے سے پہلے اپنی نیت بدل لی ہو تو اس کے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر اس نے احرام باندھ لیا، پھر وہ بیمار ہوا تو وہ شفا یابی تک حالت احرام میں باقی رہے گا۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 26/2)

میڈیکل سٹاف کے متعلق احکام و مسائل

187- مسلمان مرد کے سامنے عورت کا بغرض علاج ستر کھولنا

عورت کے لیے مشروع تو یہ ہے کہ وہ مسلمان لیڈی ڈاکٹر سے علاج علاج کروائے، لیکن اگر مسلمان لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہوتو غیر مسلم لیڈی ڈاکٹر سے علاج کروا لے، پھر اگر لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہوتو بوقت ضرورت مسلمان ڈاکٹر سے علاج کروا لے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہوتو غیر مسلم ڈاکٹر سے علاج کروا لے۔

(اللجنة الدائمة: 9243)

188- ڈاکٹر کے لیے عورتوں کا علاج کرنے کا حکم

جب عورت کے لیے مسلم لیڈی ڈاکٹر سے معاینہ (Chek up) اور علاج معالجہ کروانے کی سہولت میسر ہوتو اس کے لیے مرد ڈاکٹر سے چیک اپ اور علاج کروانا جائز نہ ہوگا، اگرچہ وہ مرد ڈاکٹر مسلمان ہی ہو، لیکن اگر یہ سہولت میسر نہ ہو اور اس کے لیے علاج کروانا ضروری اور مجبوری ہوتو پھر جائز ہے کہ مسلمان مرد ڈاکٹر اس عورت کے خاوند یا اس کے کسی محرم رشتے دار کی موجودگی میں اس کا معاینہ کرے، تاکہ کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو یا کوئی ایسا واقعہ رونما نہ ہو جس کا انجام قابل ستائش نہ ہو، پھر اگر مسلمان مرد ڈاکٹر بھی میسر نہ ہوتو مذکورہ شرط کے ساتھ کافر ڈاکٹر سے علاج کروانا جائز ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3201)

189- عورتوں کو انجیکشن لگانا

اس مسئلے میں اصل یہ ہے کہ مسلمان عورتیں ہی عورتوں کو انجیکشن لگایا کریں، لیکن اگر مسلمان لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہو تو کافر لیڈی ڈاکٹر لگا دے، پھر اگر وہ بھی میسر نہ ہو اور ضرورت اس کا تقاضا کر رہی ہو کہ مسلمان ڈاکٹر انجیکشن لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 7539)

190- عورت کا اپنے سسر کی دوائی دارو کرنا اور اس کے ستر کو دیکھنا

جب مردوں میں سے کوئی یہ کام کرنے والا میسر نہ ہو تو ضرورتاً بہو کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے سسر کی دوائی دارو کرے، لیکن وہ اس کی صفائی ستھرائی کرتے وقت اس کے ستر پر کوئی پردہ و رکاوٹ کھڑی کر لیا کرے اور اس کے پیچھے سے اس کی شرمگاہ کو دھو دیا کرے، نیز اس عمل کے لیے اپنے ہاتھ پر کوئی دستانہ یا لفافہ وغیرہ چڑھا لیا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو۔''

اور صاف ستھرے ٹیشو پیپرز کے ساتھ تین یا زیادہ مرتبہ صفائی کرنا پانی کے ساتھ استنجا کروانے کے قائم مقام بن جاتا ہے، بشرطیکہ یہ پیشاب اور پاخانے کی جگہ سے اس کے اثرات زائل کر کے اسے صاف کر دے۔

(اللجنة الدائمة: 20664)

191- غیر مسلم مرد کا مسلمان عورتوں کا علاج کرنا

اس میں سخت حرج ہے بلکہ یہ حرام ہے، کیونکہ اس میں وضع حمل کے

وقت اجنبی مردوں اور خاص طور پر غیر مسلموں کے مسلمان عورتوں کے ستر کو دیکھنے کی خرابی لازم آتی ہے، حالانکہ اس کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ مردوں سے عورتوں کا علاج معالجہ اور دوائی دارو کروایا جائے، کیونکہ اس کا پورا امکان موجود ہے کہ خواتین نرسوں سے مریض عورتوں کی خدمت اور دوائی دارو کرنے کا کام لیا جائے۔ مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو مردوں کے سامنے دوائی دارو کے لیے پیش کرے، بلکہ وہ کوشش کر کے ایسے ہسپتال، عورتوں کے لیے خاص ڈسپنسری اور کلینک میں اپنا علاج معالجہ کروائے یا بچہ پیدا کرے، جہاں پر اس کا دین محفوظ ہو، وہ علاج معالجے کے معاملے میں ایسا انداز اختیار نہ کرے، جس سے اس کی عزت مخدوش اور اس کی حرمت پامال ہو۔

(اللجنة الدائمة: 2922)

192- گھر سے میڈیکل سنٹر کے چند کلو میٹر دور ہونے کی وجہ سے لڑکے کا اپنی والدہ کو انجیکشن لگانا

جب صورت حال وہی ہے جو بیان کی گئی ہے تو بوجہ ضرورت و حاجت تمھارے لیے جائز ہے کہ تم اپنی والدہ کو مرض ذیابیطس (شوگر) کو کنٹرول کرنے اور دور کرنے والا انجیکشن لگاؤ۔ (اللجنة الدائمة: 1475)

193- مرد ڈاکٹر کا عورتوں اور زچگی کے متعلق تخصص کرنے کا حکم

میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا نہ کرے، کیونکہ ضروری یہ ہے کہ وہ مردوں کے متعلقہ امور اور بیماریوں پر تخصص کر لے، کیونکہ مرد کا عورت کے متعلقہ امور اور بیماریوں پر تخصص کرنا بہت بڑا فتنہ ہے اور اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ اپنے دین

کے متعلق کسی فتنے اور آزمائش میں مبتلا ہو جائے گا اور اپنی دنیا کی خاطر اپنا دین برباد کر بیٹھے گا۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 31/7)

194- میڈیکل کے طالب علم کے لیے عورتوں کے آپریشنز دیکھنے کا حکم

اس مسئلے میں شرعی قانون یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں سے اپنے ستر کو ڈھانپنا واجب ہے، چنانچہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے اور آزاد عورت کا نماز اور احرام کے دوران میں اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کے سوا سارا جسم اور بدن ستر اور ڈھانپے جانے کے قابل ہے، لیکن اگر وہ اجنبی مردوں کو دیکھ رہی ہو اور اجنبی مرد اسے دیکھ رہے ہوں تو اس کے لیے اپنے چہرے سمیت سارا بدن ڈھانپنا واجب ہے، خواہ وہ نماز ادا کر رہی ہو یا اس نے حج یا عمرے کا احرام ہی کیوں نہ باندھ رکھا ہو، ہاں بوقت ضرورت اس کے لیے ستر کھولنا جائز ہے اور کسی شرعی مصلحت کے تحت اسے دیکھنا بھی جائز ہے۔ ان ضرورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ طلبہ اور طالبات عورتوں کے وہ آپریشنز ہوتے ہوئے دیکھیں جو عورتوں کی بیماریوں اور ان کی زچگی سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو ایسا اس لیے کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ اس مضمون اور سبجیکٹ میں کامیابی کے نمبر حاصل کر سکیں تاکہ ان کی اگلے سمسٹر میں پروموشن کی جا سکے اور طالب علم لڑکے اور لڑکی کو سندِ فراغت دی جا سکے۔

رہی شرعی مصلحت جو اس کے جواز کے قول پر مرتب ہوتی ہے تو وہ یہ ہے کہ کافی زیادہ مسلمان مرد اور خواتین ڈاکٹر بنائے جائیں۔ اگر مسلمانوں میں اس

پر پابندی لگا دی جائے گی تو پھر علاج معالجے اور زچگی کی خاطر غیر مسلم مرد اور خواتین ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑے گا اور اس میں مفاسد کا بہت بڑا حصہ ہے، جبکہ شریعت اسلامیہ میں مصالح کو حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا ضروری ہے۔

(اللجنة الدائمة: 3434)

195- ڈاکٹر کے نرس کے ساتھ معاینہ گاہ میں تنہائی اختیار کرنے کا حکم

ڈسپنسر یا ڈاکٹر کا نرس یا لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ خلوت کرنا جائز نہیں ہے، نہ معاینہ گاہ (چیک اپ والے کمرے) میں اور نہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ میں، کیونکہ ایسا کرنا فتنے کو دعوت دیتا ہے اور وہی بچ پاتا ہے جسے اللہ کی رحمت اپنے آغوش میں لے لے۔ یہ واجب اور ضروری ہے کہ مردوں کا معاینہ (چیک اپ) مرد اور عورتوں کا معاینہ صرف عورتیں ہی کیا کریں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 431/9)

196- مریض عورت کا ڈاکٹر کے ساتھ خلوت کرنا

ڈاکٹر کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مریض عورت کا معاینہ (چیک اپ) کرنے کے لیے اس سے خلوت کرے بلکہ دورانِ معاینہ اس کے خاوند یا اس کے کسی محرم رشتے دار کا اس کے پاس ہونا ضروری ہے۔ (اللجنة الدائمة: 8147)

197- عورت کا مردوں کی دوائی دارو کرنا

تمام ہسپتالوں کے ذمہ داران پر واجب ہے کہ وہ مردوں کے لیے ڈسپنسرز اور عورتوں کے نرسوں کا بندوبست کریں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ مردوں

کے علاج و معاینہ کے لیے مرد ڈاکٹر اور عورتوں کے لیے لیڈی ڈاکٹر ہوں، ما سوائے کسی انتہائی ضرورت کے جب عورت کے مرض کو صرف مرد ڈاکٹر ہی سمجھتا ہو تو اس صورت میں ضرورت کے پیش نظر مرد کے عورت کا علاج و معاینہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی مرد کی بیماری صرف لیڈی ڈاکٹر کی سمجھ میں آنے والی ہو تو پھر اس عورت کے مرد کا علاج و معاینہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر مذکورہ ضرورت اور صورت جیسی کوئی ضرورت ہو تو واجب ہے کہ مردوں کے علاج و معاینہ کے لیے مرد ڈاکٹر اور عورتوں کے لیے عورتیں ڈاکٹر ہوں، یہی معاملہ ڈسپنسرز اور نرسوں کا ہے، یعنی مردوں کی دیکھ بھال کے لیے ڈسپنسرز اور عورتوں کی دیکھ بھال کے لیے نرسیں ہونی چاہییں تاکہ اسبابِ فتنہ کو ختم کیا جائے اور حرام خلوت نشینی سے گریز و پرہیز کیا جا سکے۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 5)

198- لیڈی ڈاکٹروں اور نرسوں کے متعلق مسائل

لیڈی ڈاکٹروں، نرسوں اور دیگر بیماروں کی تیمار داری کرنے والی خواتین کے ذمے واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور ایسا با وقار اور با حیا لباس زیب تن کریں جس سے ان کے اعضا کا حجم یا پردے والے اعضا نمایاں نہ ہوتے ہوں، بلکہ ان کا لباس ایک معتدل و متوسط لباس ہونا چاہیے، جو بہت کھلا ہو اور نہ تنگ ہی ہو، ان کو شرعی ستر و حجاب فراہم کرنے والا ہو اور فتنے کے اسباب کو ختم کرنے والا ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ ذی شان ہے:

((اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ)) [1] ”عورت پردہ (چھپائے جانے کے لائق) ہے۔“

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1137]

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: رِجَالٌ بِأَيْدِيهِمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا»[1]

''اہل جہنم کی دو قسمیں ایسی بھی ہیں جو میں نے نہیں دیکھیں: (مگر وہ عنقریب معرض وجود میں آ جائیں گی) ایک قسم ان مردوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی طرح (لمبے لمبے) نیزے ہوں گے، جن کے ساتھ وہ لوگوں کو ماریں گے اور ایک قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہنے ہوئے ہوں گی لیکن ننگی بھی ہوں گی، خود لوگوں کی طرف مائل ہونے والی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹنی کی مائل ہونے والی کوہانوں کی طرح ہوں گی، وہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو ہی پا سکیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی (لمبی) مسافت تک پھیل رہی ہوگی۔''

یقیناً یہ بہت بڑی وعید ہے۔ جہاں تک مذکورہ بالا حدیث میں ذکر کردہ ان مردوں کا تعلق ہے جن کے ہاتھ میں کوڑے ہوں گے تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو لوگوں کا امر اور ذمہ داری سونپی گئی ہوگی اور وہ لوگوں کو ناحق ماریں گے، جیسے پولیس والے اور فوجی وغیرہ ہیں جبکہ ان کے ذمے واجب یہ ہے کہ وہ

---

[1] صحیح مسلم [2128/125]

لوگوں کو ناحق مار پیٹ نہ کریں۔

رہی وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی محسوس ہوں گی تو اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ایسا لباس زیب تن کریں گی جو ان کے لیے ساتر اور پردہ فراہم کرنے والا نہ ہوگا یا تو اس لیے کہ وہ چھوٹا ہوگا یا اس لیے کہ وہ باریک ہوگا، چنانچہ وہ بظاہر تو لباس پہننے والی شمار ہوں گی، مگر درحقیقت وہ ننگی ہوں گی، مثلاً وہ ننگے سر گھومیں گی یا ان کے سینے یا ان کی پنڈلیاں یا ان کے علاوہ ان کے دیگر اعضاءِ جسم ننگے ہوں گے، یہ سب ننگے پن ہی کی صورتیں ہیں۔ پس اس سلسلے میں واجب یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس برے عمل سے پرہیز کیا جائے اور عورت واقعی عورت، مستورہ اور باپردہ ہو، مردوں کے ہاں اسباب فتنہ سے دور ہو۔ اس کے لیے دیگر عورتوں کے درمیان رہتے ہوئے مشروع یہ ہے کہ وہ باوقار اور باحیا لباس زیب تن کرے تاکہ دیگر عورتیں اس معاملے میں اس کی اقتدا کریں۔

لٰہذا مرد ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر، مریض مرد اور عورت، ڈسپنسر اور نرس سب کے لیے واجب اور ضروری ہے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں، ایسے ہی لیڈی ڈاکٹروں اور نرسوں پر واجب ہے کہ وہ اس معاملے میں اللہ سے ڈرتی ہوئی باوقار اور باحیا لباس پہنیں اور اسباب فتنہ سے دور رہیں۔ اللہ ہی سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 9)

199- ڈاکٹر کے فتوے کی حیثیت

سوال جب ڈاکٹر کسی مریض کو کوئی فتویٰ دے تو کیا ڈاکٹر کے فتویٰ پر کاربند ہونا لازم ہے، یا اسے کسی عالم کی طرف رجوع کرنا ہوگا؟

جواب مریض کے لیے ضروری ہے کہ جب ڈاکٹر لوگ اسے شرعی احکام کے متعلق کوئی فتویٰ دیا کریں تو وہ علماء کرام کی طرف رجوع کرے، کیونکہ ڈاکٹروں کی اپنے علم کے متعلق ایک شان اوران کا ایک مقام ہے، جبکہ شرعی علم کے اہل کچھ دوسرے لوگ ہیں، لہٰذا مریض اہل علم سے مراجعہ کیے بغیر ڈاکٹر کے فتویٰ پر عمل نہ کرے یا تو وہ ٹیلی فون پر علماء سے رابطہ کر لے یا کسی شخص کو بھیج کر علماء سے سوال کرلیا کرے۔

ڈاکٹر وغیرہ کے لیے صرف اسی چیز کے متعلق فتویٰ دینا جائز ہے جس کا اسے علم ہو، مثلاً وہ کہے: میں نے فلاں عالم سے یہ سوال کیا تو اس نے مجھے یہ جواب دیا، چنانچہ ڈاکٹر کسی بھی جگہ، کسی بھی ہسپتال اور کسی بھی شہر میں ہو وہ علماء سے مسائل دریافت کیا کرے، اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے شہر کے علماء اور قاضیوں سے ہر مسئلے کے متعلق سوال کرے جو اس پر مشکل ہے اور پھر مریضوں کو اس کے مطابق فتویٰ دیا کرے۔ بہر حال ڈاکٹر کے ذمے لازم ہے کہ وہ پوچھ لیا کرے، اسے یہ جائز نہیں کہ بغیر علم کے فتویٰ دیا کرے، کیونکہ وہ شرعی اہل علم میں سے نہیں ہے، اسے چاہیے کہ وہ صرف لوگوں کو طب اور میڈکل کے متعلق معلومات فراہم کرے اور اسی کی تحقیق کرے اور مریضوں کو نصیحت کرے۔

(ابن باز: الفتاویٰ: 11)

200- ڈسپنسر کا نرس سے خلوت کرنا

ہسپتالوں کے ذمہ داران ومسؤلین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رات بھر مریضوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لیے ڈسپنسر اور نرس کو مسلسل اکیلا چھوڑیں، بلکہ یہ غلط اور بہت بڑا گناہ اور منکر ہے، اس کا مطلب تو ہوا کہ گناہ کی

کھلی دعوت دی جا رہی ہے، چنانچہ جب آدمی عورت کے ساتھ ایک جگہ خلوت اختیار کرے گا تو ان کے متعلق یہ اطمینان نہیں ہے کہ شیطان ان کے لیے بے حیائی اور بدکاری کے کام اور اس کے وسائل خوشنما بنا کر پیش کرے گا، اسی لیے صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمَا »[1]

''جب بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرتا ہے تو تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔''

لٰہذا یہ عمل جائز نہیں ہے، تم پر واجب ہے کہ اس عمل سے باز آجاؤ، کیونکہ یہ حرام ہے اور اس عمل کی طرف لے جاتا ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا ہے۔ اگر تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر یہ نوکری چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا نعم البدل عطا فرمائیں گے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: 3,2]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ [الطلاق: 4]

''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔''

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1171]

اسی طرح نرس پر بھی واجب ہے کہ وہ اس نوکری سے پرہیز کرے اور اگر اسے مطلوبہ ماحول میسر نہ آئے تو وہ نوکری سے مستعفی ہو جائے کیونکہ تم میں سے ہر شخص مسئول اور ذمہ دار ہے، ہر چیز کے متعلق جو اللہ نے اس پر واجب اور جو اس پر حرام کی ہے۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 12)

201- نرس کا معاینہ گاہ میں ڈاکٹر کے ساتھ خلوت اختیار کرنا

سوال میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ معاینہ گاہ کے اندر ایک نرس میرے ساتھ ہوتی ہے اور مریض کے اندر آنے تک ہمارے درمیان مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوتا رہتا ہے، اس مسئلے میں شریعت کی کیا رائے ہے؟

جواب اس مسئلے کا وہی حکم ہے جو اس سے پہلے گزرنے والا مسئلہ کا حکم ہے، چنانچہ تمھارا یوں ایک اجنبی عورت سے خلوت کرنا درست نہیں ہے، اور کسی بھی ڈسپنسر یا ڈاکٹر کا کسی نرس یا لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا جائز نہیں ہے، نہ معاینہ گاہ میں اور نہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ میں۔ اس کی دلیل وہی حدیث ہے جو گزشتہ فتوے میں بیان ہو چکی ہے اور اس وجہ سے بھی یہ ناجائز ہے کہ یہ فتنے کی طرف دعوت دیتا ہے اور صرف وہی بچ پاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ ضروری ہے کہ مردوں کا چیک اپ مرد اور عورتوں کا صرف عورتیں ہی چیک اپ کیا کریں۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 12)

202- ڈاکٹر کی غلطی کا حکم

اولاً: جب ڈاکٹر وہی کچھ کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور وہ اپنے فن میں ماہر ہو اور اس مرض کے متعلق معرفت تامہ رکھتا ہو، جس کی وجہ سے وہ

آپریشن کرنے جا رہا ہے اور اس آپریشن کے کرنے میں بھی ماہر ہو اور اسے جو کچھ کرنا چاہیے وہ اس سے تجاوز نہ کرے تو اس صورت حال میں سرزد ہونے والی غلطی کا وہ ضامن و ذمہ دار نہیں ہوگا اور نہ وہ مریض کی موت اور کسی قسم کی آفت کا شکار ہونے کا ذمہ دار ہوگا، کیونکہ اس نے وہی کچھ کیا جو شریعت نے اسے اجازت دی۔

اس کی مثال یوں ہے کہ جب امام چور کا ہاتھ کاٹے یا وہ کوئی مباح اور ایسا فعل سر انجام دے جس کی اسے اجازت تھی، لیکن اگر وہ ماہر نہ ہو تو اس کے لیے آپریشن کرنا حلال نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے ایسا کرنا حرام ہے، پس اگر وہ آپریشن کرے گا تو جس غلطی کا وہ مرتکب ہوگا اور مریض کے جس جان لیوا نقصان کا وہ باعث بنے گا، اس کا وہ ذمہ دار ہوگا، ایسے ہی اگر وہ ڈاکٹر ماہر ہو، لیکن اس کا ہاتھ آپریشن کی ضرورت سے تجاوز کرنے کا مرتکب ہوا ہو یا ایسے کند آلے سے آپریشن کیا ہو جو مریض کی بہت سی تکلیف کا باعث بنے یا وہ ایسے وقت میں آپریشن کرے جو اس کے لیے مناسب وقت نہ ہو یا آپریشن ہی ایسی جگہ کر دے جو اس کی مطلوبہ جگہ نہ ہو اور اس جیسی دیگر غلطیوں کا وہ مرتکب ہوا ہو تو وہ اپنی غلطیوں کا ضامن اور ذمہ دار ہوگا، کیونکہ اس نے وہ کام کیا جس کی اسے اجازت نہ تھی، بلکہ یہ حرام کام کا مرتکب ہوا۔

ثانیاً: ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ مرض کی تشخیص میں خوب تحقیق اور جستجو کرے اور آپریشن کرنے سے پہلے اپنے ساتھیوں سے تعاون کرے اور بقدر امکان تشخیص کرنے میں جدید آلات سے مدد لے اور مکمل تشخیص ہونے سے پہلے آپریشن کرنے میں جلدی نہ کرے، اور جب وہ بعد از تشخیص آپریشن کرے اور اس میں غلطی کا مرتکب ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کے سامنے اپنی غلطی

بیان کرے جن کے سامنے وہ جواب دہ ہے اور وہ گفتگو میں ملمع سازی سے کام نہ لے اور نہ کوئی چیز ہی پوشیدہ رکھے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے، اپنے ذمے واجب امانت کو ادا کرتے ہوئے، مریض کی مصلحت کی خاطر ایثار کرتے ہوئے، اس کو معالج کی مصلحت پر مقدم کرتے ہوئے اور مریض کے ان برے انجاموں کو دور کرتے ہوئے جو ملمع سازی اور حقائق کو مخفی رکھنے پر مرتب ہوں گے، مریض کی فائل میں اس کا اندراج کر دے اور مذکورہ مثال اور اس طرح کی دیگر مثالوں میں ڈاکٹر اس آپریشن کے کرنے میں اجر اور مزدوری کا مستحق نہیں ہوگا، جس میں وہ کسی غلطی کا مرتکب ہوا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 10890)

203- وہ احکام شرعیہ جن کا ڈاکٹروں اور ان کے معاونین کے لیے جاننا ضروری ہے

ڈاکٹروں اور ان کے ڈسپنسرز معاونین اور ان کے علاوہ دیگر عملے کے لیے ہر حال میں شرعی واجبات کو ادا کرنا اور ان میں کسی قسم کی سستی نہ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ ان واجبات میں سے شہادتین کے بعد اسلام کے ارکان میں سے سب بڑا رکن بھی شامل ہے اور وہ ہے نماز، چنانچہ اس میں کوتاہی کرنا اور اس کے مقررہ وقت سے لیٹ کرنا جائز نہیں ہے، بطور خاص جب کوئی ایسا کام موجود ہو جو انسان کو مشغول کیے ہوئے ہو اور نماز ادا کرنے سے روک رہا ہو، پس شیطان انسان کے دل میں کمزور قسم کے عذر اور بہانے اور فاسد قسم کی کٹ حجتیوں کو پیدا کرتا ہے، جو اسے اپنی کوتاہی کے لیے وجہ جواز مہیا کرتے ہیں جبکہ نماز مسلمان کی ہوش اور عقل قائم رہنے تک اس سے ساقط نہیں ہوتی ہے اور نہ

اس کے لیے نماز کو اس کے وقت سے لیٹ کرنا ہی جائز ہے۔

اسی طرح کچھ دوسرے مزید اَحکام شرعیہ بھی ہیں، جن کا جاننا ڈاکٹرز اور ان کے معاونین پر لازم اور ضروری ہے، ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) خواتین و حضرات عملے کے لیے آپس میں اختلاط کا جائز نہ ہونا، کیونکہ اس اختلاط کا شر اور فساد بہت بڑا ہے اور اس کا خطرہ فرد اور معاشرے کے حق میں انتہائی سخت ہے۔

(2) لیڈی ڈاکٹرز، نرسوں اور ان کے علاوہ دیگر خواتین عملے کے لیے ہسپتالوں میں میک اپ اور اظہارِ حسن نہ کرنا، خواہ وہ کپڑوں کے ذریعے سے ہو یا عطریات کے ذریعے سے، کیونکہ عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے خوشبو لگانا اور بناؤ سنگھار کرنا وہ شر اور خرابیاں پیدا کرتا ہے جو کسی سے بھی مخفی نہیں ہیں۔

(3) ہسپتالوں میں خواتین عملے کے لیے غیر محرموں سے بوقتِ ضرورت و حاجت بات کرنے میں نرمی نہ کرنا، کیونکہ ان کے لیے مردوں سے ہم کلام ہونا جائز نہیں ہے، مگر پردے کے پیچھے سے اور ان سے اختلاط کیے بغیر اور یہ امر کسی سے مخفی نہیں ہے کہ الحمد للہ وہ برآمدے مہیا و میسر ہیں جو عورتوں کے لیے خاص ہیں جن میں مردوں کا داخلہ ممنوع ہے۔

(4) خواتین عملے کی طرف سے زینت ظاہر نہ کرنا اور سارے بدن کو ڈھانپتے ہوئے شرعی حجاب و پردے کی پابندی کرنا جس میں چہرے اور ہتھیلیوں کا ڈھانپنا اور چھپانا بھی شامل ہے۔

(5) مرد ڈاکٹرز، خواتین ڈاکٹرز اور ان کے معاونین پر (مریض کے) ستر اور شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، الا یہ کہ اس کی کوئی انتہائی ضرورت ہو اور جب

کبھی اس کی ضرورت ہو تو اسی قدر نگاہ ڈالی جائے جتنی ضرورت ہو اور صرف اسی جگہ کو دیکھا جائے جہاں دیکھنے کی ضرورت ہو، کیونکہ واجب اور ضروری تو یہ ہے کہ مرد کا معاینہ مرد ڈاکٹر کرے اور عورت کا معاینہ لیڈی ڈاکٹر کرے، مگر جب یہ سہولت میسر نہ ہو اور ضرورت کا تقاضا سخت ہو تو ایک کے دوسرے کے معاینہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ وہ اپنے اوپر واجب شرعی امانت کو ادا کرنے والا ہو۔ وہ صرف بیماری کی جگہ اور عضو کو دیکھے اور وہ ایسے شخص کی موجودگی میں معاینہ کرے جس کی موجودگی سے ممنوع خلوت کی نفی ہوتی ہو اور مریض عورت کے ساتھ اگر میسر ہو تو اس کے ولی کا ہونا ضروری ہے۔

6. ہسپتال کے تمام عملے پر واجب ہے کہ وہ مریضوں کے راز فاش نہ کریں اور اس طرح کے امور میں راز داری اختیار کریں، کیونکہ مریضوں کے راز فاش کرنے سے، اس کے امانت میں خیانت اور رازوں کی پردہ دری کرنے کے ساتھ ساتھ ایسی خرابیاں پھوٹتی ہیں جو کسی سے مخفی نہیں۔

7. تمام عملے پر واجب ہے کہ وہ کسی معاملے میں کفار سے مشابہت اختیار نہ کریں، کیونکہ اس کے حرام ہونے کے متعلق واضح ممانعت موجود ہے اور مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین پر قائم رہنے اور اس کی طرف اپنی نسبت کرنے کے ساتھ ہی عزت پکڑے اور کسی قسم کی کمزوری، احساس کمتری اور شکست خوردگی کا احساس دل میں نہ آنے دے۔

(اللجنة الدائمة: 18589)

204- ڈاکٹر کا آپریشن کرنے کے لیے دو نمازوں کو جمع کرنا

سوال جب ڈاکٹر آپریشن کرنے کے لیے آپریشن تھیٹر میں داخل ہو اور آپریشن کے مشکل ہونے کی وجہ سے اس میں کافی وقت صَرف ہو جائے تو کیا اس کے لیے نمازوں کو جمع کر کے ادا کرنا جائز ہوگا؟

جواب جب آپریشن شروع کرنے سے پہلے مثلاً ظہر کا وقت شروع ہو جائے اور ڈاکٹرز اور ان کے معاونین کو یہ معلوم ہو کہ عموماً یہ آپریشن رات تک جاری رہے گا اور وہ یہ بھی نہیں کر سکتے کہ نماز عصر کے وقت آپریشن کو درمیان میں چھوڑیں کیونکہ اس سے مریض کی جان کو خطرہ ہے اور غالب گمان ہے کہ آپریشن درمیان میں چھوڑنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے گی اور آپریشن کے خطرناک ہونے کی وجہ سے وہ یہ بھی نہیں کر سکتے کہ باری باری کچھ افراد آپریشن کے کام میں مصروف رہیں اور کچھ نماز ادا کر لیں یا ان میں سے جو ماہر ڈاکٹر ہے اس کا آپریشن کے اختتام تک وہاں موجود رہنا ضروری ہو تو اس صورت حال میں میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے جائز ہے کہ وہ آپریشن شروع کرنے سے تھوڑی دیر پہلے ظہر کے ساتھ ہی عصر کی نماز کو مقدم کر کے ادا کر لیں، کیونکہ یہ ایک معقول عذر ہے یا بارش، سفر اور خوف کی طرح یا اس سے بھی سخت نمازیں جمع کرنے کے جواز کی دلیل ہے، لیکن اگر انھیں معلوم ہو کہ آپریشن شام سے پہلے ختم ہو جائے گا تو وہ نمازِ عصر کو اس کے آخری وقت تک لیٹ کر لیں، اگرچہ وہ غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے فارغ ہوں تو وہ نماز عصر کو اس کے آخری وقت میں پانے والے شمار ہوں گے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاوىٰ الشرعية في المسائل الطبيه: 30/2)

205- غیر مسلم کا مسلمان عورتوں کا دوائی دارو کرنا

سوال برطانیہ کے ہسپتالوں میں اکثر ڈسپنسر اور دیکھ بھال کرنے والے غیر مسلم مرد ہوتے ہیں اور وہی وضع حمل اور زچگی کے وقت مسلمان عورتوں کی دوائی دارو اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔ کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

جواب جی ہاں! صرف حرج ہی نہیں بلکہ یہ حرام ہے، کیونکہ اس میں وضع حمل کے وقت اجنبی مردوں اور وہ بھی غیر مسلم مردوں کے مسلمان عورتوں کے ستر کو دیکھنے کی خرابی لازم آتی ہے، حالانکہ اس کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ مردوں سے عورتوں کا علاج معالجہ اور دیکھ بھال کروائی جائے کیونکہ اس کا پورا امکان موجود ہے کہ خواتین نرسوں وغیرہ سے مریض عورتوں کی خدمت اور دوائی دارو کرنے کا کام لیا جائے۔ مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو مردوں کے سامنے دوائی دارو اور علاج معالجے کے لیے پیش کرے، بلکہ وہ کوشش کر کے ایسے ہسپتال، عورتوں کے لیے خاص ڈسپنسری اور کلینک سے اپنا علاج معالجہ کروائے یا بچہ پیدا کرے، جہاں پر اس کا دین محفوظ ہو۔ وہ علاج معالجے کے معاملے میں ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے اس کی عزت مخدوش اور اس کی حرمت پامال ہو۔ (اللجنة الدائمة: 2922)

206- ڈاکٹر کا مریض سے (اس کی کسی مصلحت کی خاطر) جھوٹ بولنا اور اسے خلاف واقعہ خبر دینا

جب مریض سے جھوٹ بولنے کا اسے فائدہ ہو، اسے یا کسی دوسرے کو نقصان نہ ہو تو یہ جائز ہے، اور اگر ممکن ہو کہ مرد ڈاکٹر یا لیڈی ڈاکٹر صریح جھوٹ

کے بجائے توریہ کی زبان استعمال کریں تو یہ زیادہ احتیاط والا اور احسن عمل ہے۔
(اللجنة الدائمة: 6908)

207- بعض لوگوں کا نرسوں کو "رحمت کے فرشتے" لقب دینے کا حکم

نرسوں پر اس کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس پر یہ لفظ بولنے کی کوئی مناسبت ہی موجود ہے، کیونکہ بعض نرسیں عیسائی ہوتی ہیں، جیسا کہ یہ عام مشاہدہ ہے، یا بدھ مذہب کی پیروکار ہوتی ہیں اور ان میں سے اکثر بے پردہ اور زیب و زینت کا اظہار کرنے والی ہوتی ہیں اور وہ یہ تک نہیں جانتی ہوتیں کہ اجنبی مردوں سے حجاب اور پردہ کرنا چاہیے، اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ رحمت کے فرشتے وہ ہیں جو مومن کی روح قبض کرنے کے لیے نازل ہوتے ہیں اور وہ اس حال میں اترتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنتی کفن اور لباس ہوتے ہیں، نیز ان کے پاس جنت کی مُردوں کو لگانے والی خوشبو ہوتی ہے۔

بخاری و مسلم میں مروی حدیث میں ایک شخص کا ذکر ہے، جس نے سو آدمی قتل کیے، پھر اس نے توبہ کی اور ہجرت کرنے کے لیے اپنے وطن سے نکل کھڑا ہوا، راستے میں اسے موت نے آلیا، اس کے متعلق رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کا آپس میں تکرار اور جھگڑا ہوگیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمت کے فرشتے اللہ تعالیٰ کے وہ تابع فرمان غلام اور بندے ہیں جو رحمت الٰہی لے کر اترتے ہیں، سو اس بنا پر خواتین نرسوں کا نام "ملائكة الرحمة" (رحمت کے فرشتے)، جو نام اللہ رب العزت کے فرشتوں کے ساتھ خاص ہے، رکھنا جائز نہیں ہے، اگرچہ وہ نرسیں اپنے دل میں رحمت کے جذبات

رکھتی ہیں اور مریضوں کے ساتھ حسن سلوک کرتی ہیں، پھر بھی ان کے لیے "ملائکۃ الرحمۃ" کے بجائے ان کے اس کام کی مناسبت سے کوئی اور نام اور لقب رکھنا چاہیے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیۃ فی المسائل الطبیۃ: 8/2)

208- ایسے ڈاکٹر کا آپریشن کرنے میں پیش قدمی کرنا جو آپریشن کرنے کا ماہر نہ ہو

ڈاکٹر کے لیے ایسا سرجری آپریشن کرنا جائز نہیں ہے جس میں وہ ماہر نہ ہو، کیونکہ اس میں مسئولیت اور ذمہ داری کے حوالے سے کوتاہی پائی جاتی ہے اور بغیر شرعی جواز کے دوسرے کی حرمت پر زیادتی پائی جاتی ہے۔ اور جب کوئی ڈاکٹر عدم مہارت کے باوجود کوئی آپریشن کرے تو وہ اس آپریشن کے نتیجے میں ہونے والے ہر ضرر و نقصان کا ذمے دار ہوگا۔ (اللجنۃ الدائمۃ: 20913)

209- اپنی زندگی سے مایوس مریض کا خون نکال کر ڈاکٹر کی ٹریننگ اور تربیت

ٹریننگ اور تربیت کی خاطر مریضوں کا خون نکالنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ ایسے مریض ہی کیوں نہ ہوں جن کی شفایابی کی امید نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں ان کا نقصان ہے اور ان پر ظلم ہے، مگر جس مریض کے ہوش و حواس قائم ہوں اور وہ دوسرے کی مصلحت کی خاطر اپنا خون نکالنے کی اجازت دے دے تو اس صورت حال میں خون نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ ایسا کرنا اس کے حق میں ضرر رساں نہ ہو۔ (اللجنۃ الدائمۃ: 6908)

210- ڈسپنسر کو نصیحت

سوال ایک آدمی بطور ڈسپنسر ملازمت کرتا ہے، دورانِ آپریشن ڈاکٹرز کی معاونت کرتا ہے اور مریضوں کے معاملات کی نگرانی کرتا ہے اور ان کی ضروریات مہیا کرتا ہے، آپ اسے کیا نصیحت اور راہنمائی فرمائیں گے؟

جواب سب سے پہلے ہم اسے اپنے کام میں اخلاص اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنا کام اور ذمہ داری پوری کرے، وقت کی پابندی کرے اور جب بھی اس کی ضرورت پڑے وہ فوراً حاضر ہو جایا کرے۔ وہ ڈاکٹر کو اپنے کام میں خیر خواہی کرنے اور اللہ کی رضا و خوشنودی کو پیش نظر رکھنے کی طرف راہنمائی کرتا رہے، مریضوں کی مصلحت اس کے پیش نظر رہے اور وہ ان کے درمیان عدل و انصاف اور برابری کرے، کمزور اور تنگ دست مریضوں کے ساتھ نرمی کرے اور ان کی خدمت بجا لانے کی حرص رکھے اور ان کے حوالے سے واجبات کو ادا کرے۔

ایسے ہی ہم اسے یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ مریضوں کی صحیح راہنمائی کرے اور ان کو وعظ و نصیحت کرے اور ان کے سامنے اس حقیقت کو واضح کرے کہ شفا تو صرف اللہ کی طرف سے ہے، چنانچہ اللہ ہی ہے جس نے بیماری اتاری ہے اور وہی اسے جب چاہے گا رفع کرے گا، اور مریض کے ذمے لازم ہے کہ اپنے رب کی یاد اور ذکر کا دلدادہ ہو، اس سے دعائیں مانگے، اس کے سامنے گریہ وزاری کرے اور اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرے۔

نیز ڈسپنسر کے ذمے یہ واجب ہے کہ وہ مریضوں کو وصیت کرنے کی نصیحت کرے اور ان کو اس بات کی یاد دہانی کرائے کہ موت تو بہر صورت آ کر

ہی رہے گی، لہٰذا تمھیں موت کے بعد والی زندگی کے متعلق تیاری کرنی چاہیے، ان کاموں سے اس سے اوپر والے ڈاکٹرز کو اس کے نیچے والے مریضوں کو فائدہ ہوگا، ایسے ہی اس پر یہ واجب ہے کہ وہ اسلام کے مظاہر کو اختیار کرے، چنانچہ وہ حرام چیز دیکھنے سے اپنی نگاہ کو پست رکھے اور نماز کی حفاظت کرے اور مریضوں کو بھی نماز ادا کرنے کی نصیحت کرے، کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت کرے، تاکہ وہ ان لوگوں کے لیے نمونہ بن جائے جن سے اللہ تعالیٰ خیر و بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 18/1)

211- بعض لوگوں کے لیے یہ کہنے "اگر ڈاکٹر نہ ہوتا تو مریض فوت ہو جاتا" پر شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟

اگر فلاں ماہر پائیلٹ نہ ہوتا تو ہوائی جہاز گر جاتا۔ اگر فلاں ٹیچر اور استاد نہ ہوتا تو طالب علم فیل ہو جاتے! اس قسم کی باتیں کرنا جائز اور درست نہیں ہے، کیونکہ لوگوں کے افعال و اعمال اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے کے تحت ہیں، اللہ کی قدرت اور ارادہ مقدم ہے، اس لیے واجب ہے کہ یوں کہا جائے: اگر اللہ تعالیٰ اور پھر فلاں نہ ہوتا (تو ایسے ایسے ہو جاتا) تاکہ ڈاکٹر یا ٹیچر کا فعل اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے ارادے، تخلیق اور مشیئت سے پیچھے رہے اور اللہ کا ارادہ و قدرت مقدم رہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا﴾ [النحل: 83] کی تفسیر میں عون بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت

نقل کی ہے کہ لوگ کہا کرتے ہیں: اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے یہ یہ نقصان ہوتا اور اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے یہ نقصان نہ ہوتا۔ لوگوں کے اس کلام کے ضمن میں نعمت کی نسبت کو اس سے کاٹ دیا گیا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو نعمت ہی نہ ہوتی اور اس کلام میں نعمت کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے جو اپنے نفس کے لیے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے۔ اگر وہ اس کام کا سبب بھی بنا ہو تو سبب کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے خود مختار نہیں ہوتا، یہ تو محض رب تعالیٰ کا اس پر انعام ہے کہ اس نے فلاں کو اس کے فائدے یا نقصان سے بچنے کا سبب بنا دیا اور اگر اللہ چاہے تو وہ اس کی سببیت کو چھین بھی سکتا ہے۔ اسی طرح بعض سلف نے اس کو لوگوں کی اس بات کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ آب و ہوا سازگار تھی اور کپتان ماہر تھا (اس لیے کشتی اور بحری جہاز کنارے جا لگے) یعنی ان باتوں کے ساتھ جن میں مسبب الاسباب کو بھول کر سبب کی نسبت مخلوق کی طرف کی گئی ہوتی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾ [البقرۃ: 22] کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ انھوں نے کہا: اللہ کے انداد بنانے کا مطلب شرک کرنا ہے، پھر انھوں نے بیان کیا کہ تمھارا یہ کہنا بھی اس شرک میں شامل ہے: اگر ہمارے پاس یہ کتیا نہ ہوتی تو ہمارے گھر چور آجاتے اور اگر گھر میں یہ بطخ نہ ہوتی تو چور آجاتے۔

سو اس بنا پر اس شخص کو یہ نصیحت کی جاتی ہے، جو کہتا ہے: اگر ڈاکٹر نہ ہوتا تو مریض مر جاتا کہ وہ یوں کہا کرے: اگر اللہ پھر فلاں ڈاکٹر نہ ہوتا (تو مریض مر جاتا) اور ایسے ہی وہ یوں کہا کرے: اگر اللہ پھر فلاں ماہر پائیلٹ نہ ہوتا (تو ہوائی جہاز گر کر تباہ ہو جاتا) یا اگر اللہ پھر فلاں ٹیچر نہ ہوتا (تو طلبہ فیل

ہو جاتے) اگرچہ ان تمام کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیة في المسائل الطبیه: 26/1)

212- ہسپتال کے خواتین عملے کے لیے تنگ لباس پہننے کا حکم

لیڈی ڈاکٹرز یا نرسوں یا ان کے علاوہ دیگر خواتین عملے کے لیے واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور ایسا باوقار اور باحیا لباس زیب تن کریں، جس سے ان کے اعضاءِ بدن کا حجم نمایاں نہ ہوتا ہو یا وہ ایسا لباس پہنا کریں جو اسبابِ فتنہ کو روکنے والا ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ)) ”عورت پردہ (چھپائے جانے کے لائق) ہے۔“

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: رِجَالٌ بِأَيْدِيهِمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا))[1]

”جہنم کی آگ میں جانے والے لوگوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جو میں نے ابھی تک نہیں دیکھی ہیں (مگر وہ عنقریب پیدا ہوں گی) ایک وہ (حکمران) قوم جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے جن کے ساتھ وہ لوگوں کو ماریں گے اور ایک قسم ان عورتوں کی جو لباس پہننے کے باوجود ننگی محسوس ہوں گی، وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود لوگوں کی طرف مائل ہوں گی،

[1] صحیح مسلم [2128/125]

ان کے سر بختی اونٹنی کی مائل ہونے والی کوہانوں کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو ہی پا سکیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے (لمبے) فاصلے سے سونگھی جائے گی۔"

یہ حدیث مذکورہ بالا عورتوں کے حق میں بہت بڑی وعید ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 427/9)

213- کیا مسلمان عورت کے لیے عیسائی عورت سے علاج معالجہ کروانا جائز ہے؟

جی ہاں! مسلمان عورت کا عیسائی عورت سے علاج معالجہ کروانا جائز ہے، بشرطیکہ اس عیسائی عورت کے متعلق ہمیں وثوق ہو کہ ہم اس کے دھوکے اور فریب سے محفوظ رہیں گے، اور اگر علاج معالجے کے لیے مسلمان لیڈی ڈاکٹر میسر ہو تو یہ افضل اور بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ﴾

[البقرۃ: 221]

"اور یقیناً ایک مومن لونڈی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھی لگے۔" (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 33/194)

دوسری قسم

روحانی بیماریاں

اور

ان کا علاج

1. دم کے احکام ومسائل۔
2. تعویذوں کے احکام ومسائل۔
3. جادو کا علاج۔
4. مرگی جنون اور آسیب زدگی کا علاج۔
5. وسوسہ۔
6. حسد۔

دم کے اَحکام و مسائل

214- دم اور جھاڑ پھونک کا حکم

دم کرنا مشروع ہے، بشرطیکہ قرآن، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ، مسنون دعاؤں اور جو ان کے مفہوم میں ہیں، ان کے ساتھ دم کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ چیزیں محض اسباب ہیں، جبکہ نفع و نقصان اور شفا کا مالک صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا بَأْسَ بِالرُّقیٰ مَا لَمْ تَکُنْ شِرْکًا))[1]

"دم کرنے (کروانے) میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ شرک پر مشتمل نہ ہوں۔"

یقیناً آپ ﷺ نے دم کیا بھی ہے اور آپ ﷺ کو بھی دم کیا گیا ہے۔ رہے وہ دم جن سے منع کیا گیا ہے تو وہ ایسے دم ہیں جو ان دموں کے خلاف ہوں جن کا ہم نے تذکرہ کیا ہے، جیسا کہ اہلِ علم نے اس کی صراحت و وضاحت کی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3189)

215- شرعی دم کا بیان

اس مسئلے میں مختار مذہب یہ ہے کہ شرعی دم کے ذریعے سے علاج کرنا

---

[1] صحیح مسلم [2200/64]

جائز اور درست ہے اور شرعی دم وہ ہے جو مریض پر (قرآن اور ادعیہ مسنونہ وغیرہ) پڑھ کر کیا جاتا ہے، دلیل اس کی نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«لَا بَأْسَ بِالرُّقَىٰ مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا» ❶

''دم کرنے (کروانے) میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ شرکیہ نہ ہوں۔''

نیز دم کے متعلق آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

«مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ» ❷

''جو شخص اپنے کسی بھائی کو (دم وغیرہ کے ذریعے سے) فائدہ پہنچا سکتا ہو تو وہ ایسا کر لے۔''

آپ ﷺ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئی ہوئی جماعت کے زہریلے جانور کے کاٹے ہوئے پر سورۃ الفاتحہ کے دم کرنے کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا:

«وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟» ❸

''تمھیں کس نے بتایا کہ یقیناً وہ (سورۃ الفاتحہ) دم ہے؟''

یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دم کیا ہے، اور جب آپ ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کر دیا تھا، تو جبریل علیہ السلام کے دم کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شفا عطا کر دی تھی۔ شرعی دم کا طریقہ یہ ہے کہ قرآنی آیات جیسے سورۃ الفاتحہ، معوذتین (سورت فلق اور ناس) سورۃ الاخلاص، آیۃ الکرسی، سورۃ البقرہ کی آخری آیات، سورت آل عمران کی ابتدائی آیات، آیاتِ شفاء، آیاتِ تخفیف، آیاتِ سکینت، آیاتِ توحید اور اس طرح کی

---

❶ صحيح مسلم [2200/64]

❷ صحيح مسلم [2199/61]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث [2276] صحيح مسلم [2201/65]

دیگر آیات پڑھ کر دم کرنا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دم کرنے والے کا دم اتنا ہی مؤثر ہوگا جتنا دم کرنے والا راہِ راست پر گامزن، اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار، نیک اعمال بجا لانے والا، گناہوں سے بچنے والا، حرام کاموں، بے حیائی کے کاموں اور اس قسم کی دیگر سیئات سے بچنے والا ہوگا۔ ایسے ہی جس کو دم کیا جا رہا ہے، اس کا مومن، صحیح الایمان اور کتاب و سنت پر عامل ہونا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ [الإسراء: 82]

''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾ [حم السجدة: 44]

''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔''

پس دم کرنے والا اور دم کروانے والا جتنے قابل ستائش صفات کے مالک ہوں گے تو اللہ کے اذن و حکم سے دم اتنا ہی زیادہ مؤثر ہوگا۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 7/1)

216- دم کرنے والے کے جنوں پر قابو پانے کی غرض سے عورت کے کسی عضو کو چھونے کا حکم

دم کرنے والے کے لیے عورت کے بدن کے کسی حصے کو چھونا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ اسے چھوئے بغیر کچھ پڑھ کر دم کرے۔

بہر صورت دم کرنے والے اور ڈاکٹر کے طریقہ عمل میں فرق ہے، کیونکہ بعض اوقات ڈاکٹر کے لیے اس جگہ اور عضو کو، جس کا وہ علاج کرنے جا رہا ہے، چھوئے بغیر علاج کرنا ممکن نہیں ہوتا، برخلاف دم کرنے والے کے اس کا طریقہ و علاج کچھ پڑھنا اور پھونکنا ہوتا ہے جو کسی عضو کو چھونے پر موقوف نہیں ہے، لہٰذا چھوئے بغیر بھی دم کرنا ممکن ہے۔ واللہ اعلم (اللجنة الدائمة: 20361)

217- ٹیلی فون کے ذریعے سے دم کرنے کا حکم

ضروری ہے کہ مریض پر دم بلاواسطہ اور براہِ راست ہو، چنانچہ لاؤڈ سپیکر یا ٹیلی فون کے ذریعے سے دم کرنا صحیح اور درست نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ دم، آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریقۂ دم اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں (تابعین اور اتباع تابعین وغیرہ) کے طریقۂ دم کے خلاف ہے، جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ» [1]

''جس شخص نے ہمارے اس دین کے معاملے میں کوئی نیا کام یا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2697] صحيح مسلم [1718/17]

طریقہ نکالا، جو دین میں سے نہیں ہے، تو وہ مردود ہوگا۔" واللہ اعلم

(اللجنة الدائمة: 20361)

218- یہ کہاں تک درست ہے کہ نظر زدہ مریض کو دورانِ دم نظر لگانے والے کا تصور اور صورت ذہن میں لانا چاہیے؟

دورانِ دم نظر زدہ مریض کا نظر لگانے والی کی صورت کا ذہن میں لانا اور دم کرنے والے کا اسے ایسا کہنا ایک شیطانی عمل ہے، جو ہرگز جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ تو شیاطین سے مدد لینے کے مترادف ہے، کیونکہ وہ شیاطین ہی ہوتے ہیں جو انسانی شکل میں اس شخص کا روپ دھار کر اس کے ذہن میں آتے ہیں جس نے اسے نظر لگائی ہوتی ہے، یہ ایک حرام کام ہے، کیونکہ یہ تو شیاطین سے استغاثہ اور مدد طلب کرنے کے مترادف ہے، نیز اس لیے بھی یہ کام حرام ہے کہ یہ لوگوں کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے اور لوگوں کے درمیان خوف اور رعب پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی زد میں داخل ہے:

﴿ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ [الجن: 6]

"اور یہ کہ بلاشبہہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔" (اللجنة الدائمة: 20361)

219- چند اشخاص کا مریض کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھنے اور بعض سورتوں کی اختتامی آیات پڑھنے کا حکم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مریض کی شفا طلبی کے لیے اس پر قرآن مجید پڑھنا بایں طرح کہ قرآن مجید پڑھ کر اس کے پورے وجود پر یا صرف متاثرہ حصے پر پھونک مارنا نبی اکرم ﷺ کی ثابت شدہ سنت ہے اور اللہ کے اذن و حکم سے شافی ادویات میں سے سب سے زیادہ نفع مند دوائی ہے، ان میں سے بھی سب سے زیادہ مفید سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، اور سورۃ الناس ہے، ویسے تو پورا قرآن ہی شفا ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ﴾ [حم السجدة: 44]

''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے۔''

(اللجنة الدائمة: 15420)

220- جنوں کا انسانوں پر ظلم و زیادتی کرنا

یہ درست ہے کہ جن انسان کو چمٹ جاتا ہے، اس میں داخل ہو جاتا ہے، کیونکہ جن بلا جسم کے صرف روح پر مشتمل (ایک مخفی اور پوشیدہ) مخلوق ہے، تو جن کی یہ روح خفیف ہونے کی بنا پر انسانی جسم میں داخل ہو کر اس پر کسی قدر اس طرح غلبہ حاصل کر لیتی ہے کہ انسانی روح کا احساس باقی نہیں رہتا، اس لیے اس انسان کی زبانی جن بولتا ہے اور اس کے جسم پر تصرف کرتا ہے۔ جب اس انسان کو مارا جاتا ہے تو اس کی تکلیف اس میں داخل ہونے والے جن کو ہوتی ہے، حتی کہ جب وہ جن اس انسان سے جدا ہوتا ہے تو انسان کو اپنے پر

گزرنے والے حالات کے متعلق کچھ بھی یاد نہیں ہوتا اور نہ اس انسان پر مار پیٹ کے اثرات ونشانات ہوتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جب جن اس انسان میں گھسا ہوتا ہے تو اس انسان سے عجیب وغریب افعال واعمال سرزد ہوتے ہیں، جیسے آگ میں کود جانا، اس کا آگ کے انگارے نگل جانا، بھاری بھاری اشیا اٹھا لینا، اپنے آپ کو بڑے پتھر سے مارنا اور اس جیسی دیگر حرکات کا مرتکب ہونا۔

انسانوں کو تنگ کرنے والے مذکورہ افعال صرف وہی جن کرتے ہیں جو سرکش اور اللہ کے نافرمان اور باغی ہوتے ہیں۔ ایسا کرنا دین اسلام میں ایک بہت بڑا گناہ ہے اور اس کا مرتکب مجرم شمار ہوتا ہے۔

اب رہا ان جنوں سے محفوظ رہنے اور بچنے کا طریقہ تو وہ یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، نیز آیۃ الکرسی، سورۃ البقرۃ کی اختتامی آیات اور اس طرح کی دیگر آیات کی تلاوت کی جائے، اوراد و وظائف اور وہ دعائیں پڑھی جائیں جن کے صبح وشام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کثرت سے شیاطین اور ان کے متبعین سے اللہ کی پناہ طلب کی جائے اور جب بھی کوئی شخص مرگی یا جن کے چمٹ جانے کے عارضے میں مبتلا ہو تو قرآن کے ذریعے سے اس کا علاج کیا جائے۔ کچھ ایسے اسپیشلسٹ قراء اور عاملین موجود ہیں جو جن نکالنے کا کام کرتے ہیں اور انھیں جن نکالنے کے عمل کی خوب معرفت حاصل ہوتی ہے، چاہے انھیں جنوں کو قتل کر کے ہی نکالنا پڑے۔ یہ عمل ان کے ہاں خوب معروف و مشہور ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیہ فی المسائل الطبیہ: 19/1)

221- سانپ، بچھو اور پھنسی کا دم

سوال کیا بچھو، سانپ کے کاٹنے اور پہلو میں نکلنے والی پھنسیوں کا

ایک ہی دم ہے یا کہ ان کا الگ الگ دم ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک کا الگ دم ہے تو وہ کیا ہے؟

جواب قرآن اور جو کچھ بھی قرآن مجید سے میسر ہو اس سے دم کرنا مفید ثابت ہوتا ہے، ایسے ہی سنت سے ثابت شدہ دعاؤں کے ذریعے سے دم کرنا بھی مفید ہے، جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں عرب قبیلے کے سردار کو دم کرنے کا ذکر ہے، جسے کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا تھا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (یا کوئی دوسرے صحابی) دم کرنے کے لیے گئے اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الفاتحہ: 1] (سورۃ فاتحہ) پڑھ کر اس کو دم کیا تو وہ سرداریوں صحت مند ہو گیا جیسے کوئی بندھا ہوا شخص رسی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کلام مکمل شفا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ﴾ [حم السجدة: 44]

''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے۔''

اور سورت فاتحہ میں بھی شفا ہے، جسے فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے، اسے ام الکتاب بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے بنیادی اور جامع اسماء کا تذکرہ ہے، نیز اس میں آخرت، توحید اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرنے کا بیان ہے۔

زہریلی چیزوں کے کاٹنے سے جو دم کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک دم ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور معوذتین کے ساتھ کیا جانے والا دم ہے، کیونکہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ میں علمی اور اعتقادی توحید کا ذکر ہے اور معوذتین (سورت فلق اور ناس) میں تمام قسم کے شرور سے پناہ طلب کرنے کا بیان ہے۔

اور ایک دم وہ بھی ہے جو ان عام دعاؤں کے ذریعے سے کیا جائے، جو دعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں، مثلاً ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جس میں دم کے یہ الفاظ موجود ہیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ)) [1]

''اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔''

اور ایک دم وہ بھی ہے جو مندرجہ ذیل حدیث میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے اس متاثرہ حصے پر اپنا ہاتھ رکھتے، جس حصے میں کوئی درد یا تکلیف ہوتی اور پھر یہ کہتے:

((أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ)) [2]

''میں اللہ کی عزت اور قدرت کی پناہ پکڑتا ہوں، اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔''

اور جہاں تک ''نملہ'' کا تعلق ہے تو اس سے مراد وہ پھنسیاں ہیں جو دونوں پہلوؤں میں نکلا کرتی ہیں، جس کو وہ نکلتی ہیں وہ محسوس کرتا ہے گویا اس پر چیونٹیاں رینگ رہی اور اسے کاٹ رہی ہیں۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے (شفاء بنت عبداللہ) نے اپنا دم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برقرار رکھا۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ، الشرعیہ فی المسائل الطبیہ: 19/1)

---

[1] صحیح مسلم [2186/40]

[2] صحیح مسلم [2202/67]

222- شفا کی غرض سے غیر مسلم پر قرآن مجید پڑھنا

سوال اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الإسراء: 82]

''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔''

کیا جب کسی غیر مسلم مریض پر قرآن مجید پڑھا جائے گا تو اسے اس کا فائدہ نہیں ہوگا؟ ہمیں اس مسئلہ میں صحیح موقف کا فائدہ پہنچایئے۔

جواب مذکورہ آیت کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے، کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے:

﴿وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ [الإسراء: 82]

''اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے شفا اور رحمت کے حصول کو مومنوں کے ساتھ خاص کیا ہے، نیز یہ خبر دی ہے کہ ظالم اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے، بلکہ یہ قرآن مجید ان کے صریح اور واضح خسارے ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾ [حم السجدة: 44]

''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان

کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔‘‘

اس آیت میں قرآن مجید کو اللہ اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور شفا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، رہے غیر مومن تو قرآن مجید ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔

مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ کافر کے لیے قرآن مجید کے ذریعے سے شفا حاصل کرنا ممکن ہے۔ دلیل کے طور پر انھوں نے صحابی کا وہ واقعہ پیش کیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ ایک صحابی نے زہریلے جانور کے ڈسے ہوئے عرب قبیلے کے سردار کو دم کیا تو وہ یوں صحت مند ہو گیا جیسے وہ کسی قید سے چھوٹ گیا ہو، لیکن اس واقعہ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ جس قبیلے کے سردار کو صحابی نے دم کیا تھا، اس قبیلے کے لوگ کافر تھے، جبکہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان تھے، اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے اس قبیلے کے لوگوں کی طرف سے مہمان نوازی نہ کرنے کی وجہ سے ان پر عیب لگایا تھا۔

پھر یہ کہ قرآن مجید، جیسا کہ مذکورہ آیات میں ذکر ہوا ہے، ان ظاہری حسی امراض کا علاج اور شفا ہے جو امراض جسم کو لاحق ہوتی ہیں، جیسے بخار، سر درد، آشوب چشم اور اس طرح کی دیگر جسمانی بیماریاں ہیں، اور قرآن مجید کے ذریعے سے شفا بندے کو اپنی اصلاح اور دین پر استقامت کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے، ایسے ہی دم کرنے والے کے ایمان، اس کی معرفت اور یقین کے مطابق حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے دم کرنے والوں کی اپنے اپنے دم میں مختلف تاثیر ہے، اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید دل کی بیماریوں مثلاً شک وشبہ، شرک، نفاق، حسد، مکر اور بغض وغیرہ کے لیے بھی شفا کا ذریعہ ہے، بشرطیکہ

قرآن مجید پر تدبر اور غور و خوض کیا جائے، کیونکہ قرآن مجید کے ذریعے سے دل کی بیماریوں کا علاج کرنے کے لیے اس کی آیات کی راہنمائی میں چلنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیہ فی المسائل الطبیہ: 75/2)

223- عاملین کے لیے قواعد وضوابط

اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً شرعی دم کی اپنی ایک تاثیر ہے، جس کا فائدہ نہ صرف عمومی مریضوں کو ہوتا ہے، بلکہ یہ ان امراض میں بھی مفید ثابت ہوتا ہے جن کا ادویات کے ذریعے سے علاج مشکل ہوجاتا ہے، لیکن دم کرنے والے یا مریض کی بعض کمزوریوں، بدعملیوں اور بے عملیوں کی وجہ سے دم کی تاثیر میں کمی واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا ہم دم کرنے والے کو چند نصیحتیں کرتے ہیں تاکہ اس کمی پر قابو پایا جاسکے:

1. یہ کہ وہ اپنے عمل کو اللہ کے لیے خالص کرے اور اس عمل کے ذریعے سے اللہ کی رضا و خوشنودی کا متلاشی رہے، وہ اس کے ذریعے سے دنیوی مفادات کو سمیٹنے والا نہ بنے، کیونکہ یہ اس کے دم کی تاثیر میں کمی کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔
2. دم کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ دین کی تعلیمات کے مطابق چلے، شرعی عبادات بجا لاتا رہے، فرائض کے بعد نوافل ادا کرنے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا رہے اور کھانے پینے اور لباس میں حرام اور مکروہ چیزوں سے دور رہے، کیونکہ [ایک ضعیف] حدیث میں آتا ہے:

«أَطِبْ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ»

''حلال کھاؤ تم مستجاب الدعا بن جاؤ گے۔''

③ دم کرنے والے کو ہماری طرف سے یہ بھی نصیحت ہے کہ وہ صرف وہی دم کرے جو شرعی دم ہیں اور کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ ایسے دم ان کتابوں میں موجود ہیں جو دم اور تعویذ کے موضوع پر تحریر کی گئی ہیں۔

④ دم کرنے والے کو یہ بھی لازم ہے کہ جب وہ کسی مریض عورت کو دم کر رہا ہو تو اس عورت کے کسی محرم رشتہ دار کے بغیر اس سے تنہائی اور خلوت اختیار نہ کرے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا يَخْلُوَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ»

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ اس کے محرم رشتہ دار کے بغیر خلوت نہ کرے۔''

نیز اس پر لازم ہے کہ وہ مریض عورت کو حکم دے کہ وہ پردہ کرے اور اپنے سارے جسم کو ڈھانپ کر رکھے، اس کا دم کرنا اور جھاڑ پھونک کرنا لباس کے اوپر ہونا چاہیے، اللہ کے اذن و حکم سے یہی مفید ثابت ہوگا۔ دم کرنے والا اور جس کو دم کیا جا رہا ہے ان کی کیسی بھی حالت ہو، بہر حال مریضہ کے کسی بھی حصے کی جلد کو چھونا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ حرام اور فتنے کو بھڑکانے والا ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیہ فی المسائل الطبیہ: 81/2)

224- ایک دم کا مفہوم

سوال حدیث «بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَىٰ سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا»[1] کا مطلب و مفہوم کیا ہے؟

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5745] صحيح مسلم [2194/54]

جواب یہ حدیث ''بخاری و مسلم'' میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: جب کسی شخص کو کوئی بیماری اور تکلیف ہوتی یا اسے کوئی زخم یا پھوڑا پھنسی نکل آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سبابہ انگلی کو اپنے لعاب مبارک سے تر کرتے، پھر اسے زمین میں مٹی سے لت پت کرتے، پھر اسے زخموں وغیرہ پر ملتے اور پڑھتے:

« بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفىٰ سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا »

''اللہ کے نام کے ساتھ، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ ہمارے بیمار کو ہمارے رب تعالیٰ کے حکم سے شفا مل جائے گی۔''

یہ دم ادویات کی عدم دستیابی کی صورت میں رِستے ہوئے زخموں اور پھوڑے پھنسیوں کا ایک عمدہ علاج ہے، کیونکہ مٹی کی طبعی خاصیت یہ ہے کہ ٹھنڈی اور خشک ہوتی ہے اور پھوڑے پھنسیوں اور زخموں کی رطوبتوں کو خشک کر دیتی ہے، چنانچہ مٹی کی ٹھنڈک مرض کی گرمی کا مقابلہ کرتی ہے۔

مذکورہ حدیث کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سبابہ انگلی پر اپنا لعاب مبارک لگاتے، پھر اس انگلی کو زمین پر لگاتے اور اس کے ساتھ کچھ مٹی چپک جاتی تو پھر اس انگلی کو زخم وغیرہ پر لگاتے اور مذکورہ دعا پڑھتے۔ اس دعا میں شفا یابی کی حکمت یہ ہے کہ اس میں اللہ کے نام کا ذکر ہے اور اللہ پر توکل و بھروسا کرتے ہوئے اس کی طرف معاملے کو سپرد کیا گیا ہے۔ مادی اور روحانی دونوں قسم کے علاج جمع ہونے کی وجہ سے تاثیر میں قوت پیدا ہوجاتی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مٹیاں بہت سے امراض میں مفید ثابت ہوتی ہیں، اور اللہ کے حکم سے مختلف قسم کی بیماریوں کی شفا کا باعث بنتی ہیں، جب عام مٹی

کی یہ تاثیر ہے تو اس مٹی کے متعلق کیا خیال ہے جو روئے زمین کی تمام مٹیوں سے پاکیزہ ہے اور وہ مٹی ہے مدینہ طیبہ کی مٹی۔ پھر اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا لعاب مبارک بھی ملا ہوا ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا وہ دم ہو۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ حدیث کی اسی سے ملتی جلتی شرح ذکر کی ہے، واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیہ فی المسائل الطبیہ: 79/2)

225- بیماریوں کا پھیلنا اور ان کے علاج معالجہ کے لیے شعبدہ بازوں اور جادوگروں کے پاس جانا

آج کل جو بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں ان میں سے اکثر کا سبب آسیب، انقلاب زمانہ، (بد اعمالیوں کی طرف) جھکاؤ اور میلان اور نظر بد کا لگ جانا ہے۔ ویسے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، مگر ان بیماریوں کے اسباب ایمان کا کمزور ہونا، ذکر، دینداری اور عمل صالح کے ذریعے سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے میں کمی کا واقع ہو جانا وغیرہ ہیں، کیونکہ جادوگر اور شعبدہ باز صرف انھی لوگوں پر تسلط اور غلبہ حاصل کر پاتے ہیں جو ایمان کی کمی کا شکار ہوتے ہیں اور معاصی کے مرتکب ہوتے ہیں، جبکہ وہ اہلِ ایمان، اہلِ یقین اور اہلِ احسان پر کسی قسم کا کوئی زور نہیں چلا پاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جادوگر جادو کرنے کے لیے شیاطین اور سرکش جنوں سے مدد لیتے ہیں اور وہ شیاطین و جن معاصی کے مرتکب اور گناہ گار لوگوں ہی پر غلبہ و تسلط حاصل کر پاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ

بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ [النحل : 100,99]

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں۔اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔''

پس جب آدمی ذکرِ الٰہی، دعا، اوراد و وظائف، تلاوتِ قرآن اور نیکیوں کے ذریعے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے، حرام کاموں سے بچے، اپنے گھر سے آلاتِ لہو ولعب، گانوں، تصویروں اور فحش فلموں کو دور رکھے اور ظاہری و باطنی گندگیوں سے اپنے آپ کو پاک رکھے تو اللہ کے حکم سے ایسا شخص شیاطین کے فریب، حیلے اور ان کے غلبہ وتسلط سے محفوظ رہے گا، اور جب وہ گانے بجانے، لہو ولعب، فتنہ وفساد، راگ وسُر اور موسیقی میں ملوث ہوگا تو وہ خود شیاطین کو اپنے اوپر غلبہ و تسلط عطا کرے گا، پس اس پر جادو اثر انداز ہوگا، مکاروں کے مکر، شعبدہ بازوں کی شعبدہ بازیاں اور ان کی کہانت وغیرہ اس پر چلے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اطباء اور ڈاکٹرز کے لیے مذکورہ بیماریوں پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے، ان کا علاج تو صرف تلاوت قرآن، مسنون دعاؤں اور مسنون اوراد و وظائف کے ذریعے سے ممکن ہوتا ہے، چنانچہ اس کے لیے مخلص اور نیک قراء اور عاملین کی ضرورت ہوتی ہے، جو مریض کو اپنی عملی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہیں، نیز اس کو اپنی دینداری کی طرف پلٹ جانے، اس پر استقامت اختیار کرنے، توبہ و استغفار کرنے، حرام کاموں سے باز آنے اور اللہ سے شفا طلب کرنے میں اور اسی پر کامل بھروسا اور اعتماد کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔

اسی طرح حکومتی سرپرستوں اور منتظمین پر واجب و لازم ہے کہ وہ ایسے جادوگروں اور کاہنوں کا خاتمہ کریں جنھوں نے مسلمانوں کے اندر ایسی مشکل العلاج بیماریوں کو پھیلا رکھا ہے، تاکہ وہ اسلامی معاشروں میں مزید اس قسم کی امراض نہ پھیلا سکیں۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیہ فی المسائل الطبیہ: 10/1)

226- زچگی میں عورت کے پڑھنے کے لیے ایک دعا

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب طب نبوی کے حرف کاف کے ضمن میں لکھا ہے کہ خلال رحمہ اللہ کا بیان ہے، مجھے عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ وہ اس عورت کو، جو عسرِ ولادت اور زچگی کے عمل کے مشکل ہونے میں مبتلا ہو، سفید رنگ کے صاف و شفاف جام میں یہ لکھ کر دیتے تھے: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (اللہ حلیم و کریم کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اللہ پاک ہے جو عرش عظیم کا رب ہے، سب تعریف اللہ کے لیے ہے، سارے جہانوں کا پالنے والا ہے)۔

﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ﴾ [الأحقاف: 35]

"جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے، یہ پہنچا دینا ہے۔"

نیز یہ لکھتے

﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا﴾

[النازعات: 46]

”گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔“

وہ اس عمل کی دلیل کے طور پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسی گائے کے پاس سے گزرے جو حاملہ تھی اور اس کا بچہ اس کے پیٹ میں رکا ہوا تھا، باہر نہیں آ رہا تھا، اس گائے نے عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: اے اللہ کے کلمے! اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس تکلیف و آزمائش سے نجات دے دے جس میں میں مبتلا ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے ایک نفس کو دوسرے نفس سے پیدا کرنے والے! اے ایک نفس کو دوسرے نفس سے نجات دینے والے! اے ایک نفس کو دوسرے نفس سے نکالنے والے! اس گائے کو عسرت ولادت سے نجات دے، چنانچہ اس گائے نے فوراً ہی اپنا بچہ پیدا کر دیا اور ناگہاں وہ کھڑی اس کو سونگھ اور چاٹ رہی تھی۔ جب عورت پر زچگی کا عمل مشکل ہو جائے تو یہ الفاظ اس کو لکھ کر دے دو۔ سلف میں سے بعض نے قرآن کی بعض آیات لکھ کر پینے کی رخصت عنایت کر رکھی ہے اور اسے اسی شفا طلبی کا حصہ قرار دیا ہے، جو شفا اللہ نے قرآن میں رکھی ہے۔

اور صاف برتن میں یہ آیات لکھی جائیں:

﴿ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَإِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ﴾ [الإنشقاق: 1 تا 4]

”جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور یہی اس کا حق ہے۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور اس میں جو کچھ ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔“

اور اس برتن میں پانی ڈالا جائے اور وہ پانی کچھ حاملہ کو پلایا جائے اور کچھ اس کے پیٹ پر چھینٹے مارے جائیں۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیہ في المسائل الطبیة: 15/1)

227- دم کرنے کی اجرت و مزدوری لینے کا حکم

جب امر واقع یہ ہے کہ تم شرعی دم کے ساتھ مریضوں کا علاج کرتے ہو اور تم ہر ایک کو صرف وہی دم کرتے ہو جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے اور تم اس مسئلے میں اس کی طرف قصد و رجوع کرتے ہو جو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتابوں میں ذکر کیا ہے اور جو علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد'' میں لکھا ہے، نیز تم اہل السنۃ والجماعۃ کی کتابوں کی طرف ہی رجوع کرتے ہو تو تمھارا عمل جائز ہے اور تمھاری کوشش کی قدر کی جائے گی۔ تم ان شاء اللہ اس پر اجر و ثواب کے مستحق ہوگے اور تمھارے لیے اپنے اس عمل پر اجرت و مزدوری لینا جائز ہے، دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 2734)

228- شفا طلبی کی غرض سے کسی معین شخص کی طرف سے آبِ زم زم پر کچھ پڑھنے کا حکم

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے آبِ زم زم نوش فرمایا اور آپ ﷺ اسے اپنے ساتھ بھی لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے آبِ زم زم پینے کی رغبت دلائی اور فرمایا:

«مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ»[1]

''آب زم زم جس نیت و ارادہ سے پیا جائے وہ پورا ہوتا ہے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آبِ زم زم پلانے کی جگہ پر آئے اور پانی طلب کیا، عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فضل! اپنی ماں (عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی) کے پاس جاؤ اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی لاؤ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِسْقِنِي» ''مجھے (یہی پانی) پلاؤ!''

تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِسْقِنِي» ''مجھے (یہی پانی) پلاؤ!''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی پیا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہِ زم زم پر آئے، دیکھا کہ لوگ اس سے پانی نکال کر لوگوں کو پلانے کے عمل میں مصروف ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ»

''(لوگوں کو پانی پلانے کا یہ) کام کرو، کیونکہ تم ایک عمل صالح میں مشغول و مصروف ہو۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتّٰى أَضَعَ الْحَبْلَ»

''اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تمھیں تکلیف ہوگی تو میں (سواری سے) اترتا اور رسی کو (کاندھے پر) رکھتا۔''

---

[1] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث [3062]

یعنی اپنے کندھے پر پانی اٹھا کر لوگوں کو پلاتا اور آپ ﷺ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ بھی کیا۔[1]

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ إِنْ شَرِبْتَهُ تَسْتَشْفِي بِهِ شَفَاكَ اللّٰهُ، وَإِنْ شَرِبْتَهُ يُشْبِعُكَ أَشْبَعَكَ اللّٰهُ بِهِ وَإِنْ شَرِبْتَهُ لِقَطْعِ ظَمَئِكَ قَطَعَهُ اللّٰهُ وَهِيَ هَزْمَةُ جِبْرِيلَ وَسُقْيَا إِسْمَاعِيلَ»[2]

''زمزم کا پانی جس نیت و ارادے سے پیا جائے وہ پورا ہوتا ہے۔ اگر تم شفا طلبی کی غرض سے اسے نوش کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں شفا عطا کرے گا، اور اگر اس ارادے سے اسے پیو گے کہ وہ تمھیں سیر کر کے تمھاری بھوک مٹائے تو اللہ تعالیٰ تمھیں اس کے ساتھ سیر کر دے گا اور اگر تم اسے پیاس بجھانے کی غرض سے نوش فرماؤ گے تو اللہ تعالیٰ اسے بجھائے گا اور چاہِ زمزم جبریل علیہ السلام کا (زمین پر ایڑھی مار کر) بنایا ہوا کنواں اور اسماعیل علیہ السلام کا مشروب ہے۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ وہ زمزم کا پانی اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاتی تھیں اور ساتھ اس بات کی خبر دیتیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی آب زمزم اٹھا کر ساتھ لیجاتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی ایک احادیث ہیں جو آبِ زمزم کی فضیلت اور اس کے خواص کے بارے میں مروی ہیں۔

مذکورہ احادیث میں سے بعض پر اگرچہ محدثین کا کلام ہے، مگر بعض علماء

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1635]

[2] سنن الدارقطني [289/2]

نے انھیں صحیح بھی قرار دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان پر عمل کیا ہے، ان احادیث پر اس وقت سے لے کر ہمارے آج کے دن تک عمل جاری رہا۔ ان احادیث کے مفہوم کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آبِ زمزم کے متعلق فرمایا:

((إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ وَإِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ)) [1]

''یقیناً آبِ زمزم بابرکت ہے اور بلاشبہہ وہ بھوکے کے لیے کھانا ہے۔''

امام ابو داود رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ مذکورہ روایت پر یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں:

((وَشِفَاءُ سُقْمٍ)) ''زمزم کا پانی بیماری کے لیے شفا ہے۔''

البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے لیے اس کی بیماری ثابت ہونے پر آبِ زمزم پر کچھ پڑھتے ہوں، تاکہ وہ اسے پیے یا سخاوت کرتے ہوئے کسی اور کو پینے کے لیے پیش کرے، یا آبِ زمزم کے بہت بڑی برکت، اس کی علوِ مرتبت اور عام نفع کے باوجود بیماری سے شفا طلبی کے لیے اس پر کچھ پڑھتے ہوں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی خیر و بھلائی کے بہت حریص تھے اور ہجرت سے پہلے چاہِ زمزم پر اکثر آتے جاتے تھے۔ ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی عمرے کیے اور بیت الحرام کا حج کیا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آبِ زمزم پر کچھ پڑھنا ثابت ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آبِ زمزم پر کچھ پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہو، باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کو امت تک پہنچانا اور ہر مسئلہ کا بیان اور وضاحت کرنا واجب تھا، پس اگر آبِ زمزم پر

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3062]

کچھ پڑھنا مشروع ہوتا تو آپ ﷺ ضرور ایسا کرتے اور اپنی امت کے سامنے اسے بیان کرتے، کیونکہ آپ ﷺ نے ہر خیر و بھلائی کی طرف اپنی امت کے لوگوں کی راہنمائی کی ہے اور ہر شر اور برائی سے انھیں خبردار کیا ہے، لیکن دوسرے پانیوں کی طرح شفا طلبی کے لیے آبِ زمزم پر کچھ پڑھ کر دم وغیرہ کرنے کی کوئی ممانعت بھی نہیں ہے، بلکہ دوسرے پانیوں کی نسبت آب زمزم پر کسی کو دم کر کے دینا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے، کیونکہ اس میں بذاتِ خود برکت اور شفا ہے، جیسا کہ مذکورہ احادیث میں بیان ہوا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 992)

229- بعض آیات قرآنیہ کو پانی میں ڈال کر پینے کا حکم

اس طرح کے ایک سوال کا جواب دارالافتاء (فتویٰ کمیٹی) کی طرف سے دیا جا چکا ہے، جس کا متن کچھ یوں ہے: قرآن مجید کی کچھ آیات کسی جام یا کاغذ پر لکھنا اور پھر اس جام یا کاغذ کو جس پر آیاتِ قرآنیہ لکھی ہوئی ہوں، دھو کر پینا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عمومی ارشاد ہے:

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[الإسراء: 82]

”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔“

پس قرآن مجید دلوں اور جسموں دونوں کے لیے باعث شفا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ: اَلْعَسَلِ وَالْقُرْآنِ»[1]

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3452]

''دو شفاؤں (کے باعث) کو لازم پکڑو اور وہ ہیں شہد اور قرآن۔''

اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَیْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ)) [1] ''بہترین دوا قرآن ہے۔''

امام ابن السنی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (وہ فرماتے ہیں) جب عورت پر ولادت سخت اور مشکل ہو جائے تو ایک صاف برتن پکڑو، پھر اس پر لکھو:

﴿ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ ﴾ [الأحقاف: 35]

''جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا ﴾ [النازعات: 46]

''گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے۔''

اور فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ [یوسف: 111]

''بلاشبہ یقیناً ان کے بیان میں عقلوں والوں کے لیے ہمیشہ سے ایک عبرت ہے۔''

پھر اس برتن کو دھویا جائے اور عورت وہ پانی پیے اور کچھ پانی سے اپنے پیٹ اور چہرے پر چھینٹے مار لے۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد'' میں لکھا ہے کہ خلال رحمہ اللہ نے

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3501]

کہا: مجھے عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (امام احمد رحمہ اللہ) کو اس عورت کے لیے، جس پر ولادت و زچگی مشکل بنی ہو، کسی سفید جام یا صاف ستھری چیز پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث لکھتے ہوئے دیکھا:

"لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ"

"اللہ حلیم و کریم کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اللہ پاک ہے جو عرش عظیم کا رب ہے۔"

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الزمر: 75]

"سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ ﴾ [الأحقاف: 35]

"جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے، یہ پہنچا دینا ہے۔"

﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴾

[النازعات: 46]

"گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔"

خلال رحمہ اللہ نے کہا: ہمیں ابوبکر مروزی رحمہ اللہ نے خبر دی کہ یقیناً ابو عبداللہ رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی: اے ابو عبداللہ! آپ ایسی عورت کے لیے کچھ لکھ کر دیں جس پر دو دن سے ولادت و زچگی مشکل بنی ہوئی

ہے۔ انھوں نے کہا: اسے کہو: ایک بڑا سا جام اور زعفران لے کر آؤ۔ میں نے انھیں کئی ایک افراد کو یہ لکھ کر دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

نیز ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

''سلف کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسی عورت کو قرآن کی کچھ آیات لکھ کر دی جائیں تو وہ انھیں دھو کر پی لے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن مجید کو لکھا جائے، پھر اسے دھو کر مریض کو پلایا جائے۔ اسی طرح کا موقف ابو قلابہ رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 143)

230- معوذتین کی تلاوت

سوال شفا طلبی کے لیے معوذات (وہ سورتیں اور آیات جن میں بعض چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہو اور یہاں اس سے مراد سورت اخلاص، فلق اور ناس ہے) کی تلاوت کرنا۔

جواب یقیناً سورت اخلاص ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ، معوذتین (سورت فلق اور ناس)، سورۃ الفاتحہ اور قرآن مجید کی دیگر سورتیں پڑھ کر مریض کو دم کرنا جائز ہے، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل کے ساتھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اس کا اقرار و تصدیق کر کے مشروع قرار دیا ہے۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں معمر کے واسطے سے روایت نقل کی ہے، معمر زہری سے، زہری عروہ سے اور عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مرض میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تھے، معوذات یعنی سورت

اخلاص اور معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے، پھر جب آپ ﷺ پر بیماری کا بوجھ بڑھا تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ ﷺ پر پھونکتی تھی اور بطور برکت آپ ﷺ کا ہاتھ آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی تھی۔

راویِ حدیث معمر کا بیان ہے: میں نے اپنے استاد زہری سے پوچھا کہ آپ ﷺ کیسے پھونکتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے، پھر انھیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ کا گزر عرب قبیلوں میں سے ایک ایسے قبیلے پر ہوا جس قبیلے کے لوگوں نے ان صحابہ کرام کی مہمان نوازی نہ کی، وہ اصحابِ رسول اسی حالت میں وہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا، قبیلے کے ایک آدمی نے انھیں آ کر کہا: کیا تمھارے پاس کوئی دوائی یا دم کرنے والا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: تم لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہ کی، لہٰذا ہم تو اجرت طے کیے بغیر دم نہیں کریں گے، چنانچہ انھوں نے کچھ بکریاں دینا قبول کیں، تب (ان میں سے ایک صحابی نے) سورت فاتحہ پڑھنا شروع کی، وہ اس طرح کہ منہ میں تھوک جمع کر کے (اس پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر) اسے تھوک دیتے، آخر کار ان کا سردار بھلا چنگا صحت مند ہوگیا۔ قبیلے کے لوگوں نے حسب وعدہ بکریاں پیش کر دیں، مگر صحابہ کرام (کو کچھ تردد ہوا، اس لیے انھوں) نے کہا: ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے جب تک ہم نبی اکرم ﷺ سے پوچھ نہ لیں، پھر انھوں نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا تو آپ ﷺ ہنس دیے اور فرمایا:

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5735] صحیح مسلم [2192/51]

«وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ! خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ» [1]

''(سورت فاتحہ پڑھ کر دم کرنے والے صحابی کو مخاطب کر کے فرمایا) تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ (سورۃ فاتحہ) دم ہے، چنانچہ بکریاں لے لو اور ان میں میرا بھی حصہ لگاؤ۔''

پہلی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی مرض الموت میں اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم کیا اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سورت فاتحہ کے ساتھ کیے ہوئے دم (اور اس پر لی ہوئی اجرت) کا اقرار کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیا۔ (اللجنة الدائمة: 446)

231- بچھو کاٹنے کا دم

سوال بعض دعائیں مشہور ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ بچھو کے کاٹے کا علاج ہیں؟

جواب صحیح دم وہ ہے جو قرآن اور ان دعاؤں کے ساتھ کیا جائے جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، جیسے ابو سعید رضی اللہ عنہ کا سردار کو سورت فاتحہ پڑھ کر دم کرنا، چنانچہ مذکورہ دم کو (عدم ثبوت کی وجہ سے) عمل میں لانا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے ترک کرنا اور اس سے گریز و پرہیز کرنا واجب ہے۔ (اللجنة الدائمة: 7919)

232- دم کرنے والے کا آسیب زدہ مریض کا گلہ گھونٹنے کا حکم

سابقہ دور کے علماء میں سے بعض، جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں، نے اس طریقہ علاج پر عمل کیا ہے، چنانچہ وہ انسان میں گھسے ہوئے جن سے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2276] صحيح مسلم [2201/65]

مخاطب ہوتے، اس کا گلہ گھونٹتے، اس کی پٹائی کرتے، یہاں تک کہ وہ اس انسان سے نکل جاتا، لیکن جیسا کہ ہم قراء اور عاملین کے متعلق سنتے ہیں، ان امور میں مبالغہ آمیزی سے کام لینا درست اور مناسب نہیں ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 278/28)

233- (بذریعہ جادو وغیرہ) جماع سے روکے ہوئے شخص کا علاج

ایسا شخص بیری کے سات سبز پتے لے، انھیں پتھر وغیرہ کی مدد سے کوٹ لے، پھر انھیں ایک برتن میں ڈال دے اور ان پر مناسب مقدار میں پانی ڈالے اور اس پر ''آیۃ الکرسی''، ﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ [الکافرون: 1] ، ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ [الاخلاص: 1] ، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ [الفلق: 1] ، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ [الناس: 1] ، اور جادو کی وہ آیات پڑھے جو سورۃ الاعراف میں ہیں:

﴿ وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا ھُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ۝ وَ اُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ﴾

[الأعراف: 117 تا 122]

''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ پس حق ثابت ہوگیا اور باطل ہوگیا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ تو اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے۔ انھوں نے کہا ہم جہانوں کے رب پر ایمان لائے۔ موسیٰ اور

ہارون کے رب پر۔“

اور سورت یونس کی مندرجہ ذیل آیات پڑھے:

﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [یونس: 79 تا 82]

”اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے کر آؤ۔ تو جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنے والے ہو۔ تو جب انھوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ تو جادو ہے، یقیناً اللہ اسے جلدی باطل کر دے گا۔ بے شک اللہ مفسدوں کا کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دیتا ہے، خواہ مجرم برا ہی جانیں۔“

نیز وہ آیات پڑھے جو سورت طٰہٰ میں ہیں:

﴿ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ وَ لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰى ﴾ [طٰہٰ: 65 تا 69]

’’انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو یہ کہ تو پھینکے اور یا یہ کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکیں۔ کہا بلکہ تم پھینکو، تو اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب ہے۔ اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔‘‘

مذکورہ تمام سورتیں اور آیات پانی پر پڑھنے کے بعد کچھ پانی پی لے اور باقی ماندہ پانی سے غسل کر لے، ان شاء اللہ اس عمل سے بیماری کا ازالہ ہوجائے گا اور اگر یہ عمل دو یا زیادہ مرتبہ کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں، بیماری کے ازالے تک اسے جاری رکھ سکتا ہے۔ (ابن باز: الفتاویٰ: 1343)

234- نفسیاتی بیماریوں کا دم کے ذریعے سے علاج

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان مستقبل کی فکر اور ماضی پر غم کی وجہ سے نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے اور نفسیاتی بیماریاں حسی اور بدنی بیماریوں کی نسبت بدن اور جسم کا زیادہ نقصان کرتی ہیں۔ ان نفسیاتی بیماریوں کا علاج شرعی امور کے ذریعے سے کیا جاتا ہے، یعنی جیسا کہ معروف ہے، مادی ادویات کی نسبت دم ان بیماریوں کے لیے زیادہ کامیاب اور مؤثر علاج ہے۔

ان نفسیاتی بیماریوں کے علاج میں سے ایک ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح

حدیث مروی ہے کہ جس کسی مومن کو بھی غم اور فکر اور حزن ملال پہنچے اور وہ پڑھے:

« اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُ كَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجِلَاءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي »[1]

''اے اللہ! میں تیرا بندہ، تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی کا بیٹا، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ میں جاری ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف ہے، میں تجھ سے تیرے ہر اس خاص نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا نام رکھا ہے، یا اسے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے، یا علم الغیب میں اسے اپنے پاس رکھنے کو ترجیح دی ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور اور میرے غم کو دور کرنے والا اور میرے فکر کو لے جانے والا بنا دے۔'' تو اللہ تعالیٰ اس کے غم و فکر کو دور کر دے گا۔

ایسے ہی انسان یہ پڑھے:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الأنبياء: 78]

''تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو پاک ہے یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔''

---

[1] مسند أحمد [452/1]

جو شخص اس مسئلے میں مزید معلومات چاہے وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جو علماء کرام نے باب الاذکار میں لکھی ہیں، جیسے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کی ''الوابل الصیب'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ''الکلم الطیب'' اور امام نووی رحمہ اللہ کی ''الاذکار'' اسی طرح علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کی ''زاد المعاذ''۔

جیسے جیسے لوگوں کا ایمان کمزور ہوا، ویسے ویسے ان کا شرعی ادویات اور علاج معالجے پر سے اعتماد اور بھروسا بھی کمزور ہوگیا اور اب لوگوں کی یہ صورت حال بن چکی ہے کہ وہ حسی اور مادی ادویات اور علاج پر شرعی ادویات اور علاج کی نسبت زیادہ اعتماد اور بھروسا کرتے ہیں۔ جب لوگوں کا ایمان مضبوط تھا، تب شرعی ادویات و علاج پورے طور پر مؤثر ثابت ہوتے تھے، بلکہ ان کی تاثیر حسی اور مادی ادویات کی نسبت تیز تھی۔

ہم سب پر اس صحابی کا قصہ پوشیدہ نہیں ہے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں روانہ کیا تھا، وہ ایک عرب قوم کے پاس ٹھہرے، لیکن ان لوگوں نے، جن کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ جماعت اتری تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مہمان نوازی نہ کی، چنانچہ اللہ عزوجل کا کرنا یہ ہوا کہ اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا۔ اس قبیلے کے لوگ ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جو تمھارے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں، شاید کہ تمھیں ان میں سے کوئی دم کرنے والا مل جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں کہا: ہم تمھارے سردار کو تب تک دم نہیں کریں گے، جب تک تم ہمیں اتنی اتنی بکریاں (بطور اجرت کے) نہ دو، انھوں نے کہا: کوئی مضائقہ نہیں، ہم دینے کو تیار ہیں۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی اس سانپ کے ڈسے ہوئے کو دم کرنے

کے لیے گیا، چنانچہ اس نے صرف سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا تو یہ سانپ کا ڈسا ہوا یوں صحت مند ہو کر کھڑا ہوا جیسے کوئی رسی سے بندھا ہوا شخص آزاد ہو جاتا ہے۔ جی ہاں! ایسے ہی محض سورت فاتحہ کے دم نے اتنا تیز اثر دکھایا، کیونکہ وہ دم ایسے شخص نے کیا تھا جس کا دل ایمان سے معمور تھا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واپس جانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (دم کرنے والے صحابی کو مخاطب ہو کر) ارشاد فرمایا:

((وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟))

''تمھیں کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ (سورۃ الفاتحہ ایک مؤثر) دم ہے؟''

لیکن ہمارے آج کے دور میں لوگوں کا دین اور ایمان کمزور ہو چکا اور لوگ حسی، ظاہری اور مادی امور و وسائل پر اعتماد و بھروسا کرنے لگے ہیں، اور فی الواقع وہ اس مسئلے میں آزمائش میں مبتلا ہیں۔ ان کے مقابلے میں ایسے شعبدہ باز اور لوگوں کی عقلوں، ان کی قسمتوں اور مالوں سے کھیلنے والے کھلاڑی پیدا ہو گئے ہیں، جو اپنے آپ کو نیکو کار قراء اور عامل سمجھتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ باطل طریقے سے مال کھانے والے ہیں، جبکہ لوگ دو متضاد کناروں پر کھڑے ہیں، ان میں سے کوئی شخص اس کنارے پر ہے جو مطلق طور پر قرآن کا کوئی اثر نہیں سمجھتا اور کوئی دوسرے کنارے پر ہے اور جھوٹے اور دھوکا دہی والے منتروں کے ساتھ لوگوں کی عقلوں سے کھیل رہا ہے اور کوئی ان کے درمیان میں کھڑا ہے۔ (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1351)

235- ایسے دم کرنے والے کا حکم جو اہلِ علم میں سے نہ ہو

اس مسئلہ میں میرا خیال یہ ہے کہ دم کرنے والے عامل کے لیے اہلِ علم

سے ہونا شرط نہیں ہے، جب وہ تقویٰ اور اصلاح کے ساتھ کتاب و سنت کی محافظت کرنے والا ہو اور صرف قرآن اور نبی اکرم ﷺ سے منقول دعاؤں کے ذریعے سے دم کرتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، عامل اور دم کرنے والے کے لیے عالم ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ علماء میں سے کوئی عالم ایسا بھی ہوتا ہے جو بعض دوسرے لوگوں کے مقابلے میں قران کو بہت کم پڑھنے والا ہوتا ہے۔

(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1354)

236- دم کرنے والے کا عورت کے جسم سے تکلیف والے عضو کو ننگا کرنے کا حکم

اگر تو دم کرنے والا متقی اور اصلاح والے لوگوں میں سے ہو اور اپنے دین و اخلاق میں تہمت زدہ نہ ہو اور وہ کہے کہ بدن کا تکلیف والا حصہ ننگا کرنا ضروری ہے تاکہ میں بلا واسطہ پڑھ کر اس پر دم کروں تو وہ حصہ ننگا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس وقت عورت کا محرم رشتے دار موجود ہونا چاہیے اور عامل و قاری عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے، کیونکہ عورت کا محرم رشتے دار کے علاوہ کسی سے تنہائی میں ملنا جائز نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1355)

237- شفا طلبی کی غرض سے بعض آیات قرآنیہ جیسے آیۃ الکرسی کو برتنوں پر لکھنے کا حکم

سب سے پہلے تو ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ یقیناً اللہ عزوجل کی کتاب

قرآن مجید اس سے معزز اور برتر و بالا ہے کہ اسے اس حد تک پامال کیا جائے اور اس حد تک اسے حقیر سمجھ لیا جائے۔ ایک دلِ مومن کو یہ کیسے گوارا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی کتاب قرآن اور کتاب اللہ کی عظیم آیت، آیۃ الکرسی کو ایسے برتن میں لکھے جس میں پانی پیا جاتا ہے اور اسے حقیر سمجھ کر پامال کیا جاتا ہے اور گھر میں کہیں پھینک دیا جاتا ہے، پھر اس سے بچے کھیلتے رہتے ہیں؟!

بلاشبہہ یہ ایک حرام فعل ہے اور جس شخص کے پاس کوئی اس قسم کا برتن ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس پر لکھی ہوئی آیات کو مٹا دے، یعنی وہ اس برتن کے بنانے والے اور اس پر یہ آیات کندا کرنے والے کے پاس جائے تاکہ وہ اس پر سے آیات قرآنیہ مٹا دے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان کے لیے کسی پاک جگہ پر گھڑا بنائے اور ان برتنوں کو اس میں دفن کر دے۔

رہا ان کو حقیر اور پامال ہوتے ہوئے چھوڑنا کہ ان میں بچے پانی پئیں اور ان کے ساتھ کھیلیں تو یقیناً یہ جائز نہیں ہے، اگرچہ اس کا مقصد شفا طلبی ہی کیوں نہ ہو۔ اس انداز میں قرآن سے شفا حاصل کرنا سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 48)

238- دم توکل کے منافی نہیں ہے

توکل کا مطلب ہے منافع کے حصول اور نقصان دور کرنے کے لیے ان اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے جن کے اختیار کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اللہ عزوجل پر سچا اعتماد اور بھروسا کرنا۔ اسباب اختیار کیے بغیر اللہ پر اعتماد کرنا، توکل کا ہرگز مطلب نہیں ہے۔ اسباب کو اختیار کیے بغیر اللہ پر اعتماد کرنا اللہ

عزوجل کی ذات اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت میں طعنہ زنی کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسببات کو ان کے اسباب سے منسلک کر رکھا ہے اور جوڑا ہوا ہے۔ یہاں پر ایک سوال کھڑا ہوتا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ پر توکل و بھروسا کرنے والا کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے، تو پھر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ ان اسباب کو بروئے کار لاتے تھے جن سے ضرر اور نقصان سے بچا جاتا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں! آپ ﷺ جب کسی جنگ کے لیے روانہ ہوتے تو تیروں سے بچنے کے لیے زرہیں پہنتے تھے۔ غزوۂ احد کے موقع پر تو آپ ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں، تو یہ سب کچھ متوقع نقصان سے بچنے کے لیے تیاری کے طور پر آپ ﷺ نے ایسا کیا تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے، بشرطیکہ انسان کا عقیدہ یہ ہو کہ ان اسباب کی حیثیت محض اسباب ہی کی ہے، یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر موثر نہیں ہوتے ہیں، سو اس بنا پر انسان پر کچھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا یا اپنے بیمار بھائیوں پر دم کرنا توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے معوذات (سورت اخلاص وفلق و ناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیمار ہونے پر انھیں کچھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 44)

239- پانی میں پھونک مارنے کا حکم

پانی میں پھونک مارنے کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم یہ ہے کہ اس پھونک سے پھونک مارنے والے کے لعاب کے

ساتھ تبرک حاصل کرنا مقصود ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ پھونک کی یہ قسم حرام اور شرک کی ایک قسم ہے، کیونکہ انسانی تھوک برکت اور شفا کا ذریعہ نہیں ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے آثار سے برکت حاصل کرنا تو جائز اور درست ہے، مگر آپ ﷺ کے سوا کسی کے آثار سے برکت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

پس نبی اکرم ﷺ کے آثار سے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں برکت حاصل کرنا جائز ہے، نیز ان آثار کے باقی رہنے کی صورت میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان سے برکت حاصل کرنا جائز ہے، جیسے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چاندی کی ایک ڈبیا تھی، جس میں نبی اکرم ﷺ کے بالوں میں سے چند بال رکھے ہوئے تھے، ان کے ذریعے سے وہ بیماروں کے لیے شفا طلبی کیا کرتی تھیں، چنانچہ جب ان کے پاس کوئی مریض آتا وہ ان بالوں پر پانی ڈالتیں، پھر اس کو تھوڑی سی حرکت دیتیں اور اس مریض کو وہ پانی دے دیتیں۔

لیکن نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کی تھوک یا پسینے یا کپڑے یا اس کے علاوہ کسی چیز سے برکت حاصل کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ حرام اور شرک کی ایک قسم ہے، لہٰذا جب پانی میں پھونک مارنا پھونک مارنے والے کی تھوک سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے ہو تو یہ حرام اور شرک کی ایک قسم ہے، اس لیے کہ جس شخص نے کسی چیز میں ایسا سبب ثابت کر دیا جو شرعی اور حسی سبب نہ ہو تو اس شخص نے گویا شرک کی ایک قسم کا ارتکاب کیا، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سبب ٹھہرا لیا، جبکہ مسبب الاسباب تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور مسببات کے لیے اسباب کو ثابت کرنا صرف شریعت کا حق ہے، اسی لیے جس شخص نے کسی ایسے سبب کو اختیار کیا جسے اللہ نے سبب قرار نہیں دیا

حسی طور پر اور نہ شرعی طور پر تو ایسا شخص گویا شرک کی ایک قسم کا مرتکب ہوگا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ انسان وہ تھوک پھونکے جس میں اس نے قرآن کریم کی تلاوت کی تھی، مثلاً وہ سورت فاتحہ کی تلاوت کرتا ہے، اور سورت فاتحہ دم ہے، بلکہ یہ سب سے عظیم دم ہے جو کسی مریض کو کیا جائے۔ یہ شخص سورت فاتحہ پڑھ کر پانی میں پھونک مارتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بعض سلف کا اس پر عمل رہا ہے اور یہ ایک مجرب اور اللہ کے حکم سے نفع مند عمل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ سوتے وقت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے، پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے اور اپنے جسم پر جہاں تک ممکن ہوتا پھیرتے تھے۔ صلوات اللہ علیہ۔ واللہ الموفق (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 46)

240- نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے تھوک سے برکت حاصل کرنا

سوال نبی اکرم ﷺ کے سوا کسی کے تھوک سے برکت حاصل کرنا حرام اور شرک کی ایک قسم متصور ہوتا ہے، صرف قرآنی دم اس سے مستثنیٰ ہے، مگر یہاں پر صحیح بخاری و مسلم میں مروی ایک حدیث کی بنا پر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ دم کرتے وقت یہ پڑھا کرتے تھے:

«بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا»[1]

”اللہ کے نام کے ساتھ یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، ہمارے بعض کے تھوک کے ساتھ ہمارے بیمار کو ہمارے رب تعالیٰ کے حکم سے شفا مل جائے۔“

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5745] صحيح مسلم [2194/54]

ہم آپ جناب سے اس کی وضاحت کے طلبگار ہیں۔

جواب بعض علماء نے تو ذکر کیا ہے کہ یہ دم صرف رسول اللہ ﷺ اور مدینہ کی زمین ومٹی کے ساتھ خاص ہے، سو اس بنا پر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ لیکن جمہور علماء کرام کا موقف یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور ارضِ مدینہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ یہ ہر دم کرنے والے اور ہر زمین کے لیے عام ہے، لیکن یہ دم صرف تھوک سے برکت حاصل کرنے کی قبیل سے نہیں ہے، بلکہ یہ ایسی تھوک ہے جس میں شفا طلبی کی غرض سے دم اور مٹی شامل ہے، محض تھوک سے برکت حاصل کرنا نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 47)

241- کسی کاغذ پر قرآنی آیات لکھنے، انھیں دھو کر پینے اور بیماری والی جگہ پر رگڑنے کا حکم

بہتر یہ ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کو کچھ پڑھ کر دم کرے، جس کا طریقہ کار کچھ یوں ہے کہ وہ بعض قرآنی آیات کی تلاوت کرے اور اس کے جسم پر عموماً یا تکلیف اور بیماری والی جگہ پر خصوصاً پھونک مار دے۔ یہی شرعی دم ہے، اور اگر وہ کچھ آیات پڑھ کر پانی پر پھونک مارے اور مریض کو پلا دے تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ دم کا یہ طریقہ کار حدیث سے ثابت ہے، لیکن آیات قرانیہ کو کسی کاغذ پر لکھنا، پھر اس کاغذ پر لکھی ہوئی آیات کو پانی سے دھونا اور پھر وہ پانی مریض کو پلانا تو اکثر علماء نے حدیث سے ثابت شدہ دم پر قیاس کرتے ہوئے اور قرآن کریم سے عموماً شفا طلبی کے جواز کی وجہ سے اس کی رخصت عنایت فرمائی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ شفا ہے:

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾
[الإسراء: 82]

''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔''

تو اس اعتبار سے مذکورہ عمل میں ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اولیٰ اور بہتر وہی عمل ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے وہی عمل ثابت ہے اور وہ ہے مریض پر بلا واسطہ کچھ پڑھ کر دم کرنا یا پانی میں دم کر کے اسے پلانا۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 171/1)

242- علاج کی غرض سے آبِ زمزم کو دوسرے شہر یا ملک کی طرف لے جانا

انسان کے لیے آبِ زمزم کو دوسرے شہر اور ملک کی طرف لے جانا جائز ہے اور اس کی وہ خصوصیات جو یہاں (مکہ) میں ہیں وہ اس شہر اور ملک میں بھی باقی رہیں گی۔ (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1369)

243- مسلمان کا از خود کچھ (آیات وادعیہ) پڑھ کر پانی میں پھونک کر پینا اور اپنا علاج کرنا

نبی اکرم ﷺ جب اپنے جسم میں کوئی مرض محسوس کرتے تو تین مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (سورۃ الاخلاص) اور معوذتین (سورۃ فلق اور ناس) پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور جہاں تک ممکن ہوتا، اپنے جسم پر یوں ہاتھ پھیرتے

کہ اپنے سر، چہرے اور سینے سے شروع کرتے اور سارے جسم پر گھماتے، اور یہی عمل آپ ﷺ سوتے وقت دھراتے، جیسا کہ صحیح حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اس کا بیان مروی ہے۔ اور جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے مندرجہ ذیل دعا تین مرتبہ پڑھ کر آپ ﷺ کو پانی میں دم کر کے دیا:

« بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ »[1]

''اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔''

یہ دم مشروع اور نفع مند ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے لیے کچھ پڑھ کر پانی میں دم کیا اور اس پانی کو ان (ثابت رضی اللہ عنہ) پر ڈالنے کا حکم دیا، جیسا کہ امام ابو داود رحمہ اللہ نے حسن سند کے ساتھ کتاب الطب میں نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایک دم ہیں جو آپ ﷺ کے زمانے میں کیے گئے۔ ان میں سے ایک دم وہ بھی ہے جو آپ ﷺ نے کسی مریض کو کیا تھا:

« اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا »[2]

''اے اللہ، لوگوں کے رب! اس بیماری کو دور کر دے، تو ہی شفا

---

1. صحیح مسلم [2186/40]
2. صحیح البخاري، رقم الحدیث [5675] صحیح مسلم [2191/46]

دینے والا ہے، لہٰذا شفا عطا فرما، شفا صرف تیری ہی طرف سے ہے، ایسی شفا عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 94/8)

244- کسی پاک چیز پر قرآن مجید لکھنا اور اسے پانی کے ساتھ دھونا اور مریض کو پلانا

بعض علما کا خیال ہے کہ کسی پاک چیز پر قرآن مجید کو تحریر کرنا، پھر اس تحریر شدہ قرآن کو دھونا اور شفا طلبی کی غرض سے مریض کو پلانا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دم ہی ہے، اسے علماء نے اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں ذکر کیا ہے، جیسے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتاویٰ میں تحریر کیا ہے۔ لیکن اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ مریض پر بلا واسطہ آیات و ادعیہ پڑھ کر دم کیا جائے، وہ اس طرح کہ قرآن پڑھا جائے اور مریض پر یا متاثرہ حصے پر پھونک ماری جائے، یہی عمل افضل بھی ہے اور اکمل بھی۔

رہا مذکورہ طریقے سے قرآنی دم کسی چیز پر لکھ کر کسی مریض کو دینا اور اس پر اجرت لینا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ دم کر کے اجرت لینا جائز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے دم کر کے اجرت لینے کو برقرار رکھا، جیسا کہ صحیح حدیث میں عرب قبیلے کے سردار کو سانپ کے ڈس لینے اور صحابی کے دم کرنے کا قصہ مذکور ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 173/1)

245- مخصوص امراض کے لیے بعض آیات کو اعتقاد رکھے بغیر تکرار کے ساتھ پڑھنا

اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً قرآن شفا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس کی خبر دی ہے:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ﴾ [حم السجدة: 44]

''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے۔''

نیز اس فرمان میں:

﴿قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ [یونس: 57]

''بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا آئی جو سینوں میں ہے۔''

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الإسراء: 82]

''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔''

تو اس کے متعلق اکثر علماء نے کہا ہے: مذکورہ آیت میں ''من'' تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ یہ بیان جنس کے لیے ہے، یعنی قرآن شفا ہے، مگر اس کے باوجود قرآن میں ایسی آیات ہیں جن میں علاج کی خاصیت ہوتی ہے اور وہ اس شخص پر اثر انداز ہوتی ہے جسے ان آیات کے ساتھ دم کیا جاتا ہے۔ ان آیات میں

سے ایک سورت فاتحہ ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت فاتحہ کا دم کرنے والے سے دریافت کیا:

((وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟)) ❶

''تمھیں کس نے بتایا کہ یقیناً وہ (سورۃ الفاتحہ) دم ہے؟''

اسی طرح بعض دوسری آیات کی فضیلت بھی مروی ہے، جیسے آیۃ الکرسی وغیرہ۔ معوذتین (سورت فلق اور ناس) کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا))

''کوئی شخص معوذتین جیسی کسی سورت کے ساتھ پناہ نہیں طلب کر سکتا۔''

ایسے ہی سورت اخلاص اور سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات ہیں۔ رہا انھیں تکرار کرتے ہوئے تین مرتبہ یا زیادہ مرتبہ پڑھنا تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلاشبہہ ان سورتوں اور آیتوں کو پڑھنا مفید ہے، خواہ انھیں تکرار کے ساتھ کئی مرتبہ پڑھا جائے یا ایک مرتبہ، بہر حال تکرار ان کی تاثیر میں اضافہ اور قوت پیدا کرتا ہے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 6/18)

246- دم کیسے مفید و مؤثر ثابت ہو سکتا ہے؟

مریض کو دم کرنا چند شرائط کے ساتھ ہی مفید ثابت ہوتا ہے:

پہلی شرط: دم کرنے والے میں دم کرنے کی اہلیت اور لیاقت پائی جاتی ہو جو یوں ثابت ہوتی ہے کہ وہ ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں خیر و بھلائی، راست روی اور استقامت جیسے اوصاف موجود ہوتے ہیں، نیز دم کرنے والا نمازوں، عبادات، اذکار، تلاوتِ قرآن، اعمالِ صالحہ اور کثرت سے نیکیاں کرنے کا

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2276] صحيح مسلم [2201/65]

عادی ہو۔ نافرمانیوں، بدعات، دین میں ایجاد کیے گئے نئے کاموں، منکرات اور چھوٹے بڑے گناہوں سے دور رہے۔ حلال کھانے کی حرص و طمع رکھے اور مالِ حرام یا مال مشتبہ سے اجتناب کرے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَطِبْ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ»[1]

''حلال کھاؤ تم مستجاب الدعا بن جاؤ گے۔''

پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے اور اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے اور کہتا ہے: ''یا رب، یارب'' (اے میرے رب! اے میرے رب!) جبکہ صورت حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور اسے حرام ہی کی غذا دی گئی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟[2]

پس حلال کھانا دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہے، نیز مریضوں پر اجرت کے طے اور مقرر نہ کرنے اور اپنے خرچ سے زیادہ لینے سے پرہیز کرنے سے بھی اس کا دم زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

دوسری شرط: آیاتِ قرآنیہ کے جائز دموں کی معرفت اور علم جیسے سورت فاتحہ، معوذتین، سورت اخلاص، سورت بقرہ کی آخری آیات، سورت آل عمران کے شروع اور آخر کی آیات، آیۃ الکرسی، سورت توبہ کی آخری آیات، سورت یونس کی ابتدائی آیات، سورت نحل کی ابتدائی آیات، سورت اِسراء کی آخری آیات، سورت طٰہٰ کی ابتدائی آیات، سورت مومنون کی آخری آیات، سورت صافات کی ابتدائی آیات، سورت غافر کی ابتدائی آیات، سورت جاثیہ کی آخری

---

[1] ضعيف جداً. طبراني [6495]

[1] صحيح مسلم [1015/60]

آیات اور سورت حشر کی آخری آیات۔

نیز وہ قرآنی دعائیں جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الکلم الطیب'' اور ان جیسی دیگر کتابوں میں مذکور ہیں، ان دعاؤں کو ایک مرتبہ یا ان میں تکرار کرتے ہوئے تین یا زیادہ مرتبہ پڑھ کر پھونک مارنا۔

تیسری شرط: مریض جس کو دم کیا جا رہا ہو وہ اہلِ ایمان سے ہو، راست روی، خیر و بھلائی، تقویٰ اور دین پر استقامت اختیار کرنے والا ہو، حرام کاموں، نافرمانیوں اور مظالم سے پرہیز کرتے ہوئے ان سے دور رہنے والا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ [الإسراء: 82]

''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

اور فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾ [حم السجدة: 44]

''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔''

لہٰذا دم ان لوگوں میں غالباً مؤثر نہیں ہوتا جو نافرمان ہوں، اطاعت سے

منہ موڑنے والے ہوں، غرور وتکبر کرنے والے ہوں، چادر وشلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے ہوں، ڈاڑھی مونڈھنے والے ہوں، نماز سے پیچھے رہ جانے والے اور نمازوں کو مؤخر اور لیٹ کر کے پڑھنے والے ہوں، عبادات میں سستی کرنے والے ہوں اور اس قسم کی دیگر معاصی کے مرتکب ہوں۔

چوتھی شرط: مریض اس بات کا پختہ یقین رکھے کہ قرآن شفا، رحمت اور نفع مند علاج ہے۔ جب مریض اس مسئلے میں تردد اور شک وشبہہ کا شکار ہوگا تو دم مؤثر ومفید نہیں ہوگا، مثلاً وہ کہے: میں تجربہ کے طور پر دم کرتا ہوں اگر فائدہ مند ہو تو ٹھیک ورنہ نقصان تو نہیں ہوگا، بلکہ وہ یقین کے ساتھ یہ اعتقاد رکھے کہ یہ دم یقیناً نفع مند ثابت ہوگا اور یہی دم صحیح اور مکمل شفا بخشے گا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق خبر دی ہے، لہٰذا جب مذکورہ شرطیں پوری ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دم مفید ہوگا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1277)

247- شرعی دم میں عامی الفاظ استعمال کرنا

سوال عمر رسیدہ، نیکی وراست روی سے متصف، شرعی دم کرنے والے لوگوں میں سے ایک شخص ایسا بھی ہے جو دم میں عامی لفظ استعمال کرتا ہے، مثلاً:

- وہ رگوں کے اکٹھا ہونے کی جگہوں پر پھونک مارتا ہے اور اس کے ذریعے سے وہ گردن میں رگوں کے جمع ہونے کی جگہ کا قصد کرتا ہے۔
- جب وہ آسیب زدہ آدمی سے جن کو نکل جانے کا حکم دیتا ہے تو وہ اسے کہتا ہے: "مِنَ الْعَظْمِ إِلَى اللَّحْمِ، إِلَى الشَّحْمِ، إِلَى الْجِلْدِ، إِلَى الْهَوَاءِ" "ہڈی سے گوشت کی طرف، چربی کی طرف، جلد کی طرف اور باہر فضا کی

طرف (نکل جاؤ)۔'' کیا یہ دم کرنے والے کے لیے قابل اعتراض ہے؟

جواب اگر یہ دم کرنے والا نیکی تقویٰ اور راست روی اختیار کرنے والا ہو، اور معرفت رکھنے والا تجربہ کار ہو تو اس قسم کا تصرف اور رد و بدل کرنا جائز ہے، کیونکہ ان الفاظ میں اور اس عمل میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ بعض اوقات رگوں کے جمع ہونے کی جگہوں پر پھونک مارنے سے جن زیادہ متاثر ہوتا ہے، کیونکہ وہ انسان میں گھسا ہوتا ہے اور اس نے اس کی روح پر تسلط و غلبہ جمایا ہوتا ہے۔ رہا اس کا کلمہ ''يَتَفَرَّقُعُ'' بولنا تو شاید عاملین اس کلمے سے جن کو مخاطب کرتے ہیں اور یہ کلمہ ان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان کا یہ الفاظ پڑھنا: ''مِنَ الْعَظْمِ إِلَى اللَّحْمِ... الخ'' ان کا مطلب یہ ہے کہ عامل جن کو مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اس حصے سے نکل کر دوسرے حصے کی طرف آ جاؤ اور یوں آہستہ آہستہ اس سے نکل جاؤ۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ الفاظ اگرچہ عامی الفاظ ہیں، مگر دم میں ان الفاظ کا استعمال قابل اعتراض نہیں، لیکن اس کے باوجود اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ان دعاؤں کو پڑھا جائے جو صحیح دلائل سے ثابت ہیں اور وہ اذکار پڑھے جائیں جو مسنون ہیں۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1279)

248- مخصوص امراض کے علاج کے لیے مخصوص آیات کو تعداد متعین کر کے تکرار کے ساتھ پڑھنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

[الإسراء: 82]

”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔“

اس آیت کا ظاہری مفہوم یہ بتاتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات ایسی ہیں جن کا پڑھنا اور تلاوت کرنا شفا اور رحمت الٰہی کے حصول کا سبب بنتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں ”من“ تبعیض کے لیے نہیں بلکہ بیان جنس کے لیے ہے، یعنی جنس قرآن شفا اور رحمت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض آیات قرآنیہ ایسی ہیں جن کا مفہوم اس کے ذریعے سے شفا طلبی پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سورت فاتحہ کا دم زہریلی چیز کے ڈسے ہوئے کا علاج ہے، کیونکہ سانپ کے ڈسے ہوئے کو اس سورت کا دم کرنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے والے صحابی سے دریافت کیا تھا:

«وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟»[1]

”تمھیں کس نے بتایا کہ یقیناً وہ (سورۃ الفاتحہ) دم ہے؟“

جبکہ ایک دوسری حدیث میں ہے:

«فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ»[2]

”سورت فاتحہ ہر بیماری سے شفا ہے۔“

اور یہ بھی ثابت ہے کہ یقیناً آیۃ الکرسی کا پڑھنا شیطان کے وسوسے سے بچاؤ کا سبب ہے۔ بعض سلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے آثار مروی ہیں کہ وہ بعض آیات قرآنیہ اور مسنون نبوی دعاؤں کے ذریعے سے علاج کیا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2276] صحيح مسلم [2201/65]

[2] سنن الدارمي [3370]

کرتے تھے۔ میں نے سورت اعراف، یونس اور طٰہٰ کی تین آیات کے ذریعے سے جادو کے علاج کا تجربہ کیا تو میں نے انھیں جادو کے توڑ میں مؤثر پایا، نیز یہ آیات اور معوذتین پڑھ کر دم کرنا اس شخص کے حق میں مؤثر ہے جسے جادو کر کے اس کی بیوی سے روک دیا گیا ہو۔

آیات قرآنیہ کو دم اور علاج کی غرض سے تکرار سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر رات جب سونے کے لیے بستر پر لیٹتے تو اپنی دو ہتھیلیوں کو جمع کرتے پھر ان میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [الاخلاص: 1] ، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ [الفلق: 1] ، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ [الناس: 1] ، پڑھ کر پھونک مارتے، پھر اپنے سر اور چہرے سے شروع کر کے اپنے جسم کے آگے پیچھے جہاں تک ممکن ہوتا اپنے ہاتھ پھیرتے اور یہ عمل تین مرتبہ دہراتے، لہٰذا جو شخص اس طرح کا عمل کرے اس پر کوئی انکار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1280)

249- عورتوں کو دم کرنے کے لیے ایک جگہ جمع کرنا

عورتوں کا ایک ایسے آدمی کے پاس اکٹھا ہونا جو ان تمام کو دم کرے، (ممنوع) خلوت اور تنہائی شمار نہ ہوگا، کیونکہ مرد عورت کی ممنوع خلوت یہ ہے کہ اکیلی عورت ایک اجنبی مرد کے ساتھ خلوت اختیار کرے۔ اس کی دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ»

''سن لو! کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے (اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ یاد رکھے کہ) ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔''

ایسے ہی چند دیندار، ایماندار، خیر و بھلائی والے اور استقامت اختیار کرنے والے باوثوق قراء اور عاملین کا جمع ہو کر مرگی یا جادو وغیرہ کی کاٹ یا نظر یا کسی نفسیاتی مرض کا علاج کرنا ممنوع نہیں ہے، لیکن عامل پر لازم ہوگا کہ وہ ستر اور حجاب کے ساتھ عورت کو دم کرے اور بغیر کسی پردے کے اجنبی عورت کے بدن کے کسی حصے کو مت چھوئے، جبکہ اس دوران اس عورت کے اولیاء بھی موجود ہوں اور وہ اس کے اولیاء میں سے اس ولی کے حاضر ہونے کو ترجیح دے جسے اپنی زیر ولایت عورت کے بے ہوش وغیرہ ہونے کا خدشہ ہوتا کہ وہ اس کے جسم کو پکڑ سکے اور بے حجابی کی صورت میں اس کے بدن کو ڈھانپ سکے۔

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1283)

250- جو ایمان نہیں رکھتا کہ قرآن میں شفا ہے؟

یہ ایک باطل اعتقاد ہے، نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے متصادم نظریہ ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[الإسراء: 82]

”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ﴾ [حم السجدة: 44]

”کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے۔“

جن احادیث نبویہ سے یہ عقیدہ متصادم ہے وہ وہ حدیث ہے جس میں

ایک صحابی نے سانپ کے ڈسے ہوئے کو سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ تندرست ہوکر چلنے لگا اور اسے کوئی تکلیف نہ رہی۔

نیز اس کے علاوہ بھی کئی ایک قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اس اعتقاد کے باطل ہونے کا اعلان کرتی ہیں، اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ کچھ بیماریوں کا علاج ایسے ماہر ڈاکٹروں پر بھی مشکل ہوجاتا ہے جو انجیکشن، ادویات (گولیاں اور کیپسول وغیرہ) اور آپریشنز جیسے مادی وسائل کے ذریعے سے علاج کرتے ہیں، پھر جب خیر خواہ اور مخلص قسم کے قراء اور عاملین انہی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ مریض تندرست اور صحت مند ہوجاتے ہیں۔

اکثر اطباء اور ڈاکٹرز کو جنوں کے انسان میں گھس جانے کا انکار ہے، نیز وہ جادو کے عمل اور اس جادو کے اثر انداز ہونے اور نظر لگنے کا انکار کرتے ہیں، اس لیے کہ مذکورہ نفسیاتی بیماریاں جن کا علاج ڈاکٹر لوگ نہیں کر پاتے ہیں، ان بیماریوں کے اسباب مخفی ہوتے ہیں اور ڈاکٹر دل کی دھڑکن معلوم کرنے کے آلہ (اسٹیتھسکوپ)، میکروسکوپ خوردبین اور انکشاف و معائنہ (Check up) کے ذریعے سے ان بیماریوں کی تشخیص نہیں کر پاتا تو وہ یہ فیصلہ صادر کر دیتا ہے کہ (مریض) انسان صحیح سلامت ہے، صحت مند اور تندرست ہے، اس کا جسم بیماریوں سے محفوظ ہے، جبکہ وہ یہ بھی دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ (مریض) انسان جس کے سلیم الجسم ہونے کا وہ اعلان کر رہا ہے، اسے مرگی کا دورہ پڑتا ہے، اس پر غشی طاری ہوتی ہے اور اسے ایسی مخفی تکلیفوں اور دردوں کا احساس ہوتا ہے، جو اسے بے چین و بے قرار کرتی ہیں اور وہ آرام وچین کے ساتھ لیٹ بھی نہیں سکتا، نیز وہ تکلیفیں اسے نیند کی لذت اور جسمانی راحت وسکون سے بیگانہ کر دیتی ہیں۔

پھر جب اس مریض انسان کا شرعی دم جھاڑے کے ساتھ علاج کیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی تکلیفیں چھوٹ جاتی ہے، لیکن ان نفسیاتی بیماریوں کا علاج کرنے والے قراء اور عاملین ان دعاوؤں، اوراد و وظائف اور آیاتِ قرآنیہ کو جاننے میں مختلف ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ دم کرنے والے کا صحیح العقیدہ ہونا، اس کا مخلص اور صاف نیت والا ہونا اور (حرام تو ایک طرف رہا) اس کا مشتبہات سے بھی دور رہنا اور اسی طرح جس کو دم کیا جا رہا ہے۔ اس کا توحید پرست ہونا، عمل صالح کرنے والا ہونا، اچھا دیندار ہونا اور نافرمانیوں اور محرمات سے پرہیز کرنے والا ہونا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے دم میں عجیب وغریب تاثیر پیدا کرتا ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1284)

251- رسول اللہ ﷺ سے منقول شرعی دم

رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جمع کر کے ان میں آیۃ الکرسی، معوذتین (سورت فلق اور ناس) اور سورت کافرون اور سورۃ الاخلاص ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تین مرتبہ پڑھ کر پھونک مارتے اور پھر اپنے چہرے اور گردن سے شروع کر کے اپنے جسم کے آگے پیچھے سینے، پیٹ اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے، پھر جب آپ ﷺ بیمار پڑ گئے اور مذکورہ عمل کرنے کے قابل نہ رہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ سورتیں پڑھ کر بطورِ برکت آپ ﷺ کے ہاتھوں پر پھونک مار کر آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پھیرتیں۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک صحابی نے سانپ کے ڈسے ہوئے کو سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ شخص فوراً تندرست ہوگیا، نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کو

مخاطب ہو کر فرمایا:

«وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟»[1]

''تمھیں کس نے بتایا کہ یقیناً وہ (سورۃ الفاتحہ) دم ہے؟''

آپ ﷺ بطورِ تعوذ کے یہ کلمات بھی پڑھا کرتے تھے:

«أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْجَانِّ وَمِنْ عَيْنِ الْإِنْسَانِ ثُمَّ اسْتَعْمَلَ الْمُعَوِّذَتَيْنِ»

''میں جنوں سے اور انسانوں کی نظر لگ جانے سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں، پھر آپ ﷺ معوذتین (سورت فلق اور ناس) پڑھتے۔''

نیز آپ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ بھی دم کیا کرتے تھے:

«بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ»[2]

''اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔''

ایک موقع پر آپ ﷺ نے شرکیہ دم سے منع کرتے ہوئے اس کے بدلے یہ دعا اور دم سکھلایا:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا»[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2276] صحيح مسلم [2201/65]

[2] صحيح مسلم [2186/40]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [5675] صحيح مسلم [2191/46]

”اے اللہ، لوگوں کے رب! اس بیماری کو دور کر دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، لہٰذا شفا عطا فرما، شفا صرف تیری ہی طرف سے ہے، ایسی شفا عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔“

نیز کہا کہ وہ یہ پڑھے:

« أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ شَرِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ وَمِنْ شَرِّ مَخْلُوقَاتِ اللّٰهِ كُلِّهَا عَامَّةٍ »

”میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا ہے اور شیطان کے شر اور زہریلے جانور سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے اور اللہ کی تمام و عام مخلوقات کے شر سے۔“

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

« إِذَا اشْتَكَىٰ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى مَوْضِعِ الْأَلَمِ وَلْيَقُلْ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ »[1]

”جب تم میں سے کوئی شخص درد محسوس کرے تو وہ اپنا ہاتھ جسم کے اس حصے پر رکھے جسے تکلیف ہے، پھر وہ کہے: ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ“ (میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کی پناہ پکڑتا ہوں اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس کے لاحق ہونے سے ڈرتا ہوں)۔“

اسی طرح کے مزید دم اور دعائیں آپ ﷺ سے منقول ہیں۔

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1286)

---

[1] صحیح مسلم [2202/67]

252- حائضہ کے دم کا حکم

حیض اور نفاس والی عورت کو جب ضرر اور نقصان کا خدشہ ہو تو اسے اپنی ماہواری اور نفاس کے دوران دم کیا ہوا پانی وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔
(ابن جبرین: الکنز الثمین: 194)

253- جس مریض کو دم کیا جائے اس کا حدث (بے وضو کی حالت) سے خالی ہونا شرط نہیں ہے

قاری قرآن اور عامل کے لیے اس حدث اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے جو غسل کو واجب کر دیتی ہے، جیسے جنابت اور حیض وغیرہ، رہا مریض تو اس کے لیے بھی اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ وہ بھی پاک ہو، لیکن اگر حائضہ عورت بیمار ہو جائے اور سخت تکلیف میں مبتلا ہو تو بوجہ مجبوری دورانِ حیض اس پر قرآن وغیرہ پڑھ کر دم کرنا جائز ہے، خواہ اس کا مرض جن چمٹ جانے کا ہو یا جادو یا نظر لگ جانے کا۔ (ابن جبرین: الکنز الثمین: 195)

254- پانی، تیل اور مرہم پٹیوں پر کچھ پڑنا اور زعفران کے ساتھ اذکار و وظائف لکھنا

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الرُّقَىٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ» [1]

''یقیناً جھاڑ پھونک (منتر)، تعویذ اور حُبّ کے عملیات شرک ہے۔''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3883]

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے ''کتاب التوحید'' میں لکھا ہے: ''رَقُی'' سے مراد منتر اور وظائف ہیں۔ اگر چہ یہ حکم عام ہے، لیکن ایک حدیث کی رو سے نظر بد اور زہریلے کیڑے کے کاٹنے کے ایسے وظائف جن میں کوئی مشرکانہ بات نہ ہو، اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

اور یہ حدیث بھی ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا»

''مجھ پر اپنے دم (منتر) پیش کرو، دم (اور منتر کرنے) میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ شرک کی حد کو نہ پہنچے ہوئے ہوں۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَّنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ» [1]

''جو شخص اپنے کسی بھائی کو (دم اور منتر وغیرہ سے) فائدہ پہنچا سکتا ہو تو وہ ایسا کرے۔''

اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دم کیا۔ ایک یہودی (خبیث) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تو جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے آپ کو دم کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ الکرسی، معوذتین (سورت فلق اور ناس) اور سورۃ الاخلاص ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونک مارتے اور اپنے چہرے اور سینے سے شروع کر کے جہاں تک ممکن ہوتا تمام جسم پر آگے اور پیچھے ہاتھ پھیرتے۔

اور سلف صالحین سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ پانی وغیرہ پر دم کرتے، پھر

---

[1] صحیح مسلم [2199/61]

اس دم شدہ پانی کو پی لیتے یا اس کے ساتھ غسل کرتے، جس سے تکلیف ہلکی ہوجاتی یا بالکل ہی ختم ہوجاتی۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کا کلام شفا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ﴾ [حم السجدة: 44]

''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے۔''

اسی طرح روغن (گھی) یا تیل یا کھانے پر دم کرنا، پھر اسے پینا یا مالش کرنا یا اس کے ساتھ غسل کرنے کا حکم ہے۔ گزشتہ تمام مباح دم استعمال میں لانا جائز ہے، جو کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ سے تعلق رکھتے ہیں۔

نیز قرآنی آیات اور دعاؤں کو اوراق وغیرہ پر لکھنے اور پھر انھیں دھو کر پینے میں بھی کوئی ممانعت نہیں ہے، خواہ ان آیاتِ قرآنیہ اور ادعیہ کو زعفران کے پانی سے لکھا جائے یا روشنائی وغیرہ کے ساتھ، کیونکہ یہ سب آپ ﷺ کے اس فرمان کے تحت داخل ہیں:

((لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا))

''دم میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ شرک نہ ہوں۔''

یعنی جب دم آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1297)

255- ایسی دعاؤں کے ساتھ دم کرنا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہوں

شرعی دم کو مخصوص سورتوں، آیات اور معین دعاؤں میں محدود نہیں کیا گیا،

بلکہ اسے آپ ﷺ کے اس فرمان میں مطلق طور پر بیان کیا گیا ہے:

((لَا بَأْسَ بِالرُّقیٰ مَا لَمْ تَکُنْ شِرْکًا))

''دم میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ شرک نہ ہوں۔''

پس جب کوئی بھی دم جنوں یا شیاطین کی دعا یا غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے، خواہ ایک مکھی ہی ہو، سے خالی ہو یا عملِ دم شریعت کے مخالف نہ ہو، جیسے نجاست اور گندگی کھانا اور نمازیں ترک کرنا، جب دم اور قراءت مذکورہ تمام عیبوں سے خالی ہو تو وہ بلا کراہت جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے قرآن کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بعض آیات کو شفا اور رحمت ہونے کے لیے خاص اور محدود نہیں کیا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ﴾ [المؤمن: 60]

''مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔''

نیز فرمایا:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً ﴾ [الأعراف: 55]

''اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو۔''

مگر لوگوں کے لیے کسی لفظ کو خاص نہیں کیا کہ وہ صرف اسی لفظ کے ساتھ دعا کیا کریں، نیز آیات اور ادعیہ کو تکرار کے ساتھ بار بار پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، چاہے انھیں دس مرتبہ پڑھا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام شفا ہے، جیسے سورت فاتحہ وغیرہ اور یہی حکم مسنون دعاؤں وغیرہ کو تکرار سے پڑھنے کا ہوگا۔ (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1298)

256- عورت کو دم کرتے وقت اس کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کا حکم

بہتر اور مستحسن تو یہ ہے کہ اس قسم کے حالات میں عورتوں کا علاج کرنے کے لیے کسی قاری اور عامل عورت کا انتخاب کیا جائے، یا اس کا علاج اور اسے دم وغیرہ وہ شخص کرے جو اس کے محرم رشتہ داروں میں سے متقی، راست رو اور قرآن مجید کا حافظ و عالم اور قاری ہو، لیکن اگر اس قسم کا آدمی میسر نہ ہو تو اس عامل کا عورت کی آنکھوں پر پٹی باندھنا جائز ہے، بشرطیکہ کسی فتنے کا ڈر نہ ہو اور دم کرنے والا عورت کی جلد وغیرہ کو نہ چھوئے۔ اگر اس کی جلد کو چھوئے بغیر علاج ممکن نہ ہو تو عامل اس کا طریقہ کار یہ اختیار کرے کہ وہ پانی یا تیل پر دم کرے اور عورت کے گھر والوں کو دے دے تاکہ وہ پانی پی لے اور خود ہی وہ تیل اپنے جسم پر مل لے، شاید اس کے علاج کے لیے یہی کافی ہو۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: فتاوی علماء البلد الحرام: 1300)

257- دوسرے کو دم کرنے کا جواز اور اس کے عوض اپنی ذات کے لیے کوئی مطالبہ کرنے کی کراہت

تمھارا دوسرے کو دم کرنا اور تمھیں اس پر کسی عطیے کا دیا جانا اور اسے اپنے استعمال میں لانے میں تم پر کوئی حرج اور نقصان نہیں ہے۔ تم نے دوسرے کو ویسے ہی فائدہ پہنچایا، جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ»[1]

---

[1] صحیح مسلم [2199/61]

”جو شخص اپنے کسی بھائی کو (دم وغیرہ کے ذریعے سے) فائدہ پہنچا سکتا ہو تو وہ ایسا کر لے۔“

رہا تمھارا دوسرے سے کچھ مطالبہ کرنا تو یہ تمھارے عقیدہ توحید میں کمزوری اور اس بات کی دلیل ہے کہ تمھارے اللہ پر توکل اور بھروسا کرنے میں اعتماد و وثوق نہیں ہے۔ دم کرنے والے کے لیے دوسرے کو دم کرنا جائز ہے، لیکن جس کو وہ دم کرے اس سے مطالبے کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1302)

258- پانی کے ٹینکوں اور ڈیموں پر دم کرنے کا حکم

یہ عمل درست ہے اور نہ لوگوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اس طرح کے عمل کو برقرار رکھیں، کیونکہ عادتاً ایسا دم مفید ہی ثابت نہیں ہوتا ہے، الا یہ کہ وہ محدود پیمانے پر ہو، جیسے ایک یا دو برتن ہوں اور عامل ایک آیت پڑھے اور اس برتن میں پھونک مارے اور پھر دوسری آیت پڑھے اور دوسرے برتن میں پھونک مارے۔

رہا اس کا کئی ٹینکوں یا برتنوں میں دم کرتے ہوئے اکٹھی ہی پھونک مارنا تو مجھے یہ مفید دکھائی نہیں دیتا ہے۔ (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1306)

259- معدنی پانیوں کے ساتھ شفا طلبی اور ان کے قریب جانور ذبح کرنا

سوال اردن کے جنوب میں معدنی پانیوں کے ذخائر ہیں جنھیں ”بئر سلیمان بن داود“ کا نام دیا جاتا ہے۔ لوگ ان پانیوں کو استعمال کرنے اور شفا

حاصل کرنے کے لیے وہاں جاتے ہیں اور اپنے ساتھ کچھ جانور لے جاتے ہیں، تاکہ وہاں پہنچ کر انھیں ذبح کریں تو اس طرح کے ذبیحوں کا کیا حکم ہوگا؟

جواب جب کسی پانی کی یہ خاصیت تجربہ کے ذریعے سے معلوم ہو کہ وہ بعض بیماریوں میں مفید ثابت ہوتا ہے تو اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض پانیوں میں کئی بیماریوں کی شفا رکھی ہے۔ جب تجربات کے ذریعے سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ پانی فلاں مخصوص بیماریوں کے لیے مفید ہے، جیسے اعصاب اور جوڑوں کے درد کی بیماری ہے یا اس قسم کی دیگر بیماریاں ہیں تو ایسی صورت میں اس پانی کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جہاں تک ان پانیوں کے پاس جا کر جانور ذبح کرنے کا تعلق ہے تو اس میں قدرے تفصیل ہے۔

اگر تو وہ جانور اپنی کسی ضرورت جیسے انھیں کھانے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے اور ان مہمانوں کی خدمت کے لیے جو وہاں پر آتے ہیں یا اس طرح کی کسی دیگر ضرورت کے لیے ذبح کرتے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر وہ کسی اور مقصد کے لیے ذبح کرتے ہوں جیسے پانی کا تقرب حاصل کرنے کے لیے یا جنوں اور انبیاء کا قرب حاصل کرنے کے لیے یا اس قسم کے کسی فاسد اور باطل عقیدے کے لیے ذبح کریں تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ﴾ [الأنعام: 163,162]

"کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور

میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔''

نیز اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ [الکوثر: 2,1]

''بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ذبح کرنا چاہیے اور اس اکیلے کے لیے قربانی دینا چاہیے، اسی طرح تمام عبادات اللہ اکیلے کے لیے مختص کرنی چاہییں، ان میں سے کسی عبادت کا بھی غیر اللہ کے لیے بجا لانا جائز نہیں ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ﴾

[البينة: 5]

''اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں۔''

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾

[الزمر: 3,2]

''پس اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔ خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے۔''

مزید وہ آیات جو پہلے گزری ہیں اور اس مفہوم کی دیگر آیات ہیں جو اسی کا ثبوت پیش کرتی ہیں، نیز نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی بھی اسی بات کو ثابت کرتا ہے:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ»[1]

''جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جنوں کے لیے ذبح کرے یا فلاں فلاں ستارے اور پیارے کے نام کا ذبح کرے یا فلاں پانی کے نام پر ذبح کرے، یا فلاں نبی کے نام پر ذبح کرے یا کسی بھی شخص یا بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرے، بلکہ ذبیحوں، نمازوں اور جملہ عبادات کے ذریعے سے صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہوگا، کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ [الفاتحه: 5]

''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔''

نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾ [البينة: 5]

''اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں۔''

مزید ارشاد ہے:

---

[1] صحیح مسلم [1978/43]

﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾
[الزمر : 3,2]

”پس اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔ خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے۔“

اس کے علاوہ بھی کئی ایک آیات اس کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ ذبح کرنا عبادات میں سے اہم عبادت ہے اور قرب حاصل کرنے کے ذرائع میں سے افضل ذریعہ ہے، لہٰذا اسے اللہ اکیلے کے لیے خالص کرنا واجب اور ضروری ہے، جس کی دلیل وہ آیات ہیں جو ہم نے ابھی ذکر کی ہیں اور آپ ﷺ کا فرمان بھی ذکر ہوا ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ)) [1]

”جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 324/8)

260- مخصوص امراض کے علاج کی خاطر مخصوص اوصاف کے حامل جانور ذبح کرنے کا حکم

سوال لوگوں میں سے کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عربی طبیب ہے۔ جب اس کے پاس آسیب زدہ یا اس طرح کا کوئی مریض لایا جاتا ہے تو وہ اسے ایک خاص قسم کا مرغ ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے، مثلاً وہ کہتا ہے: مرغ کا رنگ سیاہ ہو یا سفید ہو اور اس کا خون (مریض) انسان پر لگایا جائے اور کبھی وہ اس پر اللہ کا نام بھی ذکر نہیں کرتا تو گزارش یہ ہے کہ دین اسلام اس مسئلے میں کیا حکم لگاتا ہے؟

[1] صحیح مسلم [1978/43]

جواب غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا شرک اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۝﴾

[الأنعام: 163,162]

''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

اور یقیناً نبی اکرم ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی جس نے غیر اللہ کے لیے کوئی جانور وغیرہ ذبح کیا۔ اس قسم کے شعبدہ بازوں، کاہنوں اور اس طرح کے شرکیہ کام کرنے والوں کے پاس (علاج وغیرہ کی غرض سے) جانا حرام ہے، ایسے ہی ان سے کچھ پوچھنا اور ان کے جواب کو سچ سمجھنا بھی حرام ہے۔

(اللجنة الدائمة: 5895)

261- مریض کے سینے پر ذبح کرنے یا اس کے ہاتھ میں چاندی کا چھلہ یا کپڑے کا ٹکڑا پہنانے کا حکم

سوال کچھ لوگ ہیں جن کی ادویات میں، جن کے ساتھ وہ علاج کرتے ہیں، یہ بھی شامل ہے کہ وہ علاج کی غرض سے مریض کے سینے یا اس کے سر پر یا چاندی کے چھلے پر، جو مریض کے ہاتھ میں پہنایا جاتا ہے، بکری یا مرغی ذبح کرواتے ہیں یا کپڑے کے چھوٹے سے ٹکڑے پر یا مٹھی بھر مٹی پر ذبح

کرواتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ کپڑا اس کے خاندان کے ایک نیک آدمی کے کپڑے کا ٹکڑا ہے اور یہ مٹی اس کی قبر کی مٹی ہے، تو گزشتہ تمام ذرائع سے علاج کروانے کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسے معالجین جب کسی چیز کے متعلق خبر دیں تو ان کی اس خبر میں تصدیق کرنا جائز ہے؟

جواب غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا حرام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے، نیز غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا شرک کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

[الأنعام: 163,162]

"کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔"

اور نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ»[1]

"جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔"

رہا سوال میں مذکورہ طریقے سے علاج کرنا تو یہ ایک منکر عمل ہے جو جائز نہیں ہے، اگرچہ اس جانور کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ذبح کیا گیا ہو، نیز ایسے

[1] صحیح مسلم [1978/43]

لوگوں کی دی ہوئی خبروں کو سچا جاننا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ شعبدہ باز اور دجال ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے:

((مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً)) [1]

''جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا، پھر اس سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ)) [2]

''جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی تو اس نے اس (دین) کا انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 8071)

262- ''زار'' (مرگی کی ایک قسم) کے علاج کی خاطر کچھ ذبح کرنے کا حکم

سوال میری بیوی ایک ایسے مرض میں مبتلا ہے جسے ''زار'' کہا جاتا ہے۔ یہ مرگی کی ایک قسم ہے جو کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی کے نتیجے میں لگ جاتی ہے جن کے ہاں یہ مرض موجود ہے۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ کسی شخص سے محبت کرتے ہیں یا اس سے دوستی لگاتے ہیں تو وہ اپنی یہ بیماری اسے بھی دے دیتے ہیں، چنانچہ جب میری بیوی پر اس بیماری کا حملہ ہوتا ہے تو جب تک

---

[1] صحيح مسلم [2230/125]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [135]

اس کی ان سہیلیوں میں سے کوئی اس کا علاج نہیں کرتی وہ شفایاب نہیں ہوتی۔ اب سوال یہ ہے کہ میری بیوی کا ارادہ ہے کہ میں اس کے اس مرض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک مرغ ذبح کروں۔ اب میں نہیں جانتا کہ میرا ذبح کیا ہوا یہ مرغ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا، یا ایسا کرنے کا کہنے والے معالج کے لیے ہے۔ مرغ ذبح کرنے کی پابندی میری بیوی کی سہیلیوں میں سے ایک نے اس پر عائد کی ہے اور اس نے میری بیوی کا کچھ زیور مرغ ذبح کرنے تک گروی رکھا ہوا ہے، تو میرے لیے مذکورہ عمل جائز ہے یا میرے ذمے اس سلسلہ میں کیا کرنا واجب ہے؟ ہمیں اس مسئلہ میں فائدہ پہنچایئے گا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا شرک اکبر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے، لہٰذا تمھارے لیے اپنی بیوی کے علاج کی خاطر مذکورہ ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ جائز و مشروع علاج تو مباح اور جائز ادویات، شرعی دم، تلاوت قرآن اور مشروع دعاؤں کے ذریعے ہی سے ہونا چاہیے، تم پر لازم ہے کہ تم اپنی بیوی کو نصیحت کرو اور اسے غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کے عمل کو ترک کرنے کی دعوت دو، اور اس کے مرض اور علاج کے سلسلے میں ایسا طریقہ اختیار کرو جو مباح اور جائز ہو، اللہ تعالیٰ تمھاری اس بیوی کو ہدایت عطا فرمائے اور شفایابی سے بہرہ مند فرمائے۔ (اللجنة الدائمة: 9358)

263- جنوں کے خوف کے وقت چہرے پر مصحف قرآنی رکھنے کا حکم

تمھارے لیے مناسب اور لائق یہ ہے کہ تم سوتے وقت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور ''آیۃ الکرسی''، سورت اخلاص اور معوذتین (سورت فلق اور ناس) پڑھو اور تین مرتبہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ ہر اس چیز

کے شر سے پناہ پکڑو جسے اس نے پیدا کیا ہے (یعنی یہ دعا پڑھو: "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ") اور تم تین مرتبہ صبح و شام یہ کلمات پڑھو:

« بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ »

"اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

تم ان شاء اللہ جنوں وغیرہ کے شر سے محفوظ رہو گے۔ اس معاملے میں مذکورہ طریقے پر مصحف قرآنی کو استعمال کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ اس سے کتاب اللہ کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے اور شیاطین اس پر راضی ہوتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تمھیں صحت و عافیت عطا فرمائے اور ہم سب کو شیاطین کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (اللجنة الدائمة: 8040)

264- ایک حدیث کی وضاحت

سوال رسول اللہ ﷺ کے تھوک کے علاوہ کسی کے تھوک سے تبرک حاصل کرنے کی حرمت اور « بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا » والی حدیث میں کیا موافقت ہوگی؟

جواب بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ حدیث میں تھوک کے ساتھ دم کرنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے اور اس میں جو مٹی کو تھوک کے ساتھ ملا کر دم کرنے کا ذکر ہے یہ بھی صرف سر زمینِ مدینہ اور اس کی مٹی کے ساتھ مخصوص ہے، سو اس بنا پر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

لیکن جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ یہ دم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور ارضِ مدینہ اور اس کی مٹی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ یہ ہر دم کرنے والے اور ہر مٹی کے حق میں عام ہے، لیکن یہ حدیث تھوک کے ذریعے سے تبرک حاصل کرنے کی قبیل سے نہیں ہے، بلکہ اس میں ایسے تھوک کا ذکر ہے جس کے ساتھ شفا طلبی کے لیے دم اور مٹی بھی شامل ہے، یہ محض تبرک کے لیے نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 47)

265- دم جھاڑے کے لیے مخصوص دکانیں کھولنا

ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلتا ہے، اور حیلہ گروں کے حیلہ کرنے کا دروازہ کھلتا ہے، اور یہ سلف صالحین کا عمل نہیں ہے کہ انھوں نے دم کرنے کے لیے اس قسم کی جگہیں اور دکانیں بنائی ہوں۔ اس مسئلہ میں خوامخواہ کی گنجائش پیدا کرنا شر کو جنم دے گا جس سے بگاڑ پیدا ہوگا، اور اس میدان میں ایسے لوگ بھی کود پڑیں گے جو اچھے لوگ نہیں ہیں، کیونکہ اس پر لوگ طمع اور لالچ کے پیچھے دوڑ پڑیں گے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گے، خواہ انھیں اس کام کے لیے حرام چیزوں ہی کا ارتکاب کرنا پڑے، پھر اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکے گا کہ وہ صالح آدمی ہے کیونکہ انسان ۔العیاذ باللہ۔ فتنے میں مبتلا ہو جایا کرتا ہے اور اگر واقعتاً وہ نیک اور صالح ہے اور پھر اس نے اس قسم کی دکانداری کا دروازہ کھولا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 174/1)

266- قرآنی آیات اور اللہ کا نام دھو کر پینے کا حکم

سوال قرآن کی بعض آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کوئی نام لکھنے، پھر اسے پانی میں دھو کر کسی بیماری سے شفا حاصل کرنے یا کسی اور فائدے کے حصول کے لیے پینے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب جو شخص قرآن کے ذریعے بیماریوں کا علاج کرتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ بلا واسطہ مریض پر قرآن پڑھ کر دم کرے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہو کہ وہ قرآن پڑھے اور مریض پر بلا واسطہ پھونک مار کر دم کرے۔ دم کا یہ طریقہ زیادہ مفید، اچھا اور مکمل ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ استعمال میں لاتے تھے اور سلف صالحین بھی دم کا یہی طریقہ اپناتے تھے، تاہم پانی پر پڑھ کر دم کرنا اور مریض کو پلانا بھی جائز ہے، چنانچہ اس طریقے کے جواز میں بعض احادیث وارد ہوئی ہیں، رہا قرآن مجید کو کسی پاک چیز جیسے پیالے یا کاغذ پر کسی پاک چیز کے ساتھ لکھنا، پھر اس کو دھونا اور وہ پانی کسی مریض کو پلانے کا طریقہ، تو بعض سلف صالحین جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کی اجازت دی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کے مجموعہ میں اسے ذکر کیا ہے، یہ دیگر سلف کا بھی معروف موقف ہے، لیکن اس طریقے کو ترک کرنا اور صرف اسی طریقے پر اکتفا کرنا ہی زیادہ اچھا ہے، جو شریعت مطہرہ میں وارد ہوا ہے۔ واللہ اعلم

(الفوزان: المنتقیٰ: 172/1)

267- ایک شرکیہ دعا کے ساتھ دم کرنا

سوال ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو ایک دعا پڑھتے ہیں اور ان کا اعتقاد

ہے کہ یہ دعا شوگر (ذیابیطس) کے مریض کو شفا بخشتی ہے۔ وہ دعا مندرجہ ذیل ہے: ''الصلاة والسلام عليكم وعلى آلك يا سيدي يا رسول الله! أنت وسيلتي خذ بيدي قلت حيلتي فأدركني: ويقول هذا القول: يا رسول الله! اشفع لي: وبمعنى آخر: ادع الله يا رسول الله لي بالشفاء'' ''اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر اور آپ کی آل پر درود وسلام ہو، آپ ہی میرا وسیلہ ہیں، لہٰذا میرا ہاتھ تھام لیجیے، میرے ہاں حیلے کی کمی ہے، لہٰذا مجھے پکڑ لیجیے''، پھر وہ یہ بھی کہتا ہے: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے شفاعت کیجیے۔'' کچھ دوسرے الفاظ یہ ہیں: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے شفا کی دعا کیجیے۔'' کیا اس دعا کو بار بار پڑھنا جائز ہے اور کیا اس کے پڑھنے میں کوئی فائدہ ہے، جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے؟

جواب یہ دعا شرک اکبر ہے، کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کو پکارا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے ضرر اور مرض دور کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، جبکہ اس پر صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی قادر ہے، چنانچہ اس کا غیر اللہ سے مطالبہ کرنا شرک اکبر ہے اور ایسے ہی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرنا شرک اکبر کا ایک جز اور حصہ ہے، اس لیے کہ پہلے مشرکین اولیاء کی عبادت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر اس وجہ سے نکیر کی اور انھیں ایسا کرنے سے منع کیا:

﴿ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [یونس: 18]

''اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں

نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

نیز اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ [الزمر: 3]

''اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔''

لہٰذا مذکورہ دعا تمام کی تمام شرک اکبر کا پلندہ اور ایسا کبیرہ گناہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توبہ کیے بغیر نیز توحید اور اسلامی عقیدہ اختیار کیے اور اس کا التزام کیے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ مسلمان کے لیے اسے زبان پر لانا اور اس کے ساتھ دعا کرنا اور اسے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو یہ دعا پڑھنے سے منع کرے اور لوگوں کو اس کے غلط ہونے پر خبردار کرے۔

وہ شرعی دعائیں جو مریض کے لیے کی جاتی ہیں اور جن کے ذریعے سے مریض کو دم کیا جاتا ہے، انھیں تلاش کرنے کے لیے اسلام کے صحیح ترین مجموعوں جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، ایسے ہی شوگر یا شوگر کے علاوہ کسی دوسرے مرض میں مبتلا مریض پر قرآن مجید پڑھ کر دم کرنے کا یہی حکم ہے، چنانچہ مریض پر قرآن کریم بالعموم اور سورت فاتحہ بالخصوص پڑھ کر دم کیا جائے، کیونکہ اس میں شفاء ہے اور اجر وثواب ہے، نیز یہ خیر کثیر کا باعث بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قسم کی مفید چیزیں عطا کر کے شرکیہ امور سے

مستغنی اور بے پروا کر دیا ہے، لہٰذا مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ شرکیات میں سے کوئی چیز اختیار کرے اور نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اعمال میں سے کسی عمل یا دعاؤں میں سے کسی دعا کو استعمال میں لانے کی طرف پیش قدمی کرے، مگر اسی وقت جب اس کا ثبوت مل جائے اور وہ اس بات کی تحقیق کر لے کہ وہ اللہ کی شریعت کا حصہ ہے اور اس کے رسول کے طریقے کے مطابق ہے، رہی یہ بات کہ یہ کیسے معلوم ہوگا؟ تو گزارش یہ ہے کہ اہلِ علم سے سوال کر کے اور اسلام کے صحیح مصادر کی طرف رجوع کر کے ہی اس کا علم ہو سکے گا۔

پس میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ مذکورہ دعا کو ترک کر دو اور اس سے دور رہو اور لوگوں کو بھی اس کے پڑھنے سے منع کرو اور انھیں اس سے بچنے کی تلقین کرو۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 309/1)

268- سورت زلزال کے متعلق بعض لوگوں کا غلط عقیدہ

سوال ایک عورت ہے جو کسی نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہے۔ لوگوں نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ جب مریض کو کوئی سخت بیماری لاحق ہو جائے تو وہ سورت زلزال پڑھے، یا تو اسے شفا مل جائے گی یا وہ مر جائے گا۔ اس عورت نے کسی سے وہ سورت پڑھوا کر پانی پر دم کروایا اور پھر وہ دم کیا ہوا پانی پی لیا، کچھ عرصے کے بعد وہ حاملہ ہوگئی اور اس نے وہی دم کیا ہوا پانی پیا تو اس کے ہاں صحیح سلامت بچہ پیدا ہوا۔

اس بچے کا دودھ چھڑانے کے بعد وہ ایک اور بچے کے ساتھ حاملہ ہوئی تو حمل کے نویں مہینے اس پر اسی بیماری کا پھر حملہ ہوا اور اس نے وہی سورت زلزال کا دم کیا ہوا پانی پیا، لیکن اسی دن اس کے ہاں ایک مردہ بچہ پیدا ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد

وہ ایک اور بچے کے ساتھ حاملہ ہوئی تو اس کی وہ بیماری پھر عود کر آئی اور اس نے وہی دم کیا ہوا پانی حمل کے آٹھویں مہینے پیا تو اس کے ہاں فوت شدہ بچہ پیدا ہوا۔

کچھ عرصے کے بعد وہ پھر حاملہ ہوئی اور حمل کے ساتویں مہینے میں پھر اسے پرانی بیماری کا احساس ہوا تو اس نے دم شدہ پانی پیا اور اس کے ایک رات بعد اس کے ہاں ایک زندہ بچہ پیدا ہوا۔ اس نے لوگوں سے سنا ہے کہ سورت زلزال پڑھنے سے بچے ساقط ہوجاتے ہیں، جبکہ دم میں کلونجی کا استعمال کیا گیا ہو۔ کیا کلونجی کے استعمال سے حمل ساقط ہوجاتا ہے، جبکہ عورت اس سے آگاہ نہیں ہے؟ کیا اس عورت پر ان بچوں کی وجہ سے کوئی جرمانہ اور کفارہ عائد ہوگا جو بچے فوت ہوئے ہیں؟

اولاً: سورۃ الزلزال کے متعلق لوگ جو کہتے ہیں کہ اس کے دم سے یا مریض تندرست ہوجاتا ہے یا فوت ہوجاتا ہے، نیز جو وہ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس سے حمل میں موجود بچے ساقط ہوتے رہتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ باطل خرافات کا حصہ ہے۔

ثانیاً: مذکورہ عورت کے ذمے کوئی فدیہ یا کفارہ نہیں ہے، کیونکہ اس کا عمل اس کے بچوں کی موت کا سبب نہیں بنا ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 44/5)

تعویذ گنڈوں کے احکام و مسائل

269- ایک حدیث کا مفہوم

سوال حدیث: « إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ » ''یقیناً جھاڑ پھونک (منتر)، تعویذ اور حُبّ کے عملیات شرک ہیں'' کا مفہوم و مطلب کیا ہے؟

اس حدیث کی سند میں کوئی نقص اور خرابی نہیں ہے۔ اسے امام احمد اور ابو داود رحمہما اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً وہ دم جھاڑے جو ایسے الفاظ کے ساتھ ہوں جن کا مفہوم معروف نہ ہو یا وہ شیاطین کے ناموں کے ساتھ ہوں یا ان میں اس قسم کی کوئی خرابی پائی جاتی ہو تو وہ ممنوع ہیں۔

حدیث کے الفاظ میں ایک لفظ ہے: ''اَلتِّوَلَةَ'' جو جادو کی ایک قسم ہے جسے لوگ ''صرف'' (مرد و عورت کو ایک دوسرے کی طرف سے پھیرنا) اور ''عطف'' (مرد و عورت کا ایک دوسرے کی طرف میلان کرنا) کا نام دیتے ہیں۔

اور ''اَلتَّمَائِمَ'' (تعویذ گنڈے وغیرہ) وہ ہیں جو نظرِ بد سے یا جنوں کے چمٹنے سے محفوظ رہنے کے لیے بچوں کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ کبھی یہ تعویذ مریضوں اور بڑی عمر کے لوگوں کو بھی پہنائے جاتے ہیں اور اونٹوں وغیرہ کو بھی یہ تعویذ ڈالے جاتے ہیں۔ وہ تعویذ جو چارپایوں کے گلے میں لٹکائے جاتے ہیں

ان کو ''الاوتار'' کا نام دیا جاتا ہے اور یہ (اوتار کا لٹکانا) شرک اصغر کا حصہ ہے اور اس کا حکم ''تمائم'' والا ہی ہے۔ صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک غزوے کے دوران میں لشکر کی طرف ایک ایلچی اور قاصد بھیجا جو انھیں یہ پیغام دے کر آئے:

«لَا يُبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قَلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ إِلَّا قُطِعَتْ» [1]

''کسی اونٹ کی گردن میں کوئی ایسی رسی باقی نہ رہنے دی جائے (جو نظرِ بد وغیرہ سے بچانے کے لیے لوگ باندھا کرتے ہیں) اگر کوئی ایسی رسی ہے تو اسے کاٹ دیا جائے۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ہمہ قسم کے تعویذ گنڈے حرام ہیں، خواہ وہ قرآنی تعویذ ہوں یا غیر قرآنی۔

اسی طرح جب دم جھاڑے (منتر) مجہول اور غیر واضح ہوں تو وہ بھی حرام ہیں۔ رہے وہ دم جو معروف و مشہور ہوں، ان میں شرک ہو اور نہ کوئی خلاف شریعت بات تو ایسے دم کرنے کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے دم کیا بھی ہے اور آپ ﷺ کو (جبرئیل وغیرہ کی طرف سے) دم کیا بھی گیا ہے، نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا بَأْسَ بِالرُّقَىٰ مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا» [2]

''دم کرنے (کروانے) میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ شرک پر مشتمل نہ ہوں۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3005] صحيح مسلم [2115/105]

[2] صحيح مسلم [2200/64]

اسی طرح پانی میں دم کرنا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، وہ اس طرح کہ پانی میں کچھ (آیاتِ قرآنیہ اور مسنون دعائیں وغیرہ) پڑھ کر دم کیا جائے اور مریض کو وہ پانی پلایا جائے یا اس پر ڈالا جائے اور چھینٹے مارے جائیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے، چنانچہ سنن اَبی داود میں کتاب الطب کے تحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے لیے پانی میں کچھ پڑھ کر دم کیا، پھر وہ پانی ان پر ڈالا، نیز سلف صالحین کا بھی اسی پر عمل رہا ہے، چنانچہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 52/1)

270- اس شخص کا حکم جو قرآنی آیات لکھتا (تعویذ لکھتا ہے) اور لوگوں کو (گلے وغیرہ میں) لٹکانے کا حکم دیتا ہے

صحیح اور درست موقف یہ ہے کہ قرآنی آیات یا ان کے علاوہ مسنون دعائیں لکھنا اور شفا کی امید پر مریض کے گلے وغیرہ میں لٹکانا تین وجہوں سے ممنوع ہے:

پہلی وجہ: تعویذ گنڈے لٹکانے سے ممانعت کی احادیث کا عام ہونا اور ان کی تخصیص کی کوئی دلیل نہ ہونا۔

دوسری وجہ: اس ذریعے سے دوسرے دروازے کو بند کرنا، کیونکہ قرآنی آیات پر مشتمل تعویذ لٹکانا کبھی غیر قرآنی تعویذ پہننے پر بھی آمادہ کرسکتا ہے۔

تیسری وجہ: اس قسم کے قرآنی تعویذ پہننے میں قرآن مجید کی توہین اور گستاخی کا پہلو نکلتا ہے کیونکہ تعویذ پہننے والا انھیں قضاءِ حاجت اور استنجا وغیرہ کرنے

کی جگہوں پر اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور جب تعویذ پہننا ممنوع ہے تو شفا کی امید پر مریض کے گلے وغیرہ میں لٹکانے کے لیے تعویذ لکھنے کی اجرت لینا بھی ممنوع ہے۔ (اللجنة الدائمة: 1545)

271- تعویذ گنڈے لکھنے کا حکم

یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الرُّقىٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ))[1]

''یقیناً جھاڑ پھونک (منتر)، تعویذ اور حُبّ کے عملیات شرک ہے۔''

اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ))[2]

''جو شخص تعویذ لٹکائے اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جو کوڑی اور سیپی لٹکائے اللہ اسے آرام وسکون نہ دے۔''

نیز امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ایک دوسری سند کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ))[3]

''جس نے تعویذ لٹکایا یقیناً اس نے شرک کیا۔''

اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [3883]
2. مسند أحمد [154/4]
3. مسند أحمد [156/4]

تعویذ وہ ہے جو نظر بد سے یا جنوں سے یا بیماری وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لیے بچوں یا ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے گلے وغیرہ میں لٹکایا جاتا ہے، بعض لوگ اس تعویذ کا نام ''حرز'' (بچاؤ کا ذریعہ) رکھتے ہیں اور بعض اسے ''الجامعہ'' کا نام دیتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ تعویذ ہیں جن میں شیاطین کے نام لکھے ہوتے ہیں، یا وہ ہڈیوں یا مہروں یا کیلوں یا نقوش یعنی حروف مقطعات کے نقوش یا ان جیسی دیگر چیزوں کی شکلوں میں ہوتے ہیں، تعویذوں کی یہ قسم بلا شک و شبہہ حرام ہے، کیونکہ اس کی حرمت پر دلالت کرنے والے کثیر دلائل موجود ہیں۔ یہ تعویذ مذکورہ احادیث، اور ان کے مفہوم والی دیگر احادیث کی وجہ سے شرک اصغر کی ایک قسم ہے۔ جب مذکورہ قسم کے تعویذ لٹکانے والا یہ اعتقاد بھی رکھے کہ یہ تعویذ اللہ کے حکم اور اس کی مشیت کے بغیر اس کی حفاظت کرتے ہیں، یا اس کی بیماری کا ازالہ کرتے ہیں یا اس سے ضرر و نقصان کو دور کرتے ہیں تو پھر تعویذ کی یہ قسم شرک اکبر کے زمرے میں داخل ہوجاتی ہے۔

دوسری قسم: وہ تعویذ جو قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں یا ان کی طرح کی پاکیزہ دعاؤں کی شکل میں ہوتے ہیں، تو تعویذ کی اس قسم کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، بعض نے ان کی اجازت دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ جائز دم کی جنس سے تعلق رکھتے ہیں، اور بعض اہلِ علم نے ان سے منع کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ تعویذ حرام ہیں اور اپنے اس موقف کے حق میں دو دلیلیں پیش کی ہیں:

ان میں سے پہلی دلیل: تعویذوں سے ممانعت، ان کے متعلق ڈانٹ ڈپٹ اور ان کے متعلق یہ حکم لگانے والی احادیث کا، کہ وہ شرک ہیں، تعویذوں

میں سے کسی کو جائز قرار دیتے ہوئے خاص کرنا بغیر کسی ایسی شرعی دلیل کے جائز نہیں ہے، جو دلیل اس کے خاص ہونے پر دلالت کرتی ہو، جبکہ صورت حال یہ ہے کہ تعویذ کی تخصیص پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ رہے دم تو صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو دم قرآنی آیات اور جائز دعاؤں کے ذریعے سے کیے جائیں ان میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ ان کا مفہوم واضح اور معروف ہو اور جسے دم کیا گیا ہو (اور جو دم کرنے والا ہو) وہ اس دم پر اعتقاد نہ رکھیں، بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ دم اسباب میں سے ایک سبب ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا» [1]

''دم کرنے (کروانے) میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ شرک پر مشتمل نہ ہوں۔''

اور خود نبی اکرم ﷺ نے بھی دم کیا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دم کیا ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ» [2]

''دم صرف نظر اور زہریلی شے سے ہے۔''

اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ اور جہاں تک تعویذوں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کوئی حدیث مروی نہیں ہے، جو تعویذوں کی حرمت میں سے کسی تعویذ کو مستثنیٰ قرار دیتی ہو، لہٰذا عام دلائل پر عمل کرتے ہوئے تمام قسم کے تعویذوں کو حرام قرار دینا ہی لازم اور واجب ہے۔

---

[1] صحيح مسلم [2200/64]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [3884]

دوسری دلیل: شرک کے اسباب اور ذرائع کو ختم کرنا جو شریعت میں ایک عظیم مسئلہ ہے۔ یہ بات تو معلوم و معروف ہے کہ جب ہم آیات قرآنیہ اور مباح دعاؤں پر مشتمل تعویذوں کو جائز قرار دیں گے تو شرک کا دروازہ کھل جائے گا اور جائز قسم کے تعویذ ممنوع قسم کے تعویذوں سے مشتبہ ہو جائیں گے، اور بغیر سخت مشقت کے ان دونوں قسموں کے درمیان فرق اور تمیز کرنا مشکل ہو جائے گا، لہٰذا ان تعویذوں کا دروازہ بند کرنا ہی لازم ہے جو شرک کی طرف لیجانے والا ہے۔ اس موقف کی دلیل ظاہر اور واضح ہونے کی بنا پر یہی درست موقف ہے۔ واللہ الموفق (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 284/2)

272- ایک شبہے کا ازالہ

سوال جب ہم میں سے کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے، تو اس کے لیے کوئی دعا اور قرآن کریم کی جو آیت میسر ہو، لکھ کر بچے کے کندھے یا گردن میں لٹکا دیا جاتا ہے جس کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ بچہ بظاہر نفسیاتی طور پر آرام اور راحت محسوس کرتا ہے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب تعویذ اور کتبے پہنانا خواہ بڑوں کو پہنائے جائیں یا چھوٹوں کو، جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کا پہننا ''تمائم'' کا پہننا ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ''تمائم'' پہننے سے منع کیا ہے۔

پھر اگر یہ ''تمائم'' نقوش پر مشتمل ہوں یا ان میں ایسا کلام تحریر کیا جائے جس کا مفہوم غیر معروف اور غیر واضح ہو، یا ان میں شیاطین کے یا جنوں کے یا مجہول نام یا اس قسم کے دیگر نام لکھے جائیں، تو مسلمانوں کا اس پر قطعی اجماع

ہے کہ یہ حرام ہیں، کیونکہ وہ عقیدہ توحید میں خلل و خرابی پیدا کرتے ہیں اور شرک کی طرف لے جاتے ہیں۔

اور اگر یہ تعویذ قرآنی آیات یا مشروع دعاؤں پر مشتمل ہوں تو علماء کے دو قولوں میں سے صحیح قول کے مطابق ان تعویذوں کا پہننا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسے تعویذوں کا پہننا ناجائز تعویذوں کے پہننے کا وسیلہ اور ذریعہ بنتا ہے، کیونکہ جب تعویذوں کا دروازہ کھل جائے گا تو لوگ اس میں اتنی وسعت پیدا کر لیں گے کہ وہ ناجائز تعویذ بھی پہننا شروع کر دیں گے، یہ ان تعویذوں کے ناجائز ہونے کا ایک پہلو ہے، جبکہ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بچے کو قرآنی تعویذ پہنانے میں قرآن کی توہین ہے، کیونکہ بچہ بیت الخلا میں جا کر گندگی وغیرہ سے نہیں بچتا ہے، تو ایسی صورت میں اس کے گلے وغیرہ میں کلام اللہ کو لٹکانا قرآن کریم کی توہین ہے، لہٰذا اس قسم کی چیزوں کو پہننا جائز نہیں ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ ان تعویذوں سے نفسی راحت اور سکون حاصل ہوتا ہے، اور بیماری سے شفا مل جاتی ہے تو اس سے بھی تعویذوں کا جواز ثابت نہیں ہوتا ہے، کیونکہ ان تعویذوں کے لٹکانے کے بعد راحت کا حاصل ہونا یا بیمار کو شفا مل جانا کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ تعویذ اس وقت پہنائے جاتے ہیں جب اللہ کی قضا و قدر میں اسے راحت یا بیماری سے شفا حاصل ہونا مقدر کیا گیا ہوتا ہے اور لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ تعویذ پہننے کی وجہ سے راحت اور شفا حاصل ہوتی ہے، اور کبھی ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس سے بھی بدتر گناہ میں ملوث ہوجاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان پر کوئی عذاب نازل کرتا ہے، لہٰذا انسان کو اس طرح کی غیر مشروع چیزوں پر عمل کرنے سے

مقصود کا حاصل ہوجانا ان کے جائز ہونے پر دلالت نہیں کرتا ہے، کیونکہ اس سے یا تو لوگوں کو مہلت اور ڈھیل دی جاتی ہے اور پھر سزا دی جاتی ہے، یا اللہ کی تقدیر میں پہلے ہی سے تعویذ پہننے والے کے حق میں راحت اور شفا مقدر کر دی گئی ہوتی ہے، اس کا تعویذ پہننے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، جبکہ لوگ یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ تعویذ پہننے سے ایسا ہوا ہے، اور یوں وہ آزمائش اور فتنے میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 162/1)

273- بعض آیاتِ قرآنیہ کو لکھ کر تکیے یا دروازے کے نیچے رکھنے کا حکم

سوال کیا مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ قرآن کریم کی آیات لکھ کر انھیں دھو کر پیے یا انھیں اپنے تکیے کے نیچے یا دروازے کے پاس یا اس کے علاوہ دیگر جگہوں پر رکھے؟

جواب مریض کو پانی پر قرآنی آیات کا دم کر کے پلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، سنن أبي داود کی ''کتاب الطب'' میں نبی اکرم ﷺ سے مروی حدیث موجود ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

رہا قرآنی یا غیر قرآنی تعویذ لٹکانا تو یہ جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں یہ جان لینا چاہیے کہ وہ تعویذ جو انسان پہنا کرتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

1. پہلی قسم یہ ہے کہ وہ تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہو۔
2. دوسری قسم یہ ہے کہ وہ تعویذ غیر قرآنی ہو۔

پس اگر وہ تعویذ قرآنی ہو تو سلف کا اس میں اختلاف ہے اور اس

اختلاف کے نتیجے میں دو قول سامنے آتے ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ تعویذ پہننا جائز نہیں ہے، چنانچہ اس کے قائل ابن مسعود، ابن عباس، حذیفہ، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم ہیں اور ابن عکیم کا بھی ظاہری موقف یہی معلوم ہوتا ہے، نیز تابعین کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل ہے، جن میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد شامل ہیں اور ایک روایت میں، جسے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہے اور بعد والے لوگوں نے اسے پختہ قرار دیا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے بھی یہی موقف اپنایا ہے۔ اس موقف کی بنیاد وہ حدیث ہے جسے امام احمد اور ابوداود رحمہما اللہ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ الرُّقیٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ)) [1]

''یقیناً جھاڑ پھونک (منتر)، تعویذ اور حُبّ کے عملیات شرک ہیں۔''

شیخ عبداللہ بن حسن آل شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''فتح المجید'' میں لکھا ہے:

میں کہتا ہوں کہ تعویذ کے عدمِ جواز کا موقف ہی تین وجوہ کی بنا پر صحیح اور درست ہے، جو ادنیٰ سا تامل کرنے والے کے سامنے بھی واضح ہو جاتا ہے:

① پہلی وجہ یہ ہے کہ تعویذ کی ممانعت کے دلائل کا عام ہونا اور ان کی تخصیص کرنے والی کسی دلیل کا موجود نہ ہونا۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ تعویذوں کی راہ اور ذریعہ ہی بند کرنا، کیونکہ ان کی اجازت دینا لوگوں کو اس پر بھی آمادہ کرے گا کہ وہ غیر قرآنی تعویذ پہنا کریں۔

④ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب کسی کو قرآنی تعویذ پہنایا جائے گا تو وہ تعویذ پہننے والا قضاءِ حاجت، استنجا اور ایسی ہی دوسری حالتوں میں اس قرآنی تعویذ کو

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3883]

ساتھ لے جا کر اس کی توہین کا مرتکب ہوگا۔

دوسرا قول: تعویذوں کے جواز کا ہے اور یہ قول عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت مروی ہے، اس کا ظاہری مفہوم بھی اسی قول کی تائید کرتا ہے، اور یہی موقف ابو جعفر الباقر رحمہ اللہ اور ایک روایت میں امام احمد رحمہ اللہ کا ہے۔ ان لوگوں نے تعویذوں سے ممانعت والی حدیث کو ان تعویذوں پر محمول کیا ہے جن میں شرک پایا جاتا ہو۔

رہے وہ تعویذ جو قرآنی آیات، اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات پر مشتمل نہ ہوں تو وہ مندرجہ ذیل حدیث کی وجہ سے شرک ہیں:

((إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ)) [1]

''یقیناً جھاڑ پھونک (منتر)، تعویذ اور حُبّ کے عملیات شرک ہیں۔''

(اللجنة الدائمة: 3040)

274- ''الحصن الحصین''، ''حرز الجوشن'' اور اس طرح کی کتابیں اٹھانے کا حکم

قرآن، اذکار اور تمام ان دعاؤں کے ساتھ دم کرنا جائز ہے جن میں شرک کی آمیزش نہ ہو۔

رہا کتاب ''الحصن الحصین''، ''حرز الجوشن'' اور ''السبعة العقود'' کو بطور تعویذ اور حفاظت اٹھانا تو یہ جائز نہیں ہے۔

ہاں! سوتے وقت آیۃ الکرسی کا پڑھنا مفید ہے، نیز ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، معوذتین (سورۃ فلق اور ناس) کا پڑھنا بھی مفید ہے۔

(اللجنة الدائمة: 4798)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3883]

275- قرآنی آیات لکھ کر مریض کے گلے (وغیرہ) میں لٹکانے کا حکم

جادو وغیرہ جیسے امراض میں مبتلا مریض کو دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ دم قرآن کریم اور مباح و جائز دعاؤں کے ساتھ کیا جائے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دم کیا کرتے تھے۔ جو دم آپ ﷺ انھیں کیا کرتے تھے ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

((رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ، أَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ)) [1]

"ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے (اے اللہ!) تیرا نام مقدس ہے، تیرا حکم آسمان و زمین میں غالب ہے۔ جیسے تیری رحمت آسمان میں ہے، ایسے ہی زمین میں بھی اپنی رحمت فرما، اپنی رحمت میں سے رحمت نازل فرما اور اس درد اور تکلیف پر اپنی طرف سے شفا نازل فرما۔"

جس کو آپ ﷺ یہ دم کرتے وہ تندرست ہو جاتا۔

اور مشروع دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ)) [2]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3892]

[2] صحيح مسلم [2186/40]

''اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے، اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔''

اور ان میں سے ایک دعا یہ ہے کہ انسان اپنا ہاتھ درد اور تکلیف والی جگہ پر رکھے اور پھر یہ پڑھے:

((أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ)) [1]

''میں اللہ کی عزت اور قدرت کی پناہ پکڑتا ہوں، اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔''

اس کے علاوہ بھی دعاؤں پر مشتمل متعدد احادیث ہیں جو اہلِ علم نے نقل کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے وارد ہوئی ہیں۔

رہا آیات اور اذکار کو لکھ کر (گلے وغیرہ میں) لٹکانا تو اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے، چنانچہ ان میں سے کسی نے اسے جائز قرار دیا ہے اور کسی نے اسے ممنوع قرار دیا ہے، جبکہ اقرب مؤقف اس کی ممانعت ہی کا ہے، کیونکہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ سے صرف مریض پر (قرآنی آیات اور ادعیہ ماثورہ وغیرہ) پڑھ کر دم کرنا منقول ہے۔ جہاں تک آیات یا دعاؤں کا لکھ کر مریض کی گردن یا اس کے ہاتھ یا اس کے تکیے کے نیچے اور کسی جگہ پر رکھنا اور باندھنا ہے تو راجح قول کے مطابق یہ ان امور میں سے ہے جو ممنوع ہیں، کیونکہ یہ شریعت میں منقول نہیں ہے، اور ہر وہ شخص جو شریعت کی اجازت کے بغیر کسی امر کو دوسرے امر کا سبب بناتا ہے، تو اس کا یہ

---

[1] صحیح مسلم [2202/67]

عمل شرک کی ایک قسم شمار ہوگا، کیونکہ اس میں ایک ایسی چیز کو سبب قرار دیا گیا ہے، جسے اللہ نے سبب مقرر نہیں کیا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 43)

276- بعض حیوانات کے بالوں سے بنے ہوئے دھاگوں کو گلے (وغیرہ) میں لٹکانے کا حکم

کنگن لٹکانا یا انھیں پہننا اور بالوں وغیرہ سے بنے ہوئے دھاگے (جسم کے کسی بھی حصے پر باندھنا) جو شخص بھی یہ عمل کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اس قسم کی چیزیں ضرر ونقصان کو روکتی ہیں، اور جس نے یہ پہن رکھی ہوں بذات خود اس کا دفاع کرتی ہیں، تو یہ عمل وعقیدہ شرک اکبر ہے اور انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ اس نے ان چیزوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھا کہ وہ نفع پہنچاتی اور نقصان کو دور کرتی ہیں، جبکہ نفع پہنچانے اور نقصان کو دور کرنے کی قدرت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا ہے۔

اور اگر وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ ہی نفع پہنچانے والا ہے، اور وہی نقصان کو دور کرنے والا ہے یہ چیزیں تو فقط اسباب کی حیثیت رکھتی ہیں، پھر بھی مذکورہ عمل حرام اور شرک اصغر ہے جو شرک اکبر کی طرف کھینچ کر لے جانے والا ہے، کیونکہ اس شخص نے ایسی چیز کی سببیت کا عقیدہ رکھا جسے اللہ نے شفا کا سبب نہیں بنایا ہے، اس لیے کہ یہ چیزیں فی الحقیقت اسباب ہیں بھی نہیں، اللہ تعالیٰ نے مفید اور مباح ادویات کو اور شرعی جھاڑوں کو شفا کے اسباب قرار دیا ہے اور مذکورہ چیزیں ان اسباب میں شامل نہیں ہیں۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''کتاب التوحید'' میں اس

موضوع پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"باب من الشرك لبس الحلقة والخيط ونحوهما لرفع البلاء أو دفعه"

"بلا ٹالنے کے لیے کڑا یا گنڈا (دھاگا) پہننا شرک میں داخل ہے۔"

پھر اس باب میں انھوں نے اس موضوع پر متعدد دلائل پیش کیے ہیں، جن میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنے ہاتھ میں پیتل کا چھلا پہنے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: «مَا هٰذِهِ؟» "یہ کیا ہے؟" اس نے عرض کی: کمزوری سے نجات حاصل کرنے کے لیے میں نے اسے پہنا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِنْزِعْهَا فَإِنَّهَا لَا تَزِيْدُكَ إِلَّا وَهْنًا فَإِنَّكَ لَوْ مُتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا» [1]

"اسے اتارو، کیونکہ یہ کمزوری کے سوا تجھے کچھ نہ دے گا، اور اگر اسے پہنے ہوئے تمھیں موت آ گئی تو تم کبھی نجات نہ پاؤ گے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ [يوسف: 106]

"اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔"

اور اگر وہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ کڑا اور چھلا وغیرہ جنات کے شر کو دور کرتا

---

[1] مسند أحمد [445/4]

ہے تو اسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جنات کے شر کو صرف اللہ تعالیٰ ہی دور کرتا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [حم السجدة: 36]

''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الفوزان: المنتقیٰ: 161/1)

277- بیماریاں لاحق ہونے کی صورت میں تعویذ لینے کا حکم

تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب تمھیں کوئی بیماری لاحق ہو تو جامع مسجد کے امام کے پاس جاؤ، اور اس سے تعویذ لکھوا لاؤ۔ اگر تم امام کے پاس جاؤ اور قرآنی آیات پر مشتمل دم کرواؤ، اور وہ دم کر دے تو یہ اچھی چیز ہے، بشرطیکہ یہ دم کرنے والا امام قابلِ وثوق عقیدہ رکھتا ہو اور مریض کو کتاب اللہ کے ساتھ ہی دم کرے، پس مریض پر اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ دم کرنا صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث سے ثابت ہے۔

رہا اس کا تعویذ لکھ کر مریض کے گلے وغیرہ میں لٹکانا تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اگر تو یہ تعویذ غیر قرآنی ہوں یعنی شرکیہ دعاؤں پر مشتمل ہوں یا ان میں شیاطین یا جنوں کے نام لکھے گئے ہوں یا ان میں ایسی چیزیں لکھی گئی ہوں جن کا مفہوم واضح اور معروف نہ ہو تو یہی وہ شرکیہ تعویذ ہیں جو اہلِ علم کے اجماع کے ساتھ جائز نہیں ہیں۔

لیکن اگر یہ تعویذ قرآنی آیات سے لکھے گئے ہوں تو پھر بھی علماء کے دو قولوں میں سے صحیح قول کے مطابق انھیں پہننا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ تعویذ، اگرچہ قرآنی تعویذ ہیں، شرک کی طرف لیجانے کا وسیلہ بنیں گے، نیز اس طرح کے تعویذوں کے جواز کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے، دلیل تو صرف دم کی ہے، یعنی متاثرہ شخص پر کچھ (آیات قرآنیہ وغیرہ) پڑھ کر دم کرنا۔ واللہ اعلم

(الفوزان: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1365)

278- قرآنی آیات اور اذکار کو دیواروں پر لٹکانے کا حکم

رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ)) [1]

''یقیناً جھاڑ پھونک (منتر)، تعویذ اور حُبّ کے عملیات شرک ہیں۔''

اہل علم نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ ((اَلرُّقیٰ)) سے مراد وہ دم جھاڑے ہیں جو ممنوع ہیں، یعنی وہ دم جن کا مفہوم واضح نہ ہو یا وہ جنات کے ناموں یا مجہول ناموں پر مشتمل ہوں، رہے وہ دم جو آیات قرآنیہ اور شرعی دعاؤں پر مشتمل ہوں، تو وہ دم مشروع ہیں، ان کے کرنے کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا))

''دم میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ شرک نہ ہوں۔''

اور آپ ﷺ کے متعلق یہ ثابت ہے کہ جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کو دم کیا تھا:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3883]

«بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ»[1]

''اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے، اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔''

اور آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دم کیا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث کے لفظ ''اَلتِّوَلَۃ'' کا مطلب ہے کسی کی طرف میلان کرنا اور کسی کو اپنی طرف مائل کرنا جو جادو کی ایک قسم ہے اور اس کی تمام صورتیں حرام ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة: 102]

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض

[1] صحیح مسلم [2186/40]

ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے سے واضح کر دیا ہے کہ جادو کی تعلیم شیاطین کے عمل سے ہے اور یقیناً وہ کفر ہے، کیونکہ جادو شیاطین کی عبادت اور ان کے پسندیدہ اعمال کے ذریعے سے ان کا تقرب حاصل کر کے میسر آتا ہے۔

جہاں تک حدیث کے لفظ «اَلتَّمَائِم» کا تعلق ہے تو اس سے مراد کڑے، کوڑی، سیپی، چیتھڑے اور وہ اوراق جن پر نقوش بنائے جاتے ہیں، یا مجہول اور غیر واضح قسم کی تحریریں لکھی جاتی ہیں۔ ان تمام چیزوں کو بچوں اور مریضوں کے گلے وغیرہ میں لٹکایا جاتا ہے، اور ایسے ہی وہ تعویذ جن پر قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں، علماء کے صحیح قول کے مطابق ان تمام کا نام "تمائم" ہے، نیز انھیں "حروز" اور "جوامع" بھی کہا جاتا ہے اور یہ سب ناجائز ہیں، بلکہ مذکورہ حدیث کی بنا پر شرک اصغر کے زمرے میں آتے ہیں:

«إِنَّ الرُّقیٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ» [1]

"یقیناً جھاڑ پھونک (منتر)، تعویذ اور حُبّ کے عملیات شرک ہیں۔"

اس حدیث کو امام احمد اور ابوداود رحمہما اللہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مذکورہ چیزیں اس وجہ سے بھی شرک شمار ہوتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ وَمَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ» [2]

"جو شخص تعویذ لٹکائے اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے، اور جو کوڑی

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3883]

[2] مسند أحمد [154/4]

اور سیپی لٹکائے اللہ اسے آرام وسکون نہ دے اور جس نے تعویذ پہنا یقیناً اس نے شرک کیا۔“

ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہر قسم کے تعویذ کو مکروہ جانتے تھے، خواہ وہ قرآنی ہو یا غیر قرآنی۔ یہاں کراہت سے مراد صرف اس کو ناپسند کرنا ہی نہیں بلکہ اسے حرام سمجھتے ہوئے ناپسند اور مکروہ جاننا ہے۔

علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”فتح المجید شرح کتاب التوحید“ میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس کے ”باب ما جاء في الرقى و التمائم“ کی طرف رجوع کیا جائے۔

میں نے جو موقف تم لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے، یہ اہلِ علم محققین کا قابلِ اعتماد موقف ہے، ان تعویذوں کے متعلق جو قرآنی تعویذ ہوں۔ رہے وہ تعویذ جو غیر قرآنی ہوں تو مذکورہ دلائل کی بنا پر ان کے ممنوع اور ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جبکہ درست موقف یہ ہے کہ عمومی احادیث کے پیش نظر قرآنی تعویذ بھی ممنوع اور ناجائز ہیں۔ انھیں ناجائز قرار دینا اس وجہ سے بھی درست ہے کہ اس سے وہ راستہ بند ہوجاتا ہے جو شرک کی طرف لے جانے والا ہے، بہر حال ایسے تعویذ شرک اصغر کے زمرے میں آتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی یہ بات گزر چکی ہے، اور کبھی یہ شرک اکبر کے زمرے میں آجاتے ہیں جب انھیں لٹکانے والا شخص یہ عقیدہ رکھے کہ یہ تعویذ بذاتِ خود بلا اور آزمائش کو رفع کرتے ہیں۔

رہا دفاتر اور مدارس وغیرہ کی دیواروں پر نصیحت اور کسی دوسرے فائدے کی خاطر آیات اور احادیث لکھ کر لٹکانا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مساجد

میں لٹکانا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے نماز پڑھنے والوں کا دل نماز سے مشغول ہوکر اضطراب اور گڑبڑ کا شکار ہوجاتا ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 453/9)

279- اسباب کے ساتھ تعلق کا حکم

اسباب کے ساتھ تعلق کی چند قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

پہلی قسم: وہ ہے جو سراسر عقیدہ توحید کے منافی اور اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کسی چیز کے ساتھ ایسا تعلق باندھ لے جس چیز کی تاثیر کا ہونا ممکن نہ ہو، مگر وہ اللہ سے منہ موڑتے ہوئے اس پر کلی اعتماد کر لے، جیسے مصائب کے وقت قبروں کی عبادت کرنے والوں کا قبر والوں کے ساتھ تعلق اور وابستگی تو یہ شرک اکبر ہے جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے اور ایسا کرنے والے شخص کا وہی حکم ہوگا، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ذکر فرمایا ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [المائدة: 72]

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

دوسری قسم: یہ ہے کہ انسان صحیح اور شرعی سبب پر اعتماد کرے، البتہ وہ اس کے سبب اللہ تعالیٰ سے غفلت برتے تو یہ بھی شرک کی ہی ایک قسم ہے، لیکن یہ اپنے مرتکب کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتی ہے، کیونکہ اس شخص نے سبب پر بھروسا کیا ہے، اور مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ انسان سبب کے ساتھ محض اس کے ایک سبب ہونے ہی کا تعلق رکھے، البتہ اس کا اصل اعتماد اور بھروسا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، چنانچہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ سبب اللہ کی طرف سے ہے، اگر وہ چاہے اس سبب کو کاٹ کر ختم کر دے اور چاہے تو اس کو باقی رکھے، بہر حال اللہ عزوجل کی مشیت میں سبب کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ تعلقِ اسباب کی یہ قسم اصلاً اور کمالاً توحید کے منافی نہیں ہے۔

صحیح اور شرعی اسباب مہیا ہونے کے باوجود انسان کو لائق یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو سبب کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ وابستہ کرے، پس وہ ملازم جو مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر اپنی تنخواہ پر ہی کلی اعتماد و بھروسا کر لے تو وہ ایک قسم کے شرک کا مرتکب ہوا ہے، لیکن دل میں وہ یہ اعتقاد رکھے کہ تنخواہ تو صرف ایک سبب ہے، مسبب تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، تو تعلقِ اسباب کی یہ قسم توکل کے منافی نہیں ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی مسبب الاسباب اللہ عزوجل پر اعتماد کرتے ہوئے اسباب کو بروئے کار لایا کرتے تھے۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 42)

280- اللہ کے کلمات کے ذریعے سے مدد طلب کرنا

اللہ کے کلمات کے ذریعے سے استعانت کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات اس کی صفات پر مشتمل ہیں، اسی لیے علماء کرام نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

«مَنْ نَزَّلَ مَنْزِلًا فَقَالَ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ»[1]

---

[1] صحیح مسلم [2708/54]

"جس شخص نے کسی مقام پر قیام کیا اور پڑھا: «أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ» "میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔" تو اس کے وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ یقیناً اللہ کا کلام اس کی صفات میں سے ہے اور غیر مخلوق ہے، کیونکہ مخلوق سے پناہ پکڑنا جائز نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے کلمات مخلوق ہوتے (اللہ کی صفات نہ ہوتے) تو نبی اکرم ﷺ کبھی ان کے ذریعے سے پناہ پکڑنے کی طرف راہنمائی نہ کرتے۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 40)

281- جوڑوں اور پٹھوں کے درد کے علاج کی خاطر کڑے اور کنگن پہننے کا حکم

دوا شفا یابی کا ایک سبب ہے جبکہ مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے، لہٰذا سبب وہی معتبر ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے سبب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو اسباب قرار دیا ہے، ان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم ہے شرعی اسباب، مثلاً قرآن کریم اور دعا کو طلبِ شفا کے لیے سبب بنانا، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے سورۃ الفاتحہ کے متعلق (اس صحابی سے دریافت کرتے ہوئے جس نے سورۃ الفاتحہ کے ذریعے سے سانپ کے ڈسے ہوئے کو دم کیا تھا) فرمایا:

«وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟» [1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2276] صحيح مسلم [2201/65]

"تمھیں کس نے بتایا کہ یقیناً وہ (سورۃ الفاتحہ) دم ہے؟"

اور جیسے کہ نبی اکرم ﷺ بیماروں کو دعا کے ذریعے سے دم کیا کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا آپ ﷺ کی اس کے حق میں کی ہوئی دعا کو اس کے لیے شفا کا سبب بنا دیتا۔

دوسری قسم: حسی اسباب کی ہے جیسے وہ مادی ادویات جن کے متعلق شریعت سے معلوم ہوا کہ وہ شفا یابی کا ایک ذریعہ اور سبب ہیں، مثلاً شہد۔ یا تجربات کے ذریعے سے ان کے شفا کا باعث ہونا معلوم ہو جیسے کہ اکثر ادویات ہیں، تو اسباب کی اس قسم کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تاثیر بلا واسطہ ہو، وہم اور خیال کے واسطے سے نہ ہو، لہٰذا جب اس کی تاثیر بلا واسطہ حسی ذریعے سے ثابت ہو تو اسے بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے، تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا حاصل ہو جائے۔

اگر اس کی تاثیر محض اوہام اور خیالات کی بنا پر ہو کہ مریض ان کا تصور کرے تو اسے نفسیاتی طور پر راحت اور سکون محسوس ہو اور ان اوہام و خیالات کی وجہ سے اس کے مرض میں تخفیف ہو جائے۔ بعض اوقات یہ نفسیاتی سرور اور خوشی مرض پر اس قدر حاوی ہوتی ہے کہ وہ مرض ہی زائل ہو جاتا ہے تو ایسے سبب پر بھروسا کرنا اور اسے دوائی ثابت کرنا جائز نہیں ہے، تاکہ انسان اوہام و خیالات کی رو میں نہ بہہ جائے، اسی لیے انسان کو مرض کے رفع و دفع کرنے کے لیے چھلہ اور دھاگا اور اسی طرح کی دیگر چیزیں پہننے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ چیزیں شرعی سبب ہیں اور نہ حسی، اور جس چیز کا شرعی اور حسی سبب ہونا ثابت نہ ہو تو اسے سبب قرار دینا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے سبب قرار دینا اللہ تعالیٰ کی

بادشاہی میں جھگڑا کرنے اور اس کی بادشاہی چھیننے اور کھینچنے کے مترادف ہے، نیز یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ ایسا کرنے والے نے گویا اسباب کو ان کے مسببات کے ساتھ جوڑنے میں اللہ کے ساتھ شراکت اختیار کی ہے۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ''کتاب التوحید'' میں اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے:

"باب: من الشرك، لبس الحلقة والخيط ونحوهما لدفع البلاء أو رفعه"

''اس مسئلے کی وضاحت کا بیان کہ رفعِ بلا اور دفعِ مصائب کے لیے چھلا پہننا یا گلے میں دھاگے ڈالنا شرک ہی کی ایک قسم ہے۔''

اور وہ کڑے اور کنگن جو کوئی دوا فروش جوڑوں اور پٹھوں کے مریض کو دیا کرتا ہے، جن کا مذکورہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے، تو میں انھیں اسی (ممنوع اسباب کی) قسم ہی میں شمار کرتا ہوں، کیونکہ یہ کنگن نہ تو شرعی سبب ہیں اور نہ حسی کہ ان کی بلا واسطہ تاثیر جوڑوں اور پٹھوں کے درد کو ختم کر دے، لہٰذا اس مرض میں مبتلا شخص کو ان کنگنوں کو، ان کے (شرعی اور حسی) سبب بننے کی وجہ معلوم ہونے تک، استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ الموفق

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 49)

جادو کا علاج

282- جادو کی حقیقت

جس کا سبب لطیف اور پوشیدہ ہو اسے لغت میں ''سَحَر'' یعنی جادو کہتے ہیں۔ جادو کی حقیقت، جیسے کہ الموفق (ابن قدمہ) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (الکافی) میں بیان کی ہے، کچھ یوں ہے کہ جادو ان تعویذ گنڈوں، منتروں اور (دھاگوں کی) گرہوں کو کہتے ہیں جو دلوں اور جسموں پر اثر کرتے ہیں، پھر وہ سحر زدہ اس سے بیمار ہو جاتا ہے۔ کبھی یہ چیزیں اس کی موت کا بھی سبب بن جاتی ہیں، اور میاں بیوی کے درمیان پھوٹ بھی ڈال دیتی ہیں۔

ہر قسم کا جادو مکمل طور پر حرام ہے، اس کا کوئی جز اور حصہ جائز نہیں ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ [البقرة: 102]

''حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جان چکے تھے کہ جس نے اسے خریدا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔''

حسن رحمہ اللہ کا قول ہے: ''جادوگر کا دین نہیں ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ جادو حرام ہے اور اس کا کرنا کروانا کفر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کو سات

مہلک امور ((اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ...)) میں شمار کیا ہے۔

جادوگر کا قتل کرنا واجب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

"قَتْلُ السَّاحِرِ عَنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ"

"نبی اکرم ﷺ کے تین صحابیوں سے جادوگر کو قتل کرنے کا قول منقول ہے۔"

یعنی عمر، حفصہ اور جندب رضی اللہ عنہم تین صحابیوں سے مروی ہے کہ جادوگر کو قتل کرنا صحیح اور درست ہے۔

چنانچہ جادو سیکھنا، سکھلانا اور اسے بطور پیشہ اختیار کرنا اللہ کے ساتھ کفر کرنے کے مترادف ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ جب کسی کے متعلق ثابت ہو جائے کہ وہ جادوگر ہے تو اسے قتل کرنا واجب ہے، تاکہ لوگوں کو اس کے شر سے آرام پہنچایا جائے۔ اس لیے بھی اس کا قتل واجب ہے کہ وہ کافر ہے اور اس کا شر معاشرے میں سرایت کرتا اور اسے متاثر کرتا ہے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 407/1)

283- جادو سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ

اس کے علاج کی چند صورتیں اور قسمیں ہیں:

1. یہ دیکھا جائے گا کہ جادوگر نے کس چیز پر جادو کیا ہے؟ مثلاً جب پتا چلے کہ اس نے کسی جگہ بالوں میں جادو کیا ہے، یا کنگھیوں میں یا ان کے علاوہ کسی چیز میں جادو کیا ہے، تو جب یہ معلوم ہو جائے کہ جادوگر نے ان

مذکورہ چیزوں پر جادو کر کے فلاں جگہ ان کو دفن کیا ہے، تو ان کو وہاں سے نکالا جائے اور جلا دیا جائے، یا کسی اور طریقے سے ضائع کر دیا جائے، تو اس جادو کا اثر ختم ہو جائے گا، اور جادوگر نے اس کے ذریعے سے جو کچھ کرنے کا ارادہ کیا ہوگا وہ زائل ہو جائے گا۔

② جب معلوم ہو جائے کہ فلاں جادوگر نے جادو کیا ہے، تو اسے پابند بنایا جائے کہ وہ اس جادو کو ختم کرے، چنانچہ اسے کہا جائے: یا تو اپنے کیے ہوئے جادو کو ختم کرو، یا قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ، پھر جب وہ جادو کو ختم کر چکے تو ولی الامر اسے قتل کر دے، کیونکہ صحیح موقف کے مطابق جادوگر کو توبہ کی مہلت دیے بغیر قتل کیا جائے گا، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبُهُ بِالسَّيْفِ))[1]

”جادوگر کی حد یہ ہے کہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔“

ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا کہ ان کی ایک لونڈی جادو کرنے کی مرتکب ہوئی ہے، تو انھوں نے اسے قتل کر دیا۔

③ پڑھائی کرنا قرآن کریم اور مسنون دعائیں پڑھ کر دم کرنا جادو کے توڑ کے لیے بڑا مؤثر علاج ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جادو زدہ پر یا کسی برتن میں آیۃ الکرسی، جادو کے توڑ کی وہ آیات جو سورت اعراف، سورت یونس، سورت طٰہٰ میں ہیں اور سورۃ الکافرون، سورۃ الاخلاص اور معوذتین (سورۃ فلق اور ناس) پڑھی جائیں، اور مریض کے لیے شفا و عافیت کی دعا کی جائے۔ خاص طور پر وہ دعا ضرور کی جائے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے:

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1460]

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا» [1]

"اے اللہ، لوگوں کے رب! اس بیماری کو دور کر دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، لہٰذا شفا عطا فرما، شفا صرف تیری ہی طرف سے ہے، ایسی شفاء عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔"

اور اس میں وہ دم بھی شامل ہے، جو جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم کو کیا تھا، اور وہ یہ ہے:

«بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ» [2]

"اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے، اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔"

یہ دم تین مرتبہ مکرر کیا جائے اور تین ہی مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، معوذتین (سورت فلق اور ناس) پڑھی جائیں۔

نیز مذکورہ آیات اور دعائیں پڑھ کر پانی میں دم کیا جائے، اور سحر زدہ کو وہ دم شدہ پانی پلایا جائے اور باقی ماندہ پانی سے وہ ایک مرتبہ یا زیادہ مرتبہ، اگر ضرورت محسوس کرے تو غسل کر لے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے جادو رفع ہو جائے گا، کئی علمائے کرام نے اس عمل کو ذکر فرمایا ہے۔ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ نے اپنی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5675] صحيح مسلم [2191/46]

[2] صحيح مسلم [2186/40]

کتاب ''فتح المجید شرح کتاب التوحید'' کے ''باب ما جاء في النشرة'' میں ذکر فرمایا ہے، اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

4 سحر زدہ آدمی بیری کے سبز پتے لے کر ان کو پیس لے اور انھیں پانی میں گھول کر اس پر مذکورہ آیتیں، سورتیں اور دعائیں پڑھے، پھر اس پانی میں سے کچھ پی لے اور باقی ماندہ پانی سے غسل کر لے۔ یہ علاج اس شخص کے لیے بھی مفید ہے جسے جادو وغیرہ کے ذریعے سے اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو، چنانچہ وہ بیری کے ساتھ ہرے پتے (پیس کر) پانی میں حل کر کے اس پر مذکورہ آیات، سورتیں اور دعائیں پڑھے، پھر اس پانی میں سے کچھ تو پی لے، اور باقی ماندہ سے غسل کر لے، تو اللہ جل وعلا کے حکم سے یہ عمل مفید ہوگا، اور اسے شفا مل جائے گی۔

مذکورہ آیات پڑھ کر بیری کے پتوں ملے پانی پر دم کرنا، ان لوگوں کے لیے ہے جو سحر زدہ اور جادو زدہ ہیں اور جس شخص کو (جادو کے ذریعے سے) اس کی بیوی سے اس طرح روک دیا گیا ہو کہ وہ اس سے مجامعت نہ کر سکتا ہو، تو اس کے لیے مندرجہ ذیل عمل ہے:

① سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا۔

② سورۃ البقرہ سے آیۃ الکرسی پڑھنا اور وہ یہ ہے:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

﴿وَ لَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ [البقرة: 255]

③ سورت اعراف کی یہ آیات پڑھنا:

﴿قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۝ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝ وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ﴾ [الأعراف: 106 تا 122]

④ سورت یونس کی مندرجہ ذیل آیات پڑھنا:

﴿وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ

السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [یونس: 79 تا 82]

⑤ سورت طٰہٰ کی درج ذیل آیات پڑھنا:

﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ [طٰہٰ: 65 تا 69]

⑥ سورۃ الکافرون پڑھنا۔

⑦ سورت اخلاص اورمعوذتین (سورت فلق اور ناس) تین مرتبہ پڑھنا۔

⑧ بعض شرعی دعاؤں کا پڑھنا، مثلاً:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا» [1]

”اے اللہ، لوگوں کے رب! اس بیماری کو دور کر دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، لہٰذا شفا عطا فرما، شفا صرف تیری ہی طرف سے ہے، ایسی شفا عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔“

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5675] صحیح مسلم [2191/46]

اس دعا کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھے:

« بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ »[1]

''اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔'' (یہ دعا بھی تین مرتبہ پڑھنا ہے)۔

اگر مذکورہ آیات، سورتیں اور دعائیں پڑھ کر سحر زدہ آدمی کے سر یا اس کے سینے پر پھونک مار کر دم کیا جائے، تو مذکورہ علاج کی طرح اللہ کے حکم سے یہ بھی شفا کے اسباب میں سے ایک مؤثر سبب ثابت ہوگا۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 144/8)

284- جادو کے توڑ کا شرعی طریقہ

جادو کے توڑ کے لیے ایک صاحبِ فضیلت، متقی، سنت کے سختی سے پابند، شریعت پر عمل کرنے والے اور محرمات و معاصی سے گریز و پرہیز کرنے والے قاری اور عامل کا انتخاب کیا جائے، تو اللہ کے اذن و حکم کے ساتھ اس کا پڑھائی کرنا جادو ختم کرنے میں مؤثر ثابت ہوگا۔ عامل کے متقی و پرہیز گار ہونے کے ساتھ ساتھ جس سحر زدہ پر سے جادو کا توڑ کیا جا رہا ہو، اس کا صاحبِ تقویٰ، خیر و بھلائی والا، اصلاح یافتہ اور استقامت اختیار کرنے والا ہونا ضروری ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحيح مسلم [2186/40]

﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ [الإسراء: 82]

''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

سحر زدہ شخص محض تجربہ کے طور پر دم نہ کروائے، بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ قرآن مجید شفا کا باعث اور ایک نفع مند علاج ہے، نیز وہ پختہ یقین کرے کہ اللہ کے حکم کے ساتھ دم کے ذریعے سے بیماری کا ازالہ ہو جائے گا، پھر عامل کے لیے ضروری ہے کہ وہ آیات جو مریض پر پڑھ کر دم کرنے کے لیے خاص ہیں وہ ان کو خوب یاد کر کے ان کا استحضار کرے اور انھیں بار بار پڑھے۔ پھر ہر مسلم پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ نبوی دعاؤں اور کتاب و سنت کے مسنون اوراد و وظائف کے ذریعے سے اپنا بچاؤ اور دفاع کرے اور صبح و شام کے اذکار کو اپنا معمول بنائے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اسے بری تدبیریں کرنے والوں کی تدبیروں اور شرارتوں سے محفوظ رکھے گا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: اللؤلؤ المکین: 10)

285- جادو کے توڑ کی خاطر جادوگروں کے پاس جانے کا حکم

جادوگروں کے پاس جانے والا گناہ گار ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ)) [1]

---

[1] مسند البزار، رقم الحدیث [3578]

''جس نے جادو کیا یا جس نے جادو کروایا وہ ہم میں سے نہیں۔''

لیکن سلف و خلف میں سے بعض علماء نے ذکر کیا ہے، کہ مجبوری کی حالت میں جادوگر کے پاس اس غرض سے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ خود ہی جادو کا توڑ کر دے، بشرطیکہ یہ جادوگر اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارنے والا یعنی مشرک نہ ہو، کیونکہ مشرک نجس ہے، اس سے خیر کی توقع نہیں ہے۔

سائل نے کہا ہے: کیا ایسے شخص پر یہ حدیث صادق نہیں آتی:

《مَنْ أَتٰی سَاحِرًا أَوْ عَرَّافًا ... الخ》

''جو شخص جادوگر یا نجومی کے پاس گیا ...الخ۔''

علماء کہتے ہیں کہ جن اہلِ علم نے جاود کے توڑ کے لیے جادوگروں کے پاس جانے کی اجازت دی ہے ان کا کہنا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ﴾

[الأنعام: 119]

''حالانکہ بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں سوائے اس کے جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ۔''

لیکن اے سائل! کیا تم جانتے ہو مجبوری کیا ہے؟ مجبوری یہ ہے کہ سحر زدہ کے متعلق مسلسل بیماری کی وجہ سے ضرر و نقصان یا اس کی موت واقع ہونے کا خدشہ ہو، اور قرآن کریم اور مباح دعاؤں کے ذریعے سے اس کا علاج ممکن دکھائی نہ دیتا ہو۔ مگر بعض علماء نے اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ کسی سحر زدہ کا جادوگر کے پاس جانا جائز نہیں ہے، خواہ وہ تکلیف کی وجہ سے مر

ہی کیوں نہ جائے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ''نشرہ'' (جادوگر کے شیطانی منتر) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ» [1] ''یہ شیطانی عمل ہے۔''

(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 26/9)

286- حدیث: «تَعَلَّمُوا السِّحْرَ وَلَا تَعْمَلُوا بِهِ» ''جادو سیکھ لو اور اسے عمل میں نہ لاؤ'' کا حکم

یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، جادو کی تعلیم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اسے عمل ہی میں لانا۔ ایسا کرنا منکر ہے بلکہ کفر اور گمراہی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کا منکر ہونا اپنے اس فرمان میں واضح کیا ہے:

﴿ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

[البقرة: 103,102]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2868]

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہدِ حکومت میں پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا، اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔ پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔ اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہنچاتی اور انھیں فائدہ نہ دیتی تھی۔ حالانکہ بلاشبہہ یقیناً وہ جان چکے تھے کہ جس نے اسے خریدا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور بے شک بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ اور اگر واقعی وہ ایمان لاتے اور بچتے تو یقیناً اللہ کے پاس سے تھوڑا ثواب بھی بہت بہتر تھا، کاش! وہ جانتے ہوتے۔''

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مذکورہ آیت میں یہ صراحت کر دی ہے کہ یقیناً جادو کفر ہے، اور جادو کی تعلیم حاصل کرنا شیطانی علم پڑھنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کے جادو کا علم حاصل کرنے پر ان کی مذمت کی ہے، اور انھیں ہمارا دشمن قرار دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت کی ہے کہ یقیناً جادو کا علم حاصل کرنا کفر ہے اور یہ کہ جادو ضرر رساں ہے، مفید نہیں ہے، چنانچہ اس

سے بچنا واجب ہے، کیونکہ جادو سیکھنا سکھانا سب کفر ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ لوگوں کو اس وقت تک جادو کی تعلیم نہ دیتے تھے جب تک کہ وہ جادو کے طالب علم کو اس بات سے خبردار نہ کر لیتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ: 102]

''اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔''

پس یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ جادو سیکھنا سکھانا کفر اور گمراہی ہے، اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ بلاشبہہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر جادوگر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہاں حکم سے مراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تکوینی اور تقدیری حکم ہے نہ کہ شرعی اور دینی، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نہ تو جادو کو مشروع کیا ہے اور نہ اس کی اجازت ہی دی ہے، بلکہ اسے حرام قرار دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے، اور یہ واضح کر دیا ہے کہ جادو کفر ہے اور اس کی تعلیم شیاطین کی تعلیم کا حصہ ہے، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یقیناً جس نے جادو کو خریدا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، یعنی جس شخص نے اسے دنیا کے فائدے کی خاطر آخرت کے ثواب سے بدل لیا، تو یقیناً اسے آخرت میں کچھ ملنے والا نہیں ہے اور یہ بہت بڑی وعید ہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرۃ: 102]

''اور بے شک بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنے آپ کو

بیچ ڈالا۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔"

یہ فرمانِ باری تعالیٰ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جادو کی تعلیم حاصل کرنا، اور اس کو عمل میں لانا ایمان اور تقویٰ کے مخالف ہے۔ ولا حول ولا قوة إلا باللّٰه (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 371/6)

287- کیا نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا تھا؟

جی ہاں! یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا تھا، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا اور اس کے اثر کی وجہ سے آپ ﷺ کو محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ نے ایک کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ آپ ﷺ نے ایک دن عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا:

« أَتَانِي مَلَكَانِ، فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي، وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلِيْ، فَقَالَ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجَفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ »[1]

"میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک میرے سرہانے اور دوسرا میری پائینتی کی طرف بیٹھ گیا تو (ان میں سے ایک نے) کہا: اس آدمی (رسول اللہ ﷺ) کو کیا تکلیف ہے؟ (دوسرے نے) کہا: اس پر جادو ہوگیا ہے۔ اس (پہلے) نے پھر پوچھا: اس پر جادو کس نے کیا ہے؟ تو اس (دوسرے) نے جواب دیا: لبید بن عاصم نے (اس پر) کنگھی اور اس سے گرنے والے بالوں اور نر کھجور کے خوشے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3268]

کے غلاف میں جادو کیا ہے، اور ذروان کنویں میں اسے دبا دیا ہے۔"

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"لوگوں کی ایک جماعت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونے کا انکار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا تھا، جائز نہیں ہے۔ انھوں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقص اور عیب شمار کیا ہے، مگر بات ویسی نہیں ہے جیسے ان کا گمان ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونا بالکل اسی قبیل سے ہے جس طرح آپ پر بیماریاں، دردیں اور دیگر تکالیف اثر انداز ہوتی تھیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا ہونا بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے اور اس کا وار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا ایسے ہی ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زہر کھانے کی وجہ سے اثر ہوا تھا، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔"

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر انداز ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ نبوت کے لیے باعث عیب نہیں ہے، رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خیال کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا نہ ہوتا تھا تو اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق سے نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر واضح دلائل موجود ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر امت کا اجماع ہے، جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے اثر انداز ہونے کا تعلق ہے، تو یہ صورت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیاوی معاملات میں پیش آتی تھی، جن کے لیے نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث

کیے گئے تھے، اور نہ آپ ﷺ کو ان دنیاوی معاملات میں کوئی استثناء حاصل تھا، بلکہ ان معاملات میں آپ ﷺ پر دوسرے انسانوں کی طرح آفات آ پڑتی تھیں، لہٰذا دنیاوی معاملات میں آپ ﷺ کا حقیقت کے برعکس سوچنا یا خیال کرنا کچھ بعید نہیں ہے، کیونکہ کچھ ہی دیر کے بعد آپ ﷺ پر حقیقتِ حال واضح ہو جاتی تھی۔''

جب آپ ﷺ کو اپنے اوپر جادو ہونے کا علم ہوا، اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس جگہ کے متعلق بتا دیا جہاں پر آپ ﷺ کے بالوں پر جادو کر کے انھیں دبایا گیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے انھیں وہاں سے نکلوایا اور ضائع کر دیا، تو آپ ﷺ سے جادو کا اثر رفع ہو گیا، اور آپ ﷺ یوں صحت مند و تندرست ہو گئے جیسے کسی شخص کو رسی سے آزاد کر دیا گیا ہو۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو کوئی سزا نہ دی جس نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا، بلکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اس خبیث (لبید بن اعصم) کو پکڑ کر قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَّا أَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللّٰهُ وَأَكْرَهُ أَنْ يُثِيْرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا)) [1]

''اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے، اس لیے مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں لوگوں میں شر کو بھڑکاؤں۔'' (الفوزان: المنتقیٰ: 409/1)

288- جادو سے بچاؤ کے شرعی طریقے اور اس کا علاج

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے جادو کے علاج

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5765]

کی دو قسمیں اور طریقے مروی ہیں:

''پہلا طریقہ جو دونوں میں سے زیادہ مؤثر ہے، اور وہ یہ ہے کہ جادو (جس چیز پر کیا گیا ہو اس) کو نکلوانا اور ظاہر کرنا، پھر اسے ضائع کر دینا، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حقیقت حال کے انکشاف کے لیے اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے دریافت کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ جگہ بتلا دی جہاں پر آپ ﷺ کے بالوں کو جادو کر کے دفن کیا گیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے ان بالوں کو کنویں سے نکلوایا، جب آپ ﷺ نے انھیں نکلوا کر ضائع کیا تو آپ ﷺ کی ساری تکلیف جاتی رہی، پھر آپ ﷺ یوں تندرست ہو گئے جیسے کسی شخص کی بندھی ہوئی رسی کھول دی جاتی ہے۔[1]

''جادو کے علاج میں سے سب سے زیادہ مؤثر اور مفید علاج اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ادویات یعنی اذکار، آیات اور دعاؤں کے ذریعے سے جادو کا علاج کرنا ہے۔ اور یہی جادو کے علاج کا دوسرا طریقہ ہے۔ اس طریقے میں علاج شرعی دعاؤں کے ذریعے سے اور سحر زدہ شخص پر قرآنی آیات پڑھ کر کیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ قاری اور عامل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور معوذتین (سورت فلق اور ناس) اور دیگر قرآنی آیات پڑھے اور سحر زدہ پر دم کرے، اللہ کے حکم سے اسے شفا مل جائے گی۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 410/1)

[1] سنن النسائي، رقم الحدیث [4080]

289- جادو سے محفوظ رہنے کے اسباب

بندہ اللہ جل وعلا سے عافیت اور تندرستی مانگا کرے اور اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے سے اس کی مخلوقات کے شر سے پناہ پکڑتے ہوئے صبح و شام تین مرتبہ یہ پڑھا کرے:

« بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ »

''اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« من قال: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ »

''جس شخص نے (صبح و شام) تین مرتبہ یہ پڑھا: « بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ » اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

اسی طرح جب وہ کسی جگہ پر اترے تو پڑھے:

« أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّآتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ » [1]

''میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔'' تو اس کے وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز

[1] صحیح مسلم [2708/54]

اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

نیز وہ صبح و شام تسلسل کے ساتھ تین مرتبہ یہ پڑھے:

«أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ»

"میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں جن کو اس نے پیدا کیا ہے۔"

پھر تین مرتبہ یہ پڑھے:

«بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ»

"اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

اسی طرح وہ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھا کرے۔

جادو سے بچاؤ کے اسباب میں سے ایک سبب ہر نماز کے بعد (ایک مرتبہ)، ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور معوذتین (سورت فلق اور ناس) پڑھنا، فجر اور مغرب (کی نماز) کے بعد تین مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور معوذتین (سورۃ فلق اور ناس) پڑھنا ہے، نیز کثرت سے اللہ جل و علا کا ذکر کرنا، اس کی کتابِ عظیم کی کثرت سے تلاوت کرنا اور اس سے اس بات کا سوال کرتے رہنا کہ وہ تمھیں ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔

جادو سے بچاؤ کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ بندہ یہ دعا پڑھے:

«أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ

وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرِفُ فِيهَا، وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ» [1]

''میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں ہر شیطان سے اور زہریلے جانور سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے، میں اللہ کے ان تمام کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں کہ کوئی نیک اور بد ان سے تجاوز کر ہی نہیں سکتا، ہر اس مخلوق سے جسے اس نے بنایا اور پیدا کیا ہے اور ہر اس برائی سے جو آسمان سے اتری ہے، اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے، اور اس برائی سے جو زمین میں پیدا ہوتی ہے اور جو زمین سے نکلتی ہے اور رات دن کے تمام حوادث کی برائی سے، اور رات کو پیش آنے والے حادثہ کی برائی سے، سوائے اس واقعہ کے جو بھلائی لے کر آئے، اے شفیق اور مہربان! (ہم پر رحم فرما)۔''

یہ ہیں وہ تعوذات (جن کے ذریعے سے پناہ پکڑی جائے) جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ بندے کو شر اور برائی سے بچاتا ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 114/8)

290- جادو سے بچاؤ کے شرعی طریقے اور اس کا علاج

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جادو کے علاج کی دو قسمیں اور طریقے مروی ہیں:

[1] مسند أحمد [419/3]

"پہلا طریقہ جادو (جس چیز پر کیا گیا ہو اس) کو نکلوانا اور اسے ضائع کر دینا، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حقیقت حال کے انکشاف کے لیے اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ جگہ بتلا دی جہاں پر آپ ﷺ کے بالوں کو جادو کر کے دفن کیا گیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے ان بالوں کو کنویں سے نکلوایا، جب آپ ﷺ نے انھیں نکلوا کر ضائع کیا تو آپ ﷺ کی ساری تکلیف جاتی رہی اور آپ ﷺ یوں تندرست ہو گئے جیسے کسی شخص کی بندھی ہوئی رسی کھول دی جاتی ہے۔"[1]

پھر علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

"جادو کے علاجوں میں سے سب سے زیادہ مؤثر اور مفید علاج، الٰہی ادویات ہیں، یعنی اذکار، آیات اور دعاؤں کے ذریعے سے جادو کا علاج کرنا ...."

اور یہی جادو کے علاج کا دوسرا طریقہ ہے اور اس طریقے میں علاج شرعی دعاؤں کے ذریعے سے اور سحر زدہ پر قرآنی آیات پڑھ کر کیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ قاری اور عامل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور معوذتین (سورت فلق اور ناس) اور دیگر قرآنی آیات پڑھے اور سحر زدہ پر دم کرے، اللہ کے حکم سے اسے شفا مل جائے گی۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 410/1)

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث [4080]

291- زہر کا پیالہ

سوال ''وادی قدیر'' میں بعض لوگوں کے پاس تانبے سے بنا ہوا ایک برتن ہے، جسے وہ زہر کا پیالہ کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے جو وہ اس آدمی کے پاس جاتا ہے، جس کے پاس وہ پیالہ ہوتا ہے، پھر وہ پیالے کو پانی سے بھرتا ہے اور پھر اس اعتقاد کے ساتھ وہ پانی پی لیتا ہے کہ اس سے شفا حاصل ہوجائے گی۔ بطورِ خاص معدے کے امراض کے لیے اس پیالے میں پانی ڈال کر پیا جاتا ہے، اللہ آپ کا بھلا کرے، میں نے دیکھا ہے کہ اس پیالے پر بچھو، گھوڑے، بلے، ہرن، گدھے، سانپ، لومڑی، ہاتھی، شیر اور کچھ مردوں کی تصویریں کندہ کی گئی ہیں، اور بعض دیگر تصویروں کو میں نہیں پہچانتا، الغرض مذکورہ تمام تصویریں اس پیالے پر نقش کی گئی ہیں، اسی طرح اس پر کچھ نام اور تحریریں درج ہیں، جیسے شہید اور اس طرح کے دیگر نام اس معاملے میں کتاب وسنت کی روشنی میں لوگوں کی صحیح راہنمائی کی جائے۔

جواب یہ پیالہ جس کی طرف سائل نے اشارہ کیا ہے، منکر عمل ہے اور اس میں بہت سی برائیاں ہیں، جیسے کہ وہ تصویریں جو اس پیالے پر بنی ہوئی ہیں۔ سائل نے ان کا ذکر کیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ لوہے، تانبے یا سونے یا چاندی یا اس کے علاوہ کسی دھات کا کوئی پیالہ ایسا ہو جس میں پانی ڈال کر پینے سے معدے وغیرہ کے امراض سے شفا حاصل ہوتی ہو، یہ تو محض ایک جھوٹ ہے، جس کا پیالے والا جھوٹا اور غلط دعویٰ کر رہا ہے، یا ایسے بھی ہوسکتا ہے کہ اس پیالے والے کا فاسق اور کافر جنوں کے ساتھ رابطہ ہو تا کہ وہ اس پیالے کے واسطے سے اپنی اس شعبدہ بازی پر ان سے مدد حاصل کرے اور وہ ظاہر یہ کرتا ہو

کہ وہ اس کے ذریعے سے علاج کرتا ہے اور مقصد اس کا یہ ہے کہ وہ باطل اور ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال بٹورے اور ان کو دھوکا دے کہ وہ اس پیالے کے ذریعے سے ان کا علاج کر رہا ہے۔

پس اس شہر کے حکومتی ذمہ داران پر واجب ہے کہ وہ چھاپہ مار کر اس پیالے کو ضبط کر لیں اور پیالے کو ضائع کر دیں اور پیالے والے کے خلاف کوئی تادیبی کاروائی کریں، تاکہ وہ پھر اس طرح کے کام اور شعبدہ بازی کا مرتکب نہ ہو، اور اس شہر کے تمام مسئولین جیسے امیر، قاضی اور اس طرح کے کاموں کے خلاف کاروائی کرنے والی جماعت اور انجمن پر ایسا کرنا واجب ہے، نیز جس شخص کو اس شعبدہ بازی کا علم ہو وہ متعلقہ محکمے یا انجمن یا امارت کو اس کی خبر دے تاکہ وہ اس کے متعلق جو ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے اسے سرانجام دیں، اس پیالے والے کے بارے میں چپ رہنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کا یہ عمل ایک منکر اور برائی ہے، شریعت میں اس کا کوئی جواز اور گنجائش نہیں ہے۔

اے سائل! تم پر اور تمھارے، اس مسئلہ کو جاننے والے، بھائیوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تم سب مل کر اس مسئلے کو حل کرنے کا بیڑا اٹھاؤ، اور اس وقت تک اس کام میں لگے رہو جب تک کہ تمھارا شہر اس منکر سے پاک نہ ہو جائے اور فساد کی جڑیں نہ اکھڑ جائیں اور تمھاری ان کاوشوں سے اس برائی کا قلع قمع نہ ہو جائے۔ ان شاء اللہ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 284/5)

292- سحر زدہ آدمی جن تکلیفوں سے دوچار ہوتا ہے۔

سحر زدہ شخص پر کچھ آثار نمودار ہوتے ہیں، جن جنون اور دیوانگی ہے، اور اس کا اپنے بھائیوں یا اپنی بیوی یا فلاں مرد یا فلاں عورت کے خلاف بغض کا پیدا

ہونا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سحر زدہ آدمی اپنی بیوی سے جنسی تعلقات قائم کرنے سے عاجز آ جاتا ہے، اسی طرح کی دیگر علامات اس پر ظاہر ہوتی ہیں۔ سحر زدہ آدمی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اسے کسی کام کے متعلق خیال ہوتا ہے کہ اس نے وہ کام کرلیا ہے، حالانکہ اس نے وہ کام کیا نہیں ہوتا، اسی طرح کی دیگر علامات اور تکلیفیں جادو زدہ آدمی پر ظاہر ہوتی ہیں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 117/8)

293- جادو سے مدد لینا

سوال اسلام کا اس شخص کے متعلق حکم جو میاں بیوی یا دو آپس میں نفرت کرنے والوں کے درمیان موافقت اور محبت پیدا کرنے کی خاطر جادو سے مدد لیتا ہے؟

جواب یہ حرام ہے، جادو کے جس عمل کے ذریعے سے موافقت اور محبت پیدا کی جاتی ہے، اس کو ''عقد'' کہتے ہیں اور جس کے ذریعے سے جدائی اور نفرت پیدا کی جاتی ہے، اسے ''صرف'' کہتے ہیں۔ عقد کی طرح صرف بھی حرام ہے، بلکہ کبھی کبھی یہ عمل کفر اور شرک تک پہنچ جاتا ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5/15)

294- جادو ختم کرنے کے لیے جادو سیکھنا

اگر تو شرعی دعاؤں یا جائز ادویات یا شرعی دموں جیسی مباح چیزوں سے جادو کا توڑ کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جادو کے اثرات زائل کرنے کے لیے یا دیگر مقاصد کے لیے جادو سیکھنا جائز نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنا

نواقض اسلام سے شمار ہوگا، کیونکہ شرک میں مبتلا ہوئے بغیر جادو کا سیکھنا ممکن نہیں ہے۔ یہ شرک شیاطین کی عبادت کے ذریعے سے ہوتا ہے، جیسے ان کے لیے ذبح کرنا، ان کے لیے نذر ماننا اور اس طرح کے دیگر عبادت والے اعمال ان کی خاطر کرنے سے جادو کرنے والا شیاطین کی عبادت کا مرتکب ہوتا ہے، چنانچہ شیاطین کی خدمت میں ذبیحہ اور قربانی پیش کرنا اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ہر وہ کام کرنا جنھیں وہ پسند کرتے ہیں، تاکہ وہ اس کے عوض جادو سیکھنے والے کے پسند کردہ کاموں میں اپنی خدمات پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرمان میں شیاطین جنوں سے اس قسم کا فائدہ اٹھانے کا ذکر کیا ہے:

﴿ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴾

[الأنعام: 128]

''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، اے جنوں کی جماعت! بلاشبہہ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنا بنا لیا، اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے بعض نے بعض سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنے اس وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ فرمائے گا آگ ہی تمھارا ٹھکانا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو مگر جو اللہ چاہے۔ بے شک تیرا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 118/8)

295- جادو اور علم نجوم کی کتابیں پڑھنا

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ جادو اور علم نجوم کی کتابیں پڑھنے سے پرہیز کریں۔ جسے اس قسم کے علوم پر مشتمل کتابیں ملیں، اس پر واجب ہے کہ وہ انھیں ضائع کر دے، کیونکہ وہ مسلمان کے لیے ضرر رساں ہیں اور اسے شرک میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ النُّجُومِ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ» [1]

''جس شخص نے علم نجوم کا کچھ حصہ حاصل کیا، گویا اس نے جادو (کے علم) کا ایک حصہ حاصل کیا، اب وہ جتنا چاہے اسے فراہم اور جمع کر لے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں دو فرشتوں کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرۃ: 102]

''حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔''

تو مذکورہ فرمان باری تعالیٰ اس بات کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ جادو سیکھنا اور اس کو عمل میں لانا کفر ہے، پس اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ وہ ان کتابوں کے خلاف جنگ کریں جو جادو اور علم نجوم کی تعلیم دیتی ہیں اور وہ جہاں بھی ملیں انھیں ضائع کر دیں۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3905]

چنانچہ جادو اور علم نجوم کی کتابوں کے ساتھ مذکورہ سلوک کرنا ہی واجب ہے، اور طالب علم وغیرہ کے لیے یہ کتابیں پڑھنا اور ان کا علم حاصل کرنا جائز نہیں ہے، غیر طالب کے لیے بھی ان کتابوں کا پڑھنا اور ان میں موجود علم حاصل کرنا جائز ہے، اور نہ ایسی کتابوں کی صحت کا اقرار اور تصدیق کرنا، کیونکہ یہ کتابیں اللہ کے ساتھ کفر کے ارتکاب کی طرف لے جاتی ہیں، چنانچہ ایسی کتابیں جہاں بھی دستیاب ہوں، انھیں ضائع کیا جائے، ایسے ہی وہ تمام کتابیں ضائع کیے جانے کے لائق ہیں جو جادو اور علم نجوم کی تعلیم دیتی ہیں۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 192/1)

296- اس قول کی حقیقت: ساحر جادو کی کاٹ صرف جادوگر ہی کرسکتا ہے

جادوگروں اور کاہنوں کے پاس جانا اور ان سے کچھ دریافت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے پاس جانے اوران سے کچھ دریافت کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً» [1]

''جو شخص کسی نجومی اور کاہن کے پاس جائے گا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ

[1] صحیح مسلم [2230/125]

عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ ❶

''جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا، اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی، تو اس نے اس (دین) کا انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے۔''

لہٰذا جادوگر کافر ہیں، ان کے پاس جانا، کسی چیز کے بارے میں پوچھنا اور ان کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا جائز نہیں ہے۔

رہی سوال میں ذکر کردہ عبارت ساحر ''جادو کو صرف جادوگر ہی اتارتا ہے'' تو گزارش یہ ہے، کہ مذکورہ عبارت جلیل القدر تابعی حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا تھا:

''لا یحل السحر إلا ساحر''

''جادو تو صرف جادوگر ہی اتارتا ہے۔''

جبکہ نبی اکرم ﷺ سے ''نشرہ'' (جادو کے ذریعے سے جادو کا توڑ کرنا یا منتر) وغیرہ کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ)) ❷ ''یہ شیطانی عمل ہے۔''

چنانچہ آپ ﷺ کا مذکورہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جادو کو جادو کے ذریعے سے اتارنا اور توڑنا شیطانی عمل ہے۔ مذکورہ حدیث صحیح ہے، اسے امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ''کتاب التوحید'' کے ''باب النشرۃ'' میں بھی موجود ہے۔

---

❶ سنن الترمذي، رقم الحدیث [135]

❷ سنن أبي داود، رقم الحدیث [2868]

مذکورہ حدیث کا مقصود و مطلوب یہ ہے کہ جادو کو شیطانی نشرہ، جسے عموماً جادوگر ہی عمل میں لاتے ہیں، کے ذریعے سے اتارنا اور توڑنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک شیطانی عمل ہے، لہٰذا جادو کو جادوگروں سے اتروانا جائز نہیں ہے، یعنی جادو کی کاٹ جادوگروں کی معرفت جائز نہیں ہے، اور جادوگروں کے ذریعے سے جادو ٹونا توڑ کرنے کا نام ہی ''نشرہ'' ہے، ہاں قرآن مجید کی آیات اور جائز ادویات کے ذریعے سے اس کا توڑ کرنا جائز اور حلال ہے۔

(ابن باز: نور علی الدرب: 199/1)

297- جادو کے علاج کے متعلق باطل اعتقادات

سوال جادو کو ناکام بنانے اور اسے باطل کرنے کے لیے بعض لوگوں کے ہاں کچھ اعتقادات رائج ہیں، جن کا اظہار کچھ یوں ہوتا ہے کہ آگ پر پگھلائے ہوئے سیسے کو ایک برتن میں ڈالا جاتا ہے، جس میں پہلے سے پانی ہوتا ہے، پھر اسے سحر زدہ کے سر پر رکھا جاتا ہے اور ایک دن میں تین مرتبہ یہ عمل دہرایا جاتا ہے۔ کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟ اس کے متعلق شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟

جواب یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔ یہ تو صرف مکر و فریب اور وہم و خیال ہے۔

سیسہ پگھلانا اور پانی میں ڈال کر سر پر رکھنا یہ سب کاہنوں کے اعمال ہیں۔ شعبدہ باز لوگ مکر و فریب کی خاطر اسے عمل میں لایا کرتے ہیں، لہٰذا اس طریقے سے جادو کا توڑ کرنا جائز نہیں ہے۔

جادو تو صرف اس طریقے سے اتارا جانا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے مشروع

قرار دیا ہے، جیسے مباح اور جائز ادویات استعمال کرنا، شرعی دم اور دعائیں پڑھنا۔ جادو رفع کرنے کا صرف یہی طریقہ ہے، چنانچہ جب کسی شخص پر جادو ہو جائے یا اسے جادو کے ذریعے سے اپنی بیوی سے روک دیا جائے تو دم اور قراءت کے ذریعے سے اس کا علاج کیا جائے، وہ اس طرح کہ ایک پاک باز اور نیکی و تقویٰ میں معروف شخص اس پر قرآنی آیات وغیرہ پڑھ کر دم کرے۔ اگر سحر زدہ کوئی عورت ہو تو کوئی پاک باز اور نیکی و تقویٰ میں معروف عورت قرآنی آیات پڑھ کر اسے دم کرے۔

وہ آیاتِ قرآنیہ جن سے سحر زدہ کو دم کیا جائے، وہ یہ ہیں: سورت فاتحہ، آیۃ الکرسی، جادو کی وہ معروف آیات جو سورت اعراف، سورت یونس اور سورت طٰہٰ میں ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ [الکافرون: 1]، ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [الاخلاص: 1] اور معوذتین (سورت فلق اور ناس) پڑھی جائیں۔ یہ تین سورتیں تین مرتبہ پڑھی جائیں، اور عافیت و تندرستی طلب کرنے کے لیے بار بار دعا کی جائے۔ اگر مذکورہ آیات و سوَر پڑھ کر پانی میں دم کیا جائے، پھر سحر زدہ آدمی دم کیا ہوا کچھ پانی پی لے، اور باقی ماندہ سے غسل کر لے تو اللہ کے حکم سے اس کا جادو کافور ہو جائے گا، اسی طرح اگر اسے جادو کے ذریعے سے اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو تو اس کی یہ رکاوٹ بھی دور ہو جائے گی۔

اگر یہ عمل دو یا تین یا اس سے زیادہ مرتبہ بھی دہرایا جائے، تو تکلیف کے دور ہونے تک اسے مکرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر پانی میں بیری کے سات ہرے پتے بھی شامل کر لیے جائیں تو یہ بھی اچھا ہے، اسے عمل میں لایا جا سکتا ہے، متقدمین اہلِ علم نے اس کا ذکر کیا

ہے۔ اللہ کے حکم سے اس عمل کے ذریعے سے فائدہ ہوتا رہا ہے، چنانچہ بیری ایک پاک چیز ہے، جادو کے توڑ میں اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، پس جب ان پتوں کو کوٹ کر پانی میں گھول کر اس پر مذکورہ آیات وسور پڑھ کر دم کیا جائے تو یہ شفا کے اسباب میں سے ایک مؤثر سبب ثابت ہوگا۔ اگر وہ مذکورہ سارے عمل کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے معروف مندرجہ ذیل دعا کا بھی اضافہ کر لے:

« اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا »[1]

"اے اللہ، لوگوں کے رب! اس بیماری کو دور کر دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، لہٰذا شفا عطا فرما، شفا صرف تیری ہی طرف سے ہے، ایسی شفا عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔"

اور یہ دعا تین مرتبہ پڑھ کر پانی میں پھونک مارے تو اچھا ہے، اسی طرح تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

« بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ »[2]

"اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے، اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔"

« باسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ » کا مطلب ہے کہ اے مریض! اللہ کے نام کے ساتھ میں تمھیں دم کرتا ہوں، نیز « بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ » کا مطلب ہے کہ وہ یہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5675] صحيح مسلم [2191/46]

[2] صحيح مسلم [2186/40]

دعا مکرر پڑھتے وقت مریض کو مخاطب کرے، چنانچہ مذکورہ دعا بھی جادو کے علاج کے لیے مؤثر دعاؤں میں سے ایک دعا ہے۔

سورت اعراف میں جادو کے دم کے لیے معروف آیات یہ ہیں:

﴿ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴾ [الأعراف: 117 تا 119]

"اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ پس حق ثابت ہوگیا اور باطل ہوگیا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ تو اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہوکر واپس ہوئے۔"

سورت یونس میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [یونس: 79 تا 82]

"اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے کر آؤ۔ تو جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنے والے ہو۔ تو جب انھوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ تو جادو ہے، یقیناً اللہ اسے جلدی باطل کر دے گا۔ بے شک اللہ مفسدوں کا

کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دیتا ہے، خواہ مجرم برا ہی جانیں۔"

سورت طٰہٰ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ [طٰہٰ: 65 تا 69]

"انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو یہ کہ تو پھینکے اور یا یہ کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکیں۔ کہا بلکہ تم پھینکو، تو اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب ہے۔ اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔"

پھر وہ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ [الکافرون: 1] ، ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [الاخلاص: 1] اور معوذتین (سورت فلق اور ناس) تین مرتبہ پڑھے۔

یہ شرعی علاج ہے جو اہلِ علم نے بیان کیا ہے اور یہ اہلِ علم کا تجربہ شدہ

علاج ہے، چنانچہ ہم نے بھی اس کا تجربہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے سحرزدہ کو فائدہ دیا، پس یہ اللہ کے قرآن کی آیات کے ذریعے سے ایک اچھی دوا اور علاج ہے۔ اگر سحرزدہ مذکورہ عمل کے ساتھ ساتھ بیری کے سات ہرے پتے کوٹ کر بھی شامل کرلے تو یہ اچھا ہے، اور اگر اوراق یا گولیوں یا انجیکشن کی شکل میں جادو کی کوئی اور ایسی دوائی مل جائے جس میں کوئی ممنوع چیز شامل نہ ہوتو اس کے استعمال میں بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ کسی بھی حرام چیز نجاست وغیرہ کی آمیزش سے پاک ہو۔

رہا وہ علاج جو جنوں کے خدام، نوکروں اور شعبدہ باز لوگوں کا معمول ہے، مثلاً سوال میں مذکور سیپے وغیرہ سے علاج یا جنوں کے لیے ذبیحہ یا جنوں سے پناہ و مدد طلب کرنا تو ان میں سے کوئی کام بھی جائز نہیں ہے، بلکہ یہ منکر ہے اور بعض اعمال شرک ہیں، جیسے جنوں سے پناہ طلب کرنا، ان سے دعا مانگنا، ان سے استغاثہ کرنا اور ان کے لیے کوئی چیز ذبح کرنا۔ یہ تمام عمل شرک اکبر ہیں، لہٰذا ان سے بچنا واجب ہے۔ جو شخص سحرزدہ ہو وہ ہر اس چیز سے پرہیز کرے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اور وہ صرف اور صرف اسی طریقے سے علاج معالجہ کرے، جسے اللہ نے مباح اور جائز قرار دیا ہے۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 206/1)

298- جادوگر کا حکم

جادو کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم کا جادو کفر ہے، اور دوسری قسم کا جادو ظلم اور زیادتی ہے۔

جادو کی پہلی قسم: وہ جادو ہے جو شیاطین سے حاصل کیا جاتا ہے، پس وہ جادو جو شیاطین سے سیکھا جائے وہ کفر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾ [البقرة: 102]

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔''

چنانچہ جادو کی یہ قسم کفر ہے، ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتی ہے اور اس قسم کا جادو کرنے والے کو قتل کیا جائے گا۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس قسم کے جادو کرنے والا جادوگر اگر توبہ کر لے تو کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی؟ پس بعض اہلِ علم نے کہا ہے: اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ عمومی ارشاد ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ [الزمر: 53]

''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔''

پس جب یہ جادوگر توبہ کر لے اور جادو کرنے سے باز آ جائے تو اس کی توبہ قبول ہونے میں کیا رکاوٹ ہے، جبکہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ [الزمر: 53]

''بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔''

لیکن اگر وہ جادو کے ذریعے سے لوگوں میں سے کسی کے قتل کا یا کسی کے خلاف قتل کے علاوہ زیادتی اور جارحیت کا سبب بنا ہو، تو وہ انسانی حق کی وجہ سے ضامن اور ذمہ دار ہوگا، چنانچہ اگر وہ جادو کے ذریعے سے کسی کے قتل کا باعث بنا ہو تو اسے قصاص اور بدلے میں قتل کیا جائے گا، اور اگر وہ کسی کو بیمار کرنے کا باعث بنا ہو تو اس معاملے پر غور کر کے کارروائی کی جائے گی اور اگر وہ کسی کا مال ضائع کرنے کا باعث بنا ہو تو وہ اس مالی نقصان کو پورا کرنے کا ضامن و ذمہ دار ہوگا۔

جادو کی دوسری قسم: وہ جادو ہے، جو شیاطین سے حاصل کردہ اور ان کے ذریعے سے چلنے والا نہ ہو، بلکہ وہ ادویات، جڑی بوٹیوں اور حسی چیزوں کے ذریعے سے ہو، پس اس قسم کے جادو کا مرتکب کافر تو نہیں ہوگا، لیکن ضرر رسانی اور فساد انگیزی کو دور کرنے کے لیے اس جادوگر کو قتل کرنا بھی واجب ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 6/15)

299- درویشی مظہر (Phenomenon)

سوال یہ اس مظہر کے متعلق سوال ہے، جو ''درویشے'' (درویشی) کے نام سے معروف و مشہور ہے اور جس کے قائل و فاعل وہ لوگ ہیں جو اس بات کے دعوے دار ہیں کہ ان کا شجرہ نسب رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے، اور ان کی

نسل اور خاندان رسول اللہ ﷺ والا خاندان ہے۔ یہ خاندان نبوت سے تعلق داری کے مدعی لوگوں کے مجمع کے سامنے اپنے آپ کو کوئی اذیت اور تکلیف پہنچاتے ہیں، اور اپنے جسموں پر گولیاں اور دیگر چیر پھاڑ کرنے والے اسلحہ کا استعمال کرتے ہیں مگر نہ تو ان کے جسموں پر کوئی زخم لگتا ہے اور نہ ان سے خون ہی نکلتا ہے، تو کیا یہ کوئی کرامت ہے یا جادو کا اثر ہے؟ یا کوئی قدسی حدیث شریف یا قرآنی نص ہے جو اس کو ثابت کرتی ہے؟ کیا یہ مظہر دوسرے اسلامی ممالک میں بھی موجود ہے؟

جواب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ کہ ان کا نسب نامہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ملتا ہے، کسی ایسی تاریخی دلیل کے بغیر قبول نہیں کیا جا سکتا، جو دلیل یہ ثابت کرے کہ وہ لوگ واقعی آپ ﷺ کے خاندان سے ہیں، اگر ہم اس طرح کے دعوے قبول کرنے لگیں تو بہت سے لوگ یہ دعوے کرنے لگیں گے، پس ان کا یہ دعویٰ کہ وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں، قابل قبول نہیں ہے، تاوقتیکہ وہ ان صحیح ذرائع سے اس دعوے کو ثابت نہ کر دیں، جن ذرائع سے اس طرح کی چیزیں ثابت ہوا کرتی ہیں۔

رہا ان کا اپنے آپ کو لوہے اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کے ساتھ مارنا، اور ان کے جسموں کا ان سے متاثر نہ ہونا تو یہ ان کی سچائی پر دلالت نہیں کرتا اور نہ اس سے یہ ثابت ہی ہوتا ہے کہ وہ اولیاء اللہ سے ہیں، اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ عمل کوئی کرامت ہے، یہ تو صرف جادو کی قسموں میں سے ایک قسم ہے، جس کے ذریعے سے وہ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کرتے ہیں۔ اس طرح کی چیزوں وغیرہ میں جادو ہوتا ہے۔ جب فرعون کے جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو ان کے جادو کی وجہ سے وہ ایسے ہوگئیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو خیال

گزرا کہ وہ سانپ ہیں جو اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ﴾ [الأعراف: 116]

''لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انھیں سخت خوف زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے کر آئے۔''

لہٰذا مذکورہ لوگ جو کرتب دکھاتے ہیں، وہ جادو کی قسموں میں سے ایک قسم ہے اور وہ کرامت ہرگز نہیں ہے۔

اے سائل! خوب جان رکھو کہ کرامت تو صرف اللہ عزوجل کے اولیاء کے لیے ہوتی ہے اور اللہ کے اولیا وہ ہوتے ہیں جو اس کے دین پر استقامت اختیار کرتے ہیں، اور وہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں صراحت و وضاحت کی ہے:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس: 63,62]

''سن لو! بے شک اللہ کے دوست، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور بچا کرتے تھے۔''

چنانچہ ہر ولایت کا دعوے دار ولی نہیں ہوا کرتا، ورنہ تو ہر شخص ولایت کا دعوے دار بن جائے، ہاں ولایت کے اس دعوے دار کے اعمال کو پرکھا جائے گا، اگر تو اس کا عمل ایمان اور تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہے تو وہ یقیناً اللہ کا ولی ہے، لیکن محض اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہے، یہ اللہ عزوجل کا تقویٰ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ﴾ [النجم: 32]

''سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون بچا۔''

پس جب وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی پاکیزگی کا دعویٰ کر رہا ہے، تو ایسا کر کے وہ اللہ کی اس معصیت اور نافرمانی کا مرتکب ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر رکھا ہے، اور یہ تقویٰ کے منافی ہے، سو اس بنا پر اللہ کے ولی اس طرح کی (اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی) گواہی کے ساتھ اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہیں کرتے، وہ تو صرف اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اور بدرجہ اتم اس کی اطاعت و فرمانبرداری بجا لاتے ہیں، اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے کے لیے اس طرح کے باطل دعووں کے ذریعے سے دھوکا اور فریب نہیں دیا کرتے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 9/15)

300- جادو کے ذریعے سے زمین میں دفن شدہ خزانے نکالنا

سوال میں اکثر یہ سنتا ہوں کہ ہمارے ہاں دفن شدہ خزانوں کا ذخیرہ ہے جو قدیم زمانے میں زمین کے اندر دفن کیے گئے۔ ان پر جنوں کا پہرہ ہے۔ جن لوگوں کو ان خزانوں کی جگہیں معلوم ہیں وہ انھیں نکلوانے کے لیے فلاں فلاں شیخ کے پاس جاتے ہیں، جسے خزانے برآمد کرانے اور جنوں کے ساتھ نمٹنے کا کافی علم ہوتا ہے، چنانچہ وہ ان خزانوں پر کچھ آیاتِ قرآنیہ اور جادو کے منتر وغیرہ پڑھتے ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ عملاً بھی ان خزانوں کو نکلوا لیتے ہیں۔ وہ جنوں کو شکست دینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔ کیا یہ عمل جائز ہے یا محض ایک شعبدہ بازی اور ڈرامے بازی ہے؟ ہم اس مسئلہ میں جناب سے

افادے کے امید وار ہیں۔

جواب مذکورہ عمل جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جادو کے منتر جن کے ذریعے سے جن حاضر ہوتے ہیں اور منتر پڑھنے والے عاملوں کی ان منتروں کے ذریعے سے خدمت کرتے ہیں، یہ عمل غالباً شرک سے خالی نہیں ہوتا، جبکہ شرک ایک خطرناک معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [المائدة: 72]

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

لٰہذا واجب اور ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے کنارہ کشی کی جائے، اور انسان ایسے لوگوں کے پاس جانا چھوڑ دے، اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی ان کے پاس جانے سے خبردار کرے اور منع کرے۔ غالباً ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح کے عامل لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں اور باطل طریقے سے ان کے مال ٹھگتے اور لوٹ گھسوٹ کرتے ہیں۔ ایسے عامل جو باتیں بتاتے ہیں، وہ اندازے سے بتاتے ہیں، اگر تو ان کی اندازے کے ساتھ بتائی ہوئی بات درست ہو جائے، تو وہ لوگوں میں اس کے چرچے کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے ایسے کہا تو ایسے ہی ہوا، ہم نے جیسے کہا ویسے ہی ہوا، اور اگر ان کی بات درست نہ نکلے، تو وہ ایسی ایسی باطل باتیں اور دعوے بناتے ہیں کہ میری بات کے درست ثابت ہونے میں یہ چیزیں رکاوٹ بنی ہیں۔

میں اس مناسبت سے ان لوگوں کی طرف نصیحت کا رخ موڑتا ہوں جو
اس طرح کے معاملات میں مبتلا ہیں اور میں انھیں کہتا ہوں: لوگوں کے ساتھ
جھوٹ بولنے، اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور لوگوں کے مال باطل اور ناجائز
طریقے سے لوٹنے سے باز آجاؤ، کیونکہ دنیا کی مدت و مہلت قریب ہے جو ختم
ہونے والی ہے، اور قیامت کے دن کا حساب بڑا مشکل ہے، لہٰذا تم پر واجب
ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرتے ہوئے اس عمل سے باز آجاؤ، اپنے
اعمال درست کرلو اور مال پاک کرلو، ان میں حرام کی آمیزش نہ کرو۔ واللہ الموفق
(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 22/15)

مرگی (جنون) اور آسیب زدگی کا علاج

301- جن کا انسان کو چمٹنا اور اس انسان کا مرضِ صرع (مرگی اور جنون) میں مبتلا ہونا

جن کا انسان کو چمٹ جانا ایک معلوم ومشہور اور واقع ہونے والا امر ہے، کتاب وسنت میں اس کے دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ایک دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرۃ: 275]

''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔''

اور ان میں سے ایک اللہ جل وعلا کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴾ [الطور: 29]

''پس نصیحت کر، کیوں کہ تو اپنے رب کی مہربانی سے ہرگز نہ کسی طرح کاہن ہے اور نہ کوئی دیوانہ۔''

اس مذکورہ آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات کی صراحت و

وضاحت کی ہے کہ یقیناً اس کا نبی کاہن اور مجنون نہیں ہے۔

پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ کہانت اور جنون موجود ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ ان سے مبرا اور پاک ہیں، اس موضوع پر مذکورہ آیات کے علاوہ بھی کئی ایک آیات موجود ہیں۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ سے اس موضوع پر بہت زیادہ احادیث ثابت ہیں، ان میں سے ایک اس عورت کی حدیث ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ اسے مرگی کا مرض لاحق ہے اور نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ اس کے حق میں دعا فرما دیں، تو آپ ﷺ نے اسے کہا:

((إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ لَكِ))

''اگر تو چاہے تو اس پر صبر کر لے اور تجھے اس کے عوض میں جنت ملے اور اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دعا کر دیتا ہوں۔''

تو اس عورت نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ (جب مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو) میرا ستر کھل جاتا ہے، میں ننگی ہو جاتی ہوں، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا تو کر دیں کہ میرا ستر نہ کھلا کرے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لیے دعا فرما دی۔[1]

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ))[2]

''یقیناً شیطان ابن آدم میں خون کی گردش کی طرح گردش کرتا ہے۔''

مذکورہ دلائل سے پتا چلا کہ جنوں کے انسان کو چمٹ جانے کا انکار کرنا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5652] صحيح مسلم [2576/54]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [2038] صحيح مسلم [2175/24]

جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کا انکار کرنا امر واقع کا انکار کرنے کے مترادف ہے جو شرعی دلائل کے مخالف ہے۔ بہت سے لوگوں کو جنوں کے چمٹنے کی وجہ سے مرگی اور جنون لاحق ہوتا ہے، جو امراض ان کے سر یا دیگر اعضاء کو لاحق ہوتی ہیں تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ مجنون ہے، حالانکہ وہ مجنون نہیں ہوتا، چنانچہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کی صراحت کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی ہے اور یقیناً ہم نے بھی بعض لوگوں میں اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ انھیں مرگی اور جنون لاحق تھا تو ان کے سر میں داغ لگا کر ان کا علاج کیا گیا تو ان کی عقل میں جو خلل اور خرابی جنون کی شکل میں تھی وہ جاتی رہی۔ اس طرح کے واقعات بہت زیادہ ہیں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 383/8)

302- وہ اعضا جن کے ذریعے سے جن انسانی بدن میں داخل ہوتے ہیں

مشہور ہے کہ جن انسان کو چمٹتا ہے اور اس کے سارے وجود پر غالب آجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ سارے بدن سے داخل ہوتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بعض اعضا جیسے انگلیوں، یا حواس یا دونوں شرمگاہوں یا ان کے علاوہ دیگر اعضاء سے داخل ہوتا ہو۔ ایسے ہی اس کے نکلنے کے متعلق کہا جاتا ہے، پس ممکن ہے کہ وہ اس کے دو پہلوؤں میں سے کسی ایک سے نکلتا ہو، جیسے وہ ان میں سے کسی ایک سے داخل ہوتا ہے، یا دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے کسی انگلی سے یا منہ سے یا ناک سے یا دونوں کانوں سے یا دیگر اعضا سے نکلتا ہے۔

مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا ہے، جس پر مجھے وثوق اور اعتماد ہے کہ وہ

ایک ایسی لڑکی کے پاس گیا جو آسیب زدہ تھی اور اسے جن چمٹا ہوا تھا، چنانچہ اس جن کا قافیہ تنگ کرنے کے بعد اس نے اس جن سے مطالبہ کیا کہ وہ اس لڑکی کے دائیں ہاتھ کی سبابہ (شہادت کی) انگلی سے نکل جائے، پس وہ نکل گیا اور لوگ اس کی انگلی کو دیکھ رہے تھے کہ اسے مٹی میں داخل کیا گیا تو وہ متاثر نہ ہوئی، تو ظاہر ہے جس عضو کے ذریعے سے جن نکلتا ہے، خواہ وہ آنکھ ہو یا کان، وہ عضو متاثر نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1289)

303- جنوں سے مدد لینے کا حکم

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

« تُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ »[1]

”تو کسی آدمی کی اس کے جانور کے حوالے سے یوں مدد کرے کہ تو اسے جانور پر سوار کروائے یا اس کا سامان اس کے جانور پر لادھ دے تو یہ بھی تیرے حق میں صدقہ اور نیکی بن جائے گی۔“

لہٰذا مخلوق سے ایسے کاموں میں مدد لینا جو اس کی قدرت میں ہوں، اس میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے، لیکن جنوں کے سچا یا جھوٹا ہونے کا معاملہ غور طلب ہے، وہ ہر حال میں مجہول اور غیر واضح ہی ہوتے ہیں، اور ان کا یہ دعویٰ کہ وہ نیک ہیں اس پر غور کیا جائے گا کہ کیا وہ اپنے ساتھی کو نیکی کا حکم دیتا ہے یا برائی کا؟ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بعض وہ لوگ جو آسیب زدہ تھے، جب رات کے آخری پہر میں اس کے پاس جن آتا ہے تو اسے بیدار کرتا ہے تاکہ وہ اٹھ کر تہجد

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2891] صحيح مسلم [1009/56]

ادا کرے، اور وہ اس کام میں اس کی مدد کرتا ہے، اور جب وہ باجماعت نماز سے پیچھے رہ جاتا ہے تو وہ اسے تنبیہ کرتا ہے، چنانچہ جس جن کی اس قسم کی صورت حال ہے یہ حالت ظاہر کرتی ہے کہ وہ اصلاح اور تقوے والا جن ہے۔ (لہٰذا اس طرح کے جنوں سے مدد لینا جائز ہے)۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 35/7)

304- جنوں کو مسخر کرنا اور تابع بنانا

یہ بات مشہور ہے کہ جادوگر کچھ شیطانی اعمال سرانجام دیتا ہے جن کے ذریعے سے وہ کچھ جن مسخر کر لیتا ہے اور وہ جن اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور وہ جادوگر جس کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہو، ان جنوں کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آسیب زدہ پر کچھ پڑھا جاتا ہے اور اسے سزا دی جاتی ہے تو اکثر وہ جن بول پڑتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ وہ فلاں جادوگر کی طرف سے مسخر اور مسلط کیے ہوئے ہیں، لہٰذا وہ اس کی اجازت کے بغیر اس آسیب زدہ شخص سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان میں سے بہت سارے جن انسان کو چمٹے ہی رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ دم کے ذریعے سے مر جاتے ہیں، یا دم کرنے والا عامل مار پیٹ یا ادویات کے ذریعے سے انھیں قتل کر دیتا ہے۔

بہر حال وہ عامل کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے اس سے نہیں نکلتے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں جادوگر نے انھیں مسخر کیا ہوا ہے اور انھیں اس متاثرہ انسان کو چمٹے رہنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس جادوگر کی ماتحتی میں سیکڑوں جن مسخر اور تابع ہیں، پس جب ان میں سے

کوئی ایک (عامل کے عمل وغیرہ سے) مر جاتا ہے تو جادوگر کسی دوسرے جن کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ اس کام کے لیے جادوگر ان کا تقرب حاصل کرتا ہے، کبھی ان کے لیے کوئی جانور ذبح کرتا ہے یا بعض شیطانی اعمال سر انجام دیتا ہے، حتی کہ وہ جن اس کے سامنے جھکتے ہوئے اس کے تابع فرمان اور اطاعت گزار بن جاتے ہیں، پھر جب وہ جادوگر خود مر جاتا ہے تو اس کا کیا ہوا عمل باطل ہو جاتا ہے، لٰہذا جب کسی جادوگر کا علم ہو یا اس کا جادو ثابت ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ» [1]

”جادوگر کی حد یہ ہے کہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔“

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1548)

305- روحوں کو حاضر کرنا

روحوں سے مقصود جنوں کی روحیں ہیں۔ جنوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا ہے، لٰہذا ان کی روحیں جسموں کے بغیر ہیں۔ ان کی روحوں کو حاضر کرنے کا مطلب ہے انھیں ندا دینا اور حاضری طلب کرنا، حتی کہ وہ کلام کرتی ہیں اور ان کا کلام انسان اور بشر سنتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہماری نظروں سے اوجھل اور پردے میں رکھا ہے، اور یقیناً ہماری نگاہیں انھیں تکلیف پہنچاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے متعلق فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ [الأعراف: 27]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1460]

''بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔''

اور ابلیس کے ''قبیل'' سے مراد اس کی جنس کے دوسرے افراد ہیں، اور جو مخلوق بھی اس جیسی خلقت رکھتی ہے، جیسے فرشتے اور جن، اسے اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا کر رکھی ہے کہ وہ مختلف جسموں کی شکل اختیار کر سکتے اور ان کا روپ دھار سکتے ہیں، پس وہ کئی ایک حیوانات، حشرات اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، نیز انھیں انسان کو چمٹ جانے کی بھی قدرت دی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرۃ: 275]

''کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ))

''یقیناً شیطان ابن آدم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔''

البتہ جب مسلمان اللہ کے ذکر اور اس سے دعا، اس کی کتاب کی تلاوت، نیک عمل اور حرام سے دور رہنے جیسے اعمال کے ذریعے سے حفاظتی تدابیر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے، چنانچہ جن اسے چمٹنے اور اس پر حاوی و مسلط ہونے کی قدرت نہیں رکھتے۔

رہا سوال میں مذکور روحوں کی حاضری کا مسئلہ تو انھیں حاضر کرنے والا یا

تو شیطان کے خدام اور چیلوں میں سے ہوگا، جو شیطانوں کے پسندیدہ اعمال سر انجام دے کر ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں یا وہ جنوں کو حاضر کرنے کے لیے ناسمجھ آنے والے (ناقابلِ فہم) حروف لکھتا ہے، جو شرک یا غیر اللہ کو ندا اور پکار پر مشتمل ہوتے ہیں تو اس طرح اس کے بلانے پر جن حاضر ہوجاتے ہیں اور وہاں پر موجود لوگ ان کا کلام سنتے ہیں۔

اکثر ایسے ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص میں آتے ہیں جو کمزور عقل اور کمزور دین کا مالک ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر اور دعا کا کم ہی اہتمام کرتا ہے تو جن اس کو چمٹ جاتا ہے اور اس پر مسلط ہوکر اس کی زبان سے کلام کرنے لگتا ہے۔ یہ کام تو صرف جادوگر، کاہن اور اس طرح کے دیگر لوگ ہی کیا کرتے تھے۔ انسان کو مسلمان جنوں کا کلام سننے سے منع نہیں کیا گیا، جیسا کہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جن آسیب زدہ شخص کو نماز کے لیے یا تہجد کے لیے بیدار کرتے ہیں، حالانکہ اسے جن نظر نہیں آرہے ہوتے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1551)

306- آسیب زدگی کے علاج کے وقت جبریل علیہ السلام کے اترنے کا اعتقاد رکھنا

آسیب زدہ مریض پر قرآنی آیات یا کوئی ایک سورت یا کئی سورتیں پڑھ کر اس کا علاج کرنا جائز ہے، کیونکہ قرآن کے ساتھ دم کرنا شرعی طور پر ثابت ہے، رہا اس علاج کے دوران میں جبریل علیہ السلام کا اترنا تو ہمیں اس کی کوئی اصل اور ثبوت معلوم نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 9645)

307- ہپناٹزم کے متعلق دین اسلام کا حکم

ہپناٹزم کہانت کی قسموں میں سے ایک قسم ہے، اس میں جن کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، حتی کہ ہپناٹزم کا ماہر اس جن کو ایک شخص پر مسلط کر دیتا ہے، پھر وہ جن اس کی زبان میں کلام کرتا ہے اور اس پر غلبہ و تسلط حاصل کر کے بعض اعمال سر انجام دینے کی قوت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ عمل ناجائز اور حرام ہے، بلکہ شرک ہے، کیونکہ اس میں غیر اللہ کی طرف فریاد رسی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 1779)

308- علاج کی غرض سے کاہنوں کے پاس جانے کا حکم

کاہن اور نجومی وغیرہ کے پاس جانا اور ان سے کچھ پوچھنا جائز نہیں ہے۔ اگر ان کے پاس جانے والا ان کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کرے تو اور زیادہ گناہگار ہوگا کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً» [1]

”جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا، پھر اس سے کسی چیز کے متعلق کچھ دریافت کیا، تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔“

نیز معاویہ بن الحکم السلمی کے واسطے سے آپ ﷺ سے کاہنوں کے پاس جانے کی ممانعت مروی ہے۔ [2]

اور اصحاب سنن (امام ابو داود، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم [2230/125]

[2] صحیح مسلم [573/121]

«مَنْ أَتٰی كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ» [1]

”جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی، تو اس نے اس (دین) کا انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے۔“ (اللجنة الدائمة: 1955)

309- نجومی کی حقیقت کے متعلق علم کے بغیر اس سے کچھ دریافت کرنے کا حکم

جب وہ نجومی سے سوال کرے اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ نجومی ہے، تو وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتا، جس میں اس کے پاس جانے کی وعید سنائی گئی ہے، لیکن اگر وہ نجومی سے امور غائبہ میں سے کسی چیز کے متعلق دریافت کرے، جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، مثلاً جادو کی جگہ، جادوگر، چوری کی گئی چیز، چور، گم شدہ چیز کی جگہ اور انھی جیسی دوسری چیزوں کے متعلق دریافت کرے تو لامحالہ وہ نجومی کے متعلق یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کے پاس غیب کا علم ہے تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ شخص نجومی کے متعلق جانتا ہے کہ یقیناً وہ جادوگر یا کاہن یا عراف (نجومی وغیرہ) ہے، پس وہ اس حدیث کی زد میں داخل ہوگا اور اس پر حدیث میں بیان کردہ عمومی وعید صادق آئے گی۔

لیکن اگر وہ اس حالت میں نجومی سے سوال کرے کہ وہ اس سے کچھ دریافت کرنا جائز گمان کرتا ہو، اور اسے یہ علم نہ ہو کہ اس سے کچھ دریافت کرنا

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [135]

حرام ہے تو ایسا شخص اپنی جہالت کی وجہ سے معذور شمار ہوگا۔ ایسے ہی جو شخص نجومی کے متعلق یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کاہن (اور نجومی) ہے پھر وہ اس سے کسی عام چیز کے بارے میں دریافت کرے، مثلاً فلاں کا گھر کہاں ہے؟ اس سامان کی قیمت کیا ہے؟ اس گھر کا مالک کون ہے؟ تو وہ مذکورہ حدیث کی وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1523)

310- آسیب زدہ شخص کا صوفیہ کے پاس جانے کا حکم

جو شخص (آسیب کی وجہ سے) مرض جنون میں مبتلا ہو تو وہ غلط کار صوفیوں کے پاس مت جائے، بلکہ وہ پاکیزہ نفس قراء و عاملین اور اس قسم کی چیزوں کا علاج جاننے والے اہلِ خیر کے پاس جائے، جو اس پر قرآنی آیات وغیرہ پڑھ کر دم کریں اور ایسا عمل کریں جس کے سبب سے جنوں کے مرض میں مبتلا شخص سے جن نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا کوئی سبب اور ہر بیماری کی دوا بنا رکھی ہے۔

اور غالب گمان یہ ہے کہ جب ایک متقی مومن، استقامت میں معروف عالم اور اچھے عقیدے کا مالک اسے قرآنی آیات وغیرہ پڑھ کر دم کرے گا اور اس میں موجود جن کو ڈرائے دھمکائے گا تو اللہ کے حکم سے وہ اس سے نکل جائے گا۔

بہر حال مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسے صوفیہ کے پاس جائے جو اپنی بدعت، گمراہی اور خرافات میں مشہور و معروف ہیں، اس کے لیے ان کے پاس جانا اور ان سے علاج معالجہ کروانا بالکل جائز نہیں ہے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسے کسی ضرر اور نقصان میں مبتلا کر دیں اور کہیں اسے بھی اس شرک، بدعت، خرافات کی طرف نہ لے جائیں جس میں وہ خود مبتلا ہیں۔

صوفیہ کا غالب طریقہ کار اور عمل یہ ہے کہ وہ بدعات اور خرافات میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر اللہ کے علاوہ اپنے ''شیخ'' کی عبادت و پرستش کرتے ہیں، اسی سے استغاثہ کرتے ہیں، اسی کے لیے نذر مانتے ہیں اور وہ شیخ کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد اسی سے مدد کے طلبگار ہوتے ہیں، پس ان صوفیہ کے احوال و معاملات بڑے خطرناک ہیں اور ان میں سے بچنے والے اور نجات پانے والے کم ہی ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔ ہم اللہ سے اپنے لیے اور ان کے لیے ہدایت و بصیرت کی دعا کرتے ہیں۔

(صوفیہ کی ان بدعات و خرافات سے) محفوظ اور نفع مند راہ وہ ہے جو کتاب و سنت کی راہ ہے، اور وہی راہ جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی راہ ہے، اور ان اصحاب کا احسان کے ساتھ اتباع کرنے والوں (تابعین رحمہم اللہ) کی راہ ہے، اور وہی صراط مستقیم ہے، اور وہی اللہ کا دین ہے۔ اسی کا نام اللہ کی شریعت سے تمسک کرنا، اور اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنا اور بدعات سے پرہیز کرنا ہے۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 223/1)

311- مرگی (جنون اور آسیب) کا علاج کروانے کے لیے گرجا میں جانے کا حکم

مرگی اور جنون و آسیب کے علاج کی خاطر گرجا گھر میں جانا جائز ہے اور نہ اس کے علاج کے لیے جادوگروں اور دجالوں کے پاس جانا جائز ہے، رہے اس کے علاج میں مباح اور جائز طریقے تو ایسے مریض سے یوں کہا جائے کہ اسے مشروع دم کیا جائے، مثلاً قرآن مجید جیسے سورت فاتحہ، سورۃ الاخلاص

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، معوذتین (سورت فلق اور ناس)، آیۃ الکرسی اور وہ اذکار اور دعائیں جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، انھیں پڑھ کر دم کیا جائے۔
(اللجنة الدائمة: 8122)

312- علم غیب کے دعوے داروں کے پاس جانے کا حکم

جو لوگ غیب کے پردے میں چھپی ہوئی چیزوں کا علم رکھنے کے دعوے دار ہیں، ان کے پاس (علاج معالجے وغیرہ کی غرض سے) جانا حرام ہے، اور (جادو وغیرہ کی تحقیقات کے لیے) ان کے پاس کوئی کپڑا، قمیص یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز بھیجنا جائز نہیں ہے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا حرام ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ایسی احادیث ثابت ہیں جو اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 9807)

313- جن کو حاضر کرنے اور مریض کو ڈھانپنے کا حکم

مجنون اور سحر زدہ کا قرآنی آیات اور جائز ادویات کے ذریعے سے علاج کرنا مباح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ یہ علاج کرنے والا ایسا شخص ہو جو صحیح اور پاکیزہ عقیدے میں معروف ہو، شرعی امور کا پابند ہو۔

رہا ان لوگوں سے علاج کروانا جو علم غیب رکھنے کے دعوے دار ہیں یا وہ جنوں کو حاضر کرتے ہیں یا اسی طرح کے شعبدہ باز ہیں یا ایسے مجہول و غیر معروف ہیں کہ ان کے حال احوال کا علم نہیں اور ان کے علاج کی کیفیت بھی معلوم نہیں تو ایسے لوگوں کے پاس جانا، ان سے کچھ دریافت کرنا اور ان سے علاج کروانا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا» [1]

''جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا، پھر اس سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا، تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ أَتٰی كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ» [2]

''جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی تو اس نے اس (دین) کا انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے۔''

اس باب اور موضوع کی دوسری تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نجومیوں اور کاہنوں کے پاس جانا اور ان کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا حرام ہے۔ یہ کاہن اور نجومی وہ لوگ ہیں جو علم غیب جاننے کے دعوے دار ہیں یا جنوں کی حاضری ڈالتے ہیں اور اس کا علم ان کے اعمال اور طریقہ کار سے ہوتا ہے۔ انھی لوگوں اور اس طرح کے دیگر لوگوں کے متعلق وہ مشہور حدیث وارد ہوئی ہے جسے امام احمد اور ابو داود رحمہما اللہ نے جید سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے ''نشرہ'' کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ» [3] ''یہ شیطانی عمل ہے۔''

---

1. صحيح مسلم [2230/125]
2. سنن الترمذي، رقم الحديث [135]
3. سنن أبي داود، رقم الحديث [2868]

علماء نے اس ''نشرہ'' کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا ایک طریقہ علاج ہے جس میں جادو کے ذریعے سے جادو کا توڑ کیا جاتا ہے، اور ہر وہ علاج جس میں کاہنوں، نجومیوں، جھوٹے لوگوں اور شعبدہ بازوں سے مدد لی جاتی ہے، وہ بھی مذکورہ طریقہ علاج (نشرہ) ہی میں سے شمار ہوگا۔

اس بحث سے تمھیں علم ہو چکا ہوگا کہ تمام امراض اور جنون و مرگی کی تمام اقسام کا علاج صرف شرعی طریقوں اور جائز ذرائع ہی سے کرنا کروانا جائز ہے۔ ان جائز ذرائع میں سے ایک ذریعہ یہ ہے کہ آیاتِ قرآنیہ اور شرعی اور مسنون دعائیں پڑھ کر مریض کو دم کیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا بَأْسَ بِالرُّقَىٰ مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا» [1]

''دم کرنے (کروانے) میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ شرک پر مشتمل نہ ہوں۔''

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ» [2]

''اللہ کے بندو! علاج کرو، مگر حرام چیز کے ساتھ علاج مت کرو۔''

رہا کسی صاف رکابی اور پیالے یا صاف اوراق پر زعفران کے ساتھ آیات اور دعائیں لکھنا، پھر انھیں دھو کر مریض کو پلانا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس امت کے بہت سے اسلاف نے اس طریقہ علاج کو استعمال کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد'' وغیرہ میں اس کی

---

[1] صحیح مسلم [2200/64]

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3436]

صراحت کی ہے، بشرطیکہ مذکورہ طریقے سے علاج کرنے والا عامل خیر و بھلائی اور دینِ اسلام پر استقامت میں معروف ہو۔ واللہ ولي التوفيق
(ابن باز: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1344)

314- یہ عمل حرام شدہ کہانت کا حصہ ہے

سوال ہمارے شہر میں کچھ لوگ ہیں جو ٹوکری کی مدد سے لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ کار کچھ یوں ہے کہ وہ ایک پاک صاف ٹوکری لاتے ہیں اور اس کے اندر قرآن مجید رکھتے ہیں اور اس کے منہ کو جائے نماز کے ساتھ بند کر دیتے ہیں اور جائے نماز پر ایک چابی رکھتے ہیں اور ٹوکری کی ایک جانب ایک قلم اور قلم کے نیچے ایک کاغذ رکھتے ہیں، پھر دو آدمی آتے ہیں اور ٹوکری کو اٹھا کر اسے حرکت دیتے ہیں اور ایک دوسرا آدمی سورت جن کی تلاوت کرتا ہے، اور جب وہ سورت جن کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے تو اسی دوران میں ایک مردے کی روح حاضر ہوتی ہے، جس سے وہ بعض سوال پوچھتے ہیں اور وہ روح کاغذ اور قلم کے ذریعے سے تحریری طور پر ان سوالوں کا جواب دیتی ہے، اور جو سوال علم غیب کے متعلق ہوتے ہیں، ان کے متعلق وہ کہتی ہے: اللہ جانتا ہے، نیز وہ سوال جن کا وہ کاغذ و قلم کے ذریعے سے لکھ کر جواب نہیں دے سکتی ان کے بارے میں بھی وہ کہتی ہے: اللہ جانتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ عمل کسی میت کی روح کا ہے یا کسی جن کا؟ اور اس طرح کے عمل کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب یہ ایک منکر فعل ہے جو جائز نہیں ہے۔ یہ اس کہانت کا حصہ ہے جسے حرام کیا گیا ہے، لہٰذا ایسا کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ یہ شیاطین کے عمل میں سے ایک عمل ہے۔ اس میں مردوں کی روحیں حاضر نہیں ہوتیں، بلکہ یہ

شیاطین کے اعمال کا حصہ ہے جس کے ذریعے سے وہ لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں اور باطل و ناجائز طریقے سے ان کے مال بٹورتے ہیں، لہٰذا یہ عمل جائز نہیں ہے۔ یہ عمل کاہنوں کے اعمال کا ایک حصہ ہے، لہٰذا حکومتی ذمہ داران پر واجب ہے کہ وہ اس کا سدِ باب کریں اور اس فعل کو سرانجام دینے والے کے خلاف مناسب تادیبی کاروائی کریں، تاکہ وہ دوبارہ اس طرح کے عمل کا مرتکب نہ ہو۔ کسی مسلمان کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس عمل کا حصہ بنے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ اس عمل کے کرنے والوں سے کسی چیز کے متعلق کچھ دریافت کرے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

« مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلَاةُ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً »[1]

''جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا، پھر اس سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ »[2]

''جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی تو اس نے اس (دین) کا انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے۔''

چنانچہ مذکورہ عمل نجومیوں اور کاہنوں کے اعمال کا حصہ ہے اور اس میں جو

---

[1] صحیح مسلم [2230/125]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [135]

روحیں حاضر ہوتی ہیں وہ دراصل شیاطین اور جن ہوتے ہیں، مُردوں کی روحیں ہرگز نہیں ہوتیں۔ (ابن باز: نورعلی الدرب: 216/1)

315- مریض کے سینے پر ذبح کرنے یا اس کے ہاتھ میں چاندی کا چھلہ یا کپڑے کا ٹکڑا پہنانے کا حکم

سوال کچھ لوگ ہیں ان کی ادویات میں، جن کے ساتھ وہ علاج کرتے ہیں، یہ بھی شامل ہے کہ وہ علاج کی غرض سے مریض انسان کے سینے یا اس کے سر پر یا چاندی کے چھلے پر، جو مریض کے ہاتھ میں پہنایا جاتا ہے، بکری یا مرغی ذبح کرواتے ہیں یا کپڑے کے چھوٹے سے ٹکڑے پر یا مٹھی بھر مٹی پر ذبح کرواتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ کپڑا اس کے خاندان کے ایک نیک آدمی کے کپڑے کا ٹکڑا ہے اور یہ مٹی اس کی قبر کی مٹی ہے۔ ان ذرائع سے علاج کروانے کا کیا حکم ہے کیا ایسے معالجین جب کسی چیز کے متعلق خبر دیں تو ان کی اس میں تصدیق کرنا جائز ہے؟

جواب غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا حرام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے، نیز غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا شرک کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

[الأنعام: 163,162]

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی

شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔"

اور نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ» ❶

"جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔"

سوال میں مذکورہ طریقے سے علاج کرنا ایک منکر عمل ہے، اگرچہ اس جانور کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ذبح کیا گیا ہو، نیز ایسے لوگوں کی دی ہوئی خبروں کو سچا جاننا اور ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ شعبدہ باز اور دجال ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً» ❷

"جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا، پھر اس سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ» ❸

"جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی تو اس نے اس (دین) کا انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے۔" (اللجنة الدائمة: 8071)

---

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث [1978/43]

❷ صحيح مسلم [2230/125]

❸ سنن الترمذي، رقم الحديث [135]

316- انسانوں اور جنوں کے درمیان جنسی تعلقات

سوال میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو ایک بات کی شکایت کرتا ہے۔ وہ یہ کہ جب وہ سونے کے لیے اپنے بستر پر جاتا ہے تو بستر پر لیٹے لیٹے اسے احساس ہوتا ہے کہ ایک عورت اس سے مجامعت کر رہی ہے۔ ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے۔ اسے اس دوران میں مجامعت کی وجہ سے انزال بھی ہوتا ہے، اس نے کسی سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس مسئول نے اسے بتایا کہ اصل میں ایک جننی اس سے مجامعت کرتی ہے، تو کیا یہ صحیح ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ انسان جننی سے مجامعت کرے اور انسان کی جنوں میں سے کسی سے شادی ہو؟ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب مردوں اور عورتوں میں جنوں اور جنیوں سے مجامعت کرنا ممکن ہے، ہوتا یہ ہے کہ بعض اوقات وہ جن انسان کا پورا روپ دھار لیتا ہے اور پھر وہ اس طرح انسان کے ساتھ مجامعت کا مرتکب ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ شخص کو جننی کی مجامعت سے صرف اسی شکل میں بچاؤ ممکن ہے کہ وہ اللہ کے ذکر، دعا اور مسنون اوراد و وظائف کے ذریعے سے اپنا دفاع کرے۔ کبھی ایسے ہوتا ہے کہ کوئی جن کسی عورت پر حاوی ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پناہ پکڑتی رہے، اس وجہ سے کہ وہ جن اسے چمٹا ہوتا ہے اور اس میں گھسا ہوتا ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ کوئی جننی کامل الاعضا عورت کا روپ دھارے اور کسی مرد کو چمٹ جائے، پھر اس مرد کی شہوت کو بھڑکائے اور وہ مرد یہ محسوس کرے کہ وہ اس جننی سے مجامعت کر رہا ہے، اس کی منی خارج ہوتی ہے اور وہ انزال ہوتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

لہٰذا مذکورہ مجامعت کرنے والی جننی کے شر سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے بچاؤ کی حفاظتی تدابیر اختیار کی جائیں، یعنی دعا، ذکر کی کثرت

کی جائے اور مسنون اوراد و وظائف کیے جائیں، اعمال صالحہ بجا لائے جائیں اور محرمات سے کنارہ کشی کی جائے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1550)

317- جنوں کا دم کرنے والے کو ڈرانا اور دھمکی دینا

جی ہاں! یہ ممکن ہے، یقیناً جنات کو انسانوں پر تسلط کی قدرت حاصل ہے۔ جب وہ انسانوں کو پریشان کرنے کا موقع پاتے ہیں تو وہ ایسا کر گزرتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جنوں کا علاج کرنے والے عاملین جنوں کی شرارتوں کا شکار ہوتے ہیں، چنانچہ جن انھیں ڈراتے دھمکاتے ہیں اور ان کو ضرر و نقصان پہنچاتے ہیں یا بعض اوقات عاملوں کے رشتے داروں کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں، لیکن اگر یہ عامل قرآن مجید، مسنون اوراد و وظائف، دعاؤں اور ان کے شر سے بچانے والے علاج کرتے رہتے ہیں تو جن ان کے خلاف کوئی قدرت نہیں پاتے اور نہ وہ اللہ کے حکم سے انھیں کوئی نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ واقعتاً ایسی معروف دعائیں ثابت ہیں جو ان کے شر سے محفوظ رکھتی ہیں۔ وہ لوگ ان دعاؤں کو خوب جانتے ہیں جو دم کرنے اور آسیب کا علاج کرنے کو اپنا مشغلہ بناتے ہیں۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1555)

318- انصاب اور ازلام

انصاب وہ چیز ہے جسے کسی جگہ نصب کیا جاتا تھا اور مشرک اس پر جانور ذبح کرتے تھے اور ان ذبیحوں کے ذریعے سے اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرتے تھے۔ اور ازلام وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے سے قسمت آزمائی اور

فال گیری کرتے تھے، یہ ایسی چیزیں ہیں جنھیں ''سہام'' کہا جاتا تھا اور یہ لکڑی سے بنے ہوتے تھے۔ ان تیروں پر وہ لکھتے (ایک پر لکھتے) ''اِفْعَلْ'' (کرو)، (دوسرے پر لکھتے) ''لَا تَفْعَلْ'' (مت کرو) اور تیسرے کو خالی چھوڑتے اور اس پر کچھ تحریر نہیں کرتے تھے، پس جب وہ سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کرتے یا کوئی ایسا کام کرنا چاہتے جس میں انھیں اشتباہ لاحق ہوتا تو وہ ان تیروں کے پاس آ کر انھیں گھماتے اور مجاور ان تیروں میں سے باری باری تیر نکالتا، یا وہ شخص بذات خود ان تیروں میں سے ایک ایک کر کے ان کی جگہ سے نکالتا۔

پھر اگر تو وہ تیر اس کے ہاتھ لگتا جس پر لکھا ہوتا: ''اِفْعَلْ'' (کرو) تو وہ کام کر گزرتا، جس کا اس نے ارادہ کیا ہوتا، اور اگر وہ تیر نکالتا جس پر لکھا ہوتا: ''لَا تَفْعَلْ'' (مت کرو) تو وہ اپنے کام سے رک جاتا۔ اور اگر خالی تیر نکلتا یعنی وہ تیر اس کے ہاتھ لگتا جس پر کچھ نہ لکھا ہوتا تو وہ مذکورہ عمل کو دوبارہ دہراتا، چنانچہ وہ ان تیروں کو پھر سے خلط ملط کرتا، پھر وہ تیر نکالتا، پھر اگر ''اِفْعَلْ'' والا تیر نکلتا تو وہ کام کرتا اور اگر ''لَا تَفْعَلْ'' والا تیر نکلتا تو وہ اس کام سے رک جاتا اور اگر تیسرا خالی تیر نکلتا تو وہ پھر سے مذکورہ عمل دہراتا اور اسی طرح ''اِفْعَلْ'' اور ''لَا تَفْعَلْ'' کے تیر نہ نکلنے تک وہ مذکورہ عمل دہراتا رہتا۔

یہ ان مشرکین کا زمانۂ جاہلیت کا طریقہ تھا، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو فال گیری کے ان تیروں کو استعمال کرنے کے بجائے نماز استخارہ کو مشروع ومسنون قرار دیا، لہٰذا ایک مومن جب کسی کام کا ارادہ کرے اور اسے اس کام میں اشتباہ اور تردد ہو، مثلاً شادی یا سفر یا اس طرح کا کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو وہ دو رکعت نماز (فرض کے علاوہ) ادا کرے، پھر وہ اللہ جل وعلا سے استخارہ کرے، یعنی وہ مشہور دعائے استخارہ پڑھے جو نبی اکرم ﷺ سے

ثابت ہے، اور وہ یہ ہے:

« اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ۔ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ۔ خَيْرٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي۔ أَوْ قَالَ عَاجِلِ امْرِيْ وَآجِلِهٖ۔ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي۔ أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ۔ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهٖ » [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ خیر کا سوال کرتا ہوں، اور تیری قدرت کے ساتھ قدرت کا سوال کرتا ہوں، اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کو جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام ۔ اور وہ اپنے کام کا نام لے۔ میرے لیے میرے دین، میری معاش اور میرے کام کے انجام میں بہتر ہے۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا جلد یا بدیر میرے حق میں بہتر ہے۔ تو اسے میری قسمت میں کر دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے، پھر میرے لیے اس میں برکت فرما، اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے دین، میری معاش اور

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1162]

میرے کام کے انجام میں برا ہے۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا: جلد یا بدیر میرے لیے نقصان دہ ہے۔ تو اسے مجھ سے ہٹا دے اور مجھے اس سے ہٹا دے اور میری قسمت میں بھلائی کر، جہاں بھی ہو، پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔" (ابن باز: نورعلی الدرب: 213/1)

319- جو شخص لوحِ محفوظ سے باخبر اور واقف ہونے کا دعوے دار ہو

یہ تو مخبوط الحواس اور فاسد العقل لوگوں کے کلام کا حصہ ہے۔ لوحِ محفوظ پر سوائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کوئی واقف اور باخبر نہیں ہے۔ سوال میں مذکورہ کلام فاسد العقول صوفیہ کے کلام کا حصہ ہے جو لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں اور انھیں گھیر کر اپنے دامِ فریب میں پھنسا لیتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

پس لوحِ محفوظ سے صرف اور صرف اللہ عزوجل ہی باخبر ہے، اسی نے لوحِ محفوظ کو بنایا ہے اور وہی اس پر دسترس اور واقفیت رکھتا ہے۔ جو شخص یہ دعویٰ اور گمان کرتا ہے کہ وہ لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے، وہ کافر ہے، حکومتی کار پردازوں کو چاہیے کہ وہ اس سے توبہ کروائیں، اگر تو وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمانوں کو اس کے شر اور فتنہ سے بچانے کے لیے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ (ابن باز: نورعلی الدرب: 222/1)

320- کتاب "آکام المرجان في غرائب وأحکام الجان" پر تبصرہ

"آکام المرجان في غرائب و أحکام الجان" (مؤلف: بدر الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الشبلی الحنفی) ایک معروف کتاب ہے، جنوں کے احکام،

ان کے مختلف شکلیں اختیار کرنے اور ان کے تصرفات کے موضوع پر بحث کرتی ہے، اور ان کے متعلق ایک وسیع تر نظریہ پیش کرتی ہے، قاری کو اس کا مطالعہ کرنے سے کافی زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور اس میں اپنے موضوع پر شرعی احکام موجود ہیں، فی الجملہ وہ ایک عمدہ کتاب ہے۔ (الفوزان: المنتقی: 168/1)

وسوسہ

321- شیطان کی انسان کے دل تک پہنچنے کی راہیں

وہ راہیں جن سے شیطان انسان کے دل کی طرف راہ پاتا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ان میں سے ایک راہ یہ ہے کہ وہ انسان کی شرمگاہ کی شہوت کے راستے سے اس کے دل تک رسائی حاصل کرتا ہے، پھر اسے زنا پر اکساتا اور آمادہ کرتا ہے اور اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنے، ان کی طرف دیکھنے، ان سے میل ملاقات رکھنے، ان کے گانے سننے اور اس طرح کی دیگر برائیوں کو اس کے لیے مزین کرتا ہے۔ شیطان اسے فتنے میں مبتلا کرتا ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ انسان بدکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور ان میں سے ایک راہ یہ ہے کہ وہ انسان کے پیٹ کی اشتہا کے راستے اس کے دل تک پہنچتا ہے، چنانچہ وہ اسے حرام کھانے، شراب پینے اور منشیات وغیرہ کو استعمال کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اور ان میں سے ایک راہ یہ ہے کہ وہ انسان کی مالک بننے، قبضہ جمانے اور غنا و ثروت سے محبت کرنے کی خصلت کے ذریعے سے اس کے دل تک راہ پاتا ہے، چنانچہ وہ اسے کمائی کے اسباب و ذرائع وسیع تر کرنے پر اکساتا ہے،

خواہ وہ اسباب حلال ہوں یا حرام، پھر وہ باطل اور ناجائز طریقے سے بھی لوگوں کے مال کھانے کی پروانہیں کرتا، وہ ناجائز ذرائع سود اور چوری ہو یا غصب اور ڈاکا ڈالنا یا دھوکا دینا ہو یا اس طرح کے دیگر ناجائز ذرائع ہوں۔

اور ان میں سے ایک راہ یہ ہے کہ وہ انسان کی مسلط ہونے اور بڑا بننے سے محبت کرنے والی خصلت کے ذریعے سے اس کے دل تک رسائی حاصل کرتا ہے، پھر تو انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، لوگوں پر فخر اور تکبر کرتا ہے، انھیں حقیر جانتا ہے اور ان کا مذاق اڑاتا ہے، نیز اس کے علاوہ بھی شیطان کے انسانی دل میں گھس بیٹھنے کے بہت سے ذرائع اور راستے ہیں۔

اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کرنی ہوں تو امام ابو الفرج ابن الجوزی کی کتاب "تلبیسِ ابلیس" کا مطالعہ کرو۔ (اللجنة الدائمة: 9297)

322- ان وساوس کا علاج جو بعض لوگوں کو لاحق ہیں

نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ یقیناً شیطان انسان کے دل میں غلط اور برا خیال ڈالتا ہے، حتی کہ وہ اتنے خبیث اور برے وساوس پیدا کرتا ہے اور کہتا ہے: یہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا خالق ہوا تو اللہ کا خالق کون ہے، اس کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَقُلْ: آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلْيَنْتَهِ »[1]

"پھر جو شخص (شیطان کا ڈالا ہوا) یہ وسوسہ اور غلط خیال محسوس کرے تو وہ کہے: میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا اور (اس قسم کا خیال دل میں لانے سے) رک جائے۔"

[1] صحیح مسلم [134/212]

چنانچہ جب اللہ کے متعلق وساوس اور غلط خیال آئیں تو وہ کہے:

"آمَنْتُ بِاللّٰه وَرُسُلِهِ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ"

"میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔"

پھر وہ خیالات و وساوس سے رک جائے، وہ اپنے آپ کو ان وساوس کے سپرد کرتا ہوا ان کی آماجگاہ نہ بن جائے، بلکہ ان کے خلاف جنگ کرے اور کش مکش جاری رکھے اور پھر اس طرح کے وساوس میں مبتلا نہ ہو۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 384/8)

323- شیطانی وسوسے سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے پڑھی جانے والی دعائیں

اس کے لیے انسان وہ دعائیں پڑھا کرے جو اسے میسر ہوں، مثلاً وہ پڑھے:

« اَللّٰهُمَّ أَعِذْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ، اَللّٰهُمَّ اجُرْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ، اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلىٰ ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ مَكَايِدِ الشَّيْطَانِ »

"اے اللہ! مجھے شیطان سے پناہ دے۔ اے اللہ! مجھے شیطان سے بچا۔ اے اللہ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔ اے اللہ! مجھے شیطان کی تدابیر سے محفوظ فرما۔"

اور اس کے ساتھ وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرے، قرآن مجید کی

تلاوت کرے اور شیطان مردود کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ پکڑا کرے، خواہ وہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو۔

اور جب دورانِ نماز اس پر وسوسے حاوی ہو جائیں تو اس کے لیے مشروع و مسنون یہ ہے کہ وہ تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ پکڑے (أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے) اور تین مرتبہ ہی اپنی بائیں جانب تھوکے، کیونکہ صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ عثمان بن ابی العاص الثقفی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دورانِ نماز پیدا ہونے والے وسوسوں کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انھیں دورانِ نماز ہی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکنے کا اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا تو ان کو وسوسے پیدا ہونے بند ہو گئے۔ [1]

حاصل کلام یہ ہے کہ جب مومن مرد یا عورت اس قسم کے وسوسوں میں مبتلا ہوں تو ان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان وسوسوں سے خوب خوب عافیت اور بچاؤ کا سوال کیا کریں، نیز وہ اکثر شیطان سے اللہ کی پناہ پکڑا کریں۔ وہ نماز میں ہوں یا نماز کے علاوہ کوئی عمل کر رہے ہوں، شیطان انھیں وسوسوں میں مبتلا کرے تو یہ اس سے مقابلہ کرنے کا عزم بالجزم کریں، جب وہ وضو کرے تو وہ پختہ عزم کرے کہ وہ (خوامخواہ شیطان کے بہکاوے اور وسوسے کا شکار ہو کر) وضو کو نہیں دہرائے گا، جب وہ نماز شروع کرے تو عزم کرے کہ وہ (مذکورہ وسوسے کا شکار ہو کر) نماز نہیں دہرائے گا، اور ایسے ہی جب وہ نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ کہے تو عزم کرے کہ وہ تکبیر کو نہیں دہرائے گا،

---

[1] صحیح مسلم [2203/28]

اور عزم کرے کہ مجھے اللہ کے دشمن شیطان مردود کی مخالفت کرنا اور اسے ذلیل و خوار کرنا ہے، اسے نہیں چاہیے کہ وہ شیطانی وسوسوں کے سامنے عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرے، بلکہ وہ اس مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرنے میں خوب کوشش کرے اور اللہ کے اس دشمن کے ساتھ جنگ اور لڑائی میں پوری قوت کا مظاہرہ کرے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس پر تسلط جما کر فتح اور غلبہ حاصل کر لے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 385/8)

324- شیطانی اوہام سے بچاؤ اختیار کرنے کے اسباب

ایسے شخص پر اولاً یہ واجب ہے کہ وہ شیاطین کے شر اور ان کے اوہام و وساوس سے کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑا کرے، اور یہ اعتقاد و یقین بنائے کہ یقیناً اس کا رب ہی ہے جو اس کی مدد کرے گا، اسے بچائے گا، اس کی حفاظت کرے گا اور اس کے اور ان اوہام و تخیلات کے درمیان رکاوٹ حائل کرے گا۔

ایسے ہی اس پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے دل سے ان تخیلات اور وساوس کو دور کرے جو اس کے عقیدہ، دین، طہارت اور نماز کی صحت یا اصل نماز میں اسے شک میں مبتلا کرتے ہیں، بلکہ وہ پختگی کے ساتھ یہ اعتقاد و یقین رکھے کہ وہ (اس کا عقیدہ و نماز وغیرہ) بالکل درست ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے دل میں عقیدہ و نماز وغیرہ کی صحت اور درستی کے حوالے سے جو شک و شبہہ اور وسوسے پیدا ہو رہے ہیں، وہ سب شیطانی اوہام، وساوس کا حصہ ہیں، اور وہ ملعون یہ چاہتا ہے کہ اسے حیران و پریشان کرے اور اسے اس کام کے کرنے کا مکلّف و پابند ٹھہرائے جو اس کی طاقت و قدرت میں نہیں ہے، حتی کہ وہ عبادت

سے اکتا جائے یا نماز کے باطل ہونے اور اس کی عدم درستی کا اعتقاد کر لے، اور یہی کچھ ابلیس چاہتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو یوں ہی اوہام و وساوس میں مبتلا کیے رکھے۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: الکنز الثمین: 212)

325- نفسیاتی فراغت اور وسوسے

غالباً اکثر وسوسے نفسیاتی، فکری اور بلکہ جسمانی فراغت سے پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ جب انسان مصروف ہوتا ہے تو اس کی پوری توجہ اور دلچسپی اس کام میں ہوتی ہے جس میں وہ لگا ہوتا ہے، لہٰذا وہ ردی اور غلط قسم کے افکار و وساوس سے محفوظ رہتا ہے، لیکن اس کے باوجود کبھی ایسی حالت میں بھی وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں، جب انسان اپنی سوچ و فکر، جسم اور دل کو کسی کام میں مصروف کیے ہوتا ہے، بہر حال اس سے چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے:

1. ان وسوسوں کی طرف عدم توجہ اور عدم دلچسپی کا مظاہرہ کرنا، پس انسان نہ ان کی طرف توجہ دے اور نہ ان میں دلچسپی لے اور نہ ان کو اپنے دل ہی میں کوئی جگہ دے، حتی کہ اگر اسے کوئی وسوسہ پیدا ہونے لگے تو وہ اپنے دل کو اس بات پر پکا کرے کہ یہ وسوسہ اور خیال جو اس کے دل میں اٹھ رہا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، پھر وہ اس کے متعلق سوچنا چھوڑ دے، تو یہ ہے ان وسوسوں سے بچنے کا طریقہ کہ انسان اپنے دل کو ان سے خالی کرے، ان میں دلچسپی لے اور نہ ان کی طرف توجہ کرے۔

2. انسان ان وسوسوں سے نجات دینے والے اسباب بروئے کار لائے، کثرت کے ساتھ شیطان مردود اور وسوسوں سے اللہ کی پناہ پکڑتا رہے۔ پناہ طلب کرتے وقت دو چیزوں سے آگاہ رہے، اور ان کو ذہن میں

رکھے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان ہر لحاظ سے کامل طور پر اپنے آپ کو اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کا محتاج اور اس کے در کا مانگت اور سوالی بنائے کہ وہ اس حالت میں اپنی قدرت و طاقت سے اظہار براءت کرے اور اپنا معاملہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کر دے۔

دوسری یہ کہ وہ اس بات کو خوب ذہن نشین کر لے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس حالت کو بدلنے پر پوری قدرت رکھتا ہے، کیونکہ وہ اللہ جل وعلا ہے:

﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [یٰس: 82]

''اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔''

اس دوسرے امر کی بنیاد اس بات پر رکھے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے انتہائی زیادہ پُر امید ہو اور اس کے متعلق ایسا حسنِ ظن رکھے کہ وہ اس بیماری سے شفایاب ہو جائے جو اس کے دل کو لاحق ہے۔

③ وساوس سے بچاؤ کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب دین و دنیا کے امور میں مصروف ہو تو وہ ان میں انتہائی محنت اور کوشش کرے، مطلب یہ ہے کہ کسی بھی کام کو سر انجام دیتے وقت اپنا دل اس کام میں حاضر کرے اور اس وقت جب اس کا دل وسوسوں اور فکری پراگندگی سے پلٹ کر کام میں محنت، کوشش اور امور کو حقیقت کی آنکھ کے ساتھ دیکھنے میں مصروف ہو جائے گا تو اس طرح دل میں تحریک پیدا ہوگی اور وہ پلٹ کر ان اعمال میں مصروف و مشغول ہو جائے گا، یوں وہ ان ردی اور غلط قسم کے وسوسوں اور افکار کو بھول جائے گا اور وہ ان وساوس سے چھٹکارا حاصل کر لے گا۔

4 بچاؤ کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس بات سے آگاہ رہے کہ یہ افکار اور خاص طور پر عقیدے کے متعلق، اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے اسماء اور صفات کے متعلق وسوسوں کا پیدا ہونا اس سے وہ لوگ بھی دوچار ہوئے جو ہم سے ایمان میں اکمل تھے اور ان کی حالت ہم سے کہیں زیادہ عروج و ترقی والی تھی اور وہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، چنانچہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے وساوس پیدا ہونے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ ان وسوسوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑیں اور اس طرح کے وسوسے اور افکار دل میں لانے سے باز آجائیں۔

یہ ہیں وہ چار طریقے جو اس وقت میرے ذہن میں تھے، مجھے امید ہے کہ تم ان پر عمل کر کے ان وسوسوں سے بچ جاؤ گے جو تمھارے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تمھیں اور تمام مسلمانوں کو ان وسوسوں سے محفوظ فرمائے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 3)

326- شیطان کا انسان کو وسوسہ ڈالنا اور خالق عزوجل کے متعلق شک وشبہہ میں مبتلا کرنا

یہ وسوسے جو کسی مومن انسان کو لاحق ہوتے ہیں، یہ کوئی انوکھی چیز نہیں اور نہ یہ کوئی نیا معاملہ ہے، بلکہ یہ ایک قدیم چیز ہے جس کی شکایت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ جب بھی ایمان دل میں داخل ہو کر قرار پکڑتا ہے تو اس قسم کے وسوسے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں، کیونکہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ اس قسم کے وسوسے اس کے دل میں پیدا ہوں

اور اس کا ایمان بگڑ جائے، لیکن بندہ مومن ان وسوسوں کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتا، حتی کہ اگر اس کے دل میں یہ وسوسے پیدا ہوں تو وہ انھیں جھٹک دیتا ہے اور انھیں دل میں جگہ نہیں دیتا، اسی لیے جب کسی بندۂ مومن سے وضاحت طلب کرتے ہوئے سوال کیا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے متعلق جو وسواس تیرے دل میں پیدا ہوتے تھے، کیا اب تو ان پر اعتقاد رکھتا ہے؟ تو وہ کہے گا: نہیں، بالکل نہیں!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل ان وسوسوں کو رد کر چکا ہے جو شیطان اس کے دل میں پیدا کرتا تھا، بہر حال پھر بھی شیطان بقدرِ استطاعت اس کے منور دل میں ان وسوسوں کی تاریکی پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، لیکن مؤمن اسے خاطر میں نہ لاتے ہوئے ان وسواس کو سختی سے ٹھکرا کر رد کر دیتا ہے۔

رہا اس کا علاج: تو وہ کچھ یوں ہے کہ تم شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، اور تم اس قسم کے افکار اور وساوس کو ترک کرتے ہوئے کلی طور پر ان سے اعراض کرلو۔ پس شیطان مردود سے اللہ کی پناہ پکڑنا کوئی معمولی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ خالق کی پناہ پکڑنا ہے، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور ان وسواس کو دل میں پیدا کرنے سے رک جانا، یقیناً یہ شیطان کے ان وسوسوں کا رد ہے جو وہ تمھارے دل میں ڈالتا ہے۔

ایک دفعہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا کہ یہودی کہتے ہیں: ہمیں ہماری نماز میں وسوسے پیدا نہیں ہوتے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! وہ سچ ہی تو کہتے ہیں، کیونکہ شیطان ویران دل میں سکونت اختیار نہیں کرتا۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ یہودیوں کے دل ویران ہیں، اب خواہ ان کے دل نماز میں حاضر ہوں یا نماز میں حاضر نہ ہوں، ان کی نماز تو فاسد اور غیر مقبول ہے، اس لیے کہ وہ کافر ہیں، اور نماز میں ان کے دل کا حضور ان کے کسی کام اور فائدہ کا

نہیں ہے، لیکن خالص ایمان والا مومن وہ ہے جسے شیطان اس قسم کے وسوسے ڈالتا ہے تا کہ اسے پریشان کرے اور اسے شک و شبہہ میں مبتلا کرے، مگر جب وہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہے اور ایسے وسواس دل میں لانے سے رک جاتا ہے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتا تو ان وسوسوں کا اسے چنداں نقصان نہیں ہے۔ جیسے میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ یہ وسواس تمھارے لیے ضرر رساں نہیں ہیں، ان کی علامت اور پہچان یہ ہے کہ اگر تمھیں کوئی پوچھے: کیا یہ وسوسے جو اللہ عزوجل کے متعلق تیرے دل میں پیدا ہوتے ہیں تو ان کا اعتقاد رکھتا ہے؟ کیا تو اللہ کے دین کے بارے میں ان پیدا ہونے والے وسواس کے مطابق اعتقاد رکھتا ہے؟ کیا تم اللہ کے رسول ﷺ کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہو؟ تو تمھارا جواب یہ ہوگا کہ میں ان تمام وسوسوں کو رد کرتا ہوں اور میں ان کے مطابق بالکل اعتقاد نہیں رکھتا، لہٰذا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ان وسوسوں کی کوئی اساس اور بنیاد ہے اور نہ انھیں دوام و ثبوت ہی حاصل ہے۔

(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 8)

327- قلبی وسواس نفاق کی علامت نہیں ہیں

دل میں پیدا ہونے والا وسوسہ نفاق کی علامت ہے اور نہ یہ کمزوریِ ایمان ہی کی کوئی دلیل ہے، بلکہ یہ تو مضبوطیِ ایمان کی دلیل ہے، مگر بندہ مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان وساوس کے پیدا ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَوَجَدْتُمْ ذٰلِكَ)) ”کیا تم اس قسم کے وسوسے محسوس کرتے ہو؟“

انھوں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ» ”یہ تو صریح اور عین ایمان ہے۔“

یعنی یہ تو خالص ایمان کی علامت و نشانی ہے، پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ جو شخص اس طرح کے وسوسے محسوس کرے، وہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ پکڑے اور اس طرح کے وسوسے اور خیالات دل میں لانے سے باز آ جائے، پس جب مومن اپنے دل میں شیطان کے ڈالے ہوئے اس طرح کے وسوسے محسوس کرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ پکڑے اور ان کو دل میں لانے سے پرہیز کرے اور ان کی طرف بالکل توجہ نہ دے تو عنقریب اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ وسوسے آنا بند ہو جائیں گے، لہٰذا وہ وسوسے نفاق اور کمزور ایمان کی دلیل نہ ہوئے۔

رہا ان وسوسوں کا صریح ایمان کی علامت و نشانی ہونا تو وہ کچھ اس طرح ہے کہ شیطان ویران دل کو اجاڑنے کے لیے نہیں آتا، کیونکہ وہ تو پہلے سے بگڑا ہوا ہے وہ تو خالص ایمان والے کفر و شرک سے محفوظ دلوں میں جگہ بناتا ہے، تاکہ وہ ان کا دین اور یقین بگاڑے۔ پس شیطان ایمان سے خالی اور ویران دل کو خالی کرنے کے لیے نہیں آئے گا، کیونکہ وہ تو پہلے ہی ایمان سے خالی ہے، ہاں جو شخص اس طرح کے وسوسوں میں مبتلا ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور ان وسوسوں کی طرف بالکل توجہ نہ کرے اور جس دنیاوی یا اخروی کام میں مصروف ہو ان وسوسوں سے بے نیاز ہو کر بے دھڑک اس کام میں لگا رہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 16)

328- دل میں پیدا ہونے والے وسوسے پر انسان پکڑا نہیں جائے گا

دل میں پیدا ہونے والے وسوسے پر انسان کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا،

بلکہ دل میں پیدا ہونے والا وسوسہ تو ایمان کے کامل ہونے اور ایمان کے خالص ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ شیطان اس شخص کو سستی و لا پرواہی اور کوتاہی کے ذریعے سے اللہ کے دین سے روکنے سے عاجز آ گیا تو اس نے وسوسوں کا سہارا لیا، چنانچہ دلوں میں وسوسوں کا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس بندے کا دل ایمان سے آباد ہے، اور شیطان ان وسوسوں کو ذریعہ بنا کر اسے ایمان سے خالی کرنا چاہتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس طرح کا وسوسہ پیدا ہونے پر دو چیزوں کا حکم دیا ہے:

① اس وسوسے سے اللہ کی پناہ طلب کرنا، چنانچہ متاثرہ شخص شیطان مردود سے اللہ کی پناہ پکڑے، کیونکہ یہ وسوسہ شیطانی وساوس کا حصہ ہے۔

② اس وسوسے سے اعراض کرنا، اسے ختم کرنا اور دل میں اسے بار بار نہ لانا ہے، جب وہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہونے والا علاج کرے گا تو یہ وسوسہ دور ہو جائے گا۔

بہر حال انسان کو انتہائی زیادہ اس بات کی حرص رکھنی چاہیے کہ وہ اس وسوسے سے بے پرواہی اور بے التفاتی کا مظاہرہ کرے، کیونکہ یہ وسوسے اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ وہ تو، جیسے میں نے پہلے عرض کی ہے، اس سلسلے میں وارد حدیث کی بنا پر صریح ایمان ہیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 17)

329- نفسیاتی مرض میں مبتلا شخص کا علاج

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے شفا و تندرستی عطا فرمائے۔ کیا ہی اچھا ہوگا اگر وہ شخص معوذتین (سورت فلق اور ناس) پڑھے، سورت اخلاص

پڑھے، آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کی تلاوت کرے، نیز وہ معروف تعوذات پڑھے جو نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں اور اہلِ علم نے انھیں اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، جیسے کتاب ''الکلم الطیب''، ''الوابل الصیب'' اور ''الاذکار''، نیز وہ اس مسئلے میں علماء کے پاس آتا جاتا رہے، جن کے پاس اس قسم کا علم ہے۔ تاکہ وہ اسے لاحق مرض کے مناسب احادیث بتائیں، ہم اللہ سے اپنے لیے اور اس کے لیے شفا کے طلبگار ہیں۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 20)

330- غم کے اسباب اور اس کا علاج

سبب کو جاننے کی تو میں طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ غم اور تنگی کے کئی ایک اسباب ہیں، لیکن ایک چیز ایسی ہے جس سے غمگین شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ سنت سے ثابت ہے کہ وہ پڑھے:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [الأنبياء: 87]

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔''

ایک چیز تو یہ ہوئی، اور دوسری چیز یہ ہے کہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود یہ دعا پڑھے:

((مَا أَصَابَ عَبْداً هَمٌّ وَلَا حَزَنٌ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، اِبْنُ عَبْدِكَ، اِبْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ

بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي، إِلَّا أَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّهُ وَحُزْنَهُ وَأَبْدَلَهُ مَكَانَهُ فَرَحًا» ❶

''جب کسی بندے کو کوئی غم و رنج پہنچے تو وہ یہ دعا پڑھے: ''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ پر نافذ و جاری ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے، میں تجھ سے تیرے ہر اس خاص نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا نام رکھا ہے یا اپنی کتاب میں اسے نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا اسے علم غیب میں اپنے پاس رکھنے کو ترجیح دی ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کو دور کرنے والا اور میرے رنج کو لے جانے والا بنا دے۔'' تو اللہ تعالیٰ اس کا دکھ اور غم دور کر دے گا، اور اس کے بجائے خوشی اور مسرت عنایت فرمائے گا۔''

پس یہ دعا مفید اور نفع بخش ادویات میں سے ایک دوائی ہے، جب انسان کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا تو اس کے غم اور دکھ دور ہو جائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ [الرعد: 28]

''سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''

---

❶ مسند أحمد [452/1]

لہٰذا انسان کے لیے لائق اور مناسب یہ ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ صبح وشام کے اذکار کثرت سے کیا کرے، کیونکہ اللہ کے ذکر اور شرعی ومسنون اذکار سے غفلت ہی وہ چیز ہے جو اکثر لوگوں کے نقصان، دکھ اور غم کا سبب بنتی ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 15)

331- ذہنی دباؤ کی بنا پر رونا

یہ رونا کچھ اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ بندہ قضا اور تقدیر پر کوئی اعتراض کر رہا ہے، اور نہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے قضا وقدر پر ناراضی کا اظہار کر رہا ہے، کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی طرف انسان طبعی طور پر مائل ہوتا ہے، اس میں انسان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس لیے تم دیکھو گے کہ آدمی ایک وقت میں کتاب اللہ کی ایک آیت تلاوت کرتا ہے تو وہ اللہ عزوجل کی خشیت اور ڈر کی وجہ سے رونے لگتا ہے اور وہی آیت ایک دوسرے وقت میں وہ تلاوت کرتا ہے تو وہ آیت اس میں کوئی جنبش اور حرکت پیدا نہیں کرتی، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ رونا انسان کے اختیار اور بس میں نہیں ہے، نیز تم دیکھو گے کہ ایک بڑے صابر، پختہ رائے اور قوی ارادے والے انسان کو جب زمانے سے کوئی آفت ومصیبت پہنچتی ہے تو وہ بچے کی طرح بلک بلک کر رونے لگتا ہے، حالانکہ وہ اسے پسند نہیں کرتا ہوتا۔

پس جب کوئی انسان کسی تنگی کی بنا پر رونے لگے جس کا وہ شکار ہے تو وہ اس معاملے میں قابلِ ملامت ہے اور نہ اس کا یہ رونا تقدیر پر اعتراض اور ناراضی کی وجہ سے ہوتا ہے، بلکہ یہ تو ایک طبعی امر ہے، جسے انسان روکنے اور دور کرنے کی طاقت اور قدرت نہیں رکھتا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

332- ایک انسان جو (پریشان کن) نفسیاتی حالت میں اکثر مبتلا رہتا ہے، کیا اسے اس پر اجر دیا جائے گا؟

انسان کو اپنے جسم یا اپنے اہل یا اپنے مال یا اپنے معاشرے میں جو مصائب اور تکالیف پہنچتی ہیں، وہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ معاف کر دیتا ہے، پس جب بندہ ان پر صبر کرے اور اللہ سے اجر کی امید رکھے تو اسے ان پر اجر سے نوازا جاتا ہے۔

مصائب کی نسبت لوگوں کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت: جو شخص صبر نہ کرے، بلکہ ناراضی کا اظہار کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ یہ اس پر ظلم کیا گیا ہے تو یہ شخص اس مصیبت کے حوالے سے جو اسے پہنچی گناہگار ہوگا۔

دوسری حالت یہ ہے کہ وہ صبر کرے، کبیدہ خاطر نہ ہو اور نہ اللہ کے فیصلے پر کسی ناراضی کا اظہار کرے تو اس مصیبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے جتنے چاہے گناہ معاف کر دے گا۔

تیسری حالت: وہ صبر بھی کرے اور اللہ عزوجل سے اس صبر پر ثواب کی امید بھی رکھے تو اس حالت میں اس کی یہ مصیبت گناہوں کا کفارہ بھی بنے گی اور اس کے ساتھ اپنے اللہ عزوجل سے اجر وثواب کی امید رکھنے پر اسے اجر و ثواب سے بھی نوازا جائے گا۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 2)

حسد

333- نظر لگنے کی حقیقت

"عین" عان یعین سے ماخوذ ہے، اس کا مطلب ہے کہ کسی شخص کا دوسرے سے حسد کرتے ہوئے اور جلتے ہوئے نظر (بد) لگانا۔ اس کی اصل اور بنیاد یہ ہے کہ نظر لگانے والے کو کوئی چیز پسند آ جاتی ہے تو پھر اس کے نفس کی خبیث کیفیت اس چیز کا پیچھا کرتی ہے، پھر وہ معین (جس کو نظر لگائی جائے) میں اپنا زہر اتارنے کے لیے اپنی نظر سے مدد اور تعاون حاصل کرتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حسد کرنے والے سے (اپنے رب تعالیٰ کی) پناہ پکڑنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾ [الفلق: 5]

"اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔"

لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر نظر لگانے والا حاسد ہوتا ہے، مگر ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا، پس جب حاسد عائن (نظر لگانے والے) سے عام ہے تو اس سے پناہ طلب کرنا، نظر لگانے والے سے بھی پناہ کی طلب ہو جائے گی۔ "عین" (نظر لگانا) کے متعلق یوں سمجھو یہ کچھ تیر ہیں جو حسد کرنے والے اور نظر لگانے والے کے نفس سے نکلتے ہیں اور محسود (جس سے حسد کیا جاتا ہے) اور معین

(جسے نظر لگائی جاتی ہے) کی طرف جاتے ہیں، کبھی تو اس میں پیوست ہو جاتے ہیں اور کبھی اس سے چوک جاتے ہیں، اگر تو وہ اسے (محسود یا معین کو) اس حالت میں لگیں کہ اس پر دفاع اور بچاؤ کے لیے کوئی ڈھال نہ تھی تو وہ تیر اسے لگ جاتے ہیں، اور اگر وہ اسے اس حالت میں لگیں کہ وہ اس طرح چوکنا، محتاط اور ہتھیار بند ہو کہ اس میں تیر پیوست نہ ہو سکیں تو یہ تیر اس پر اثر انداز نہیں ہوتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نظر کے یہ تیر چلانے والے ہی کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے نظر لگنے کے متعلق کئی ایک احادیث ثابت ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جو بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''رسول اللہ ﷺ مجھے نظر کا دم کروانے کا حکم دیا کرتے تھے۔''[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدْرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا))

''نظر کا لگ جانا برحق ہے، اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو وہ نظر ہی ہوتی اور جب تم (نظر لگانے والوں سے) سے غسل طلب کیا جائے تو غسل کرو۔''

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! جعفر کے بیٹوں کو نظر لگ جاتی ہے، کیا ہم انھیں دم کروایا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5738] صحيح مسلم [2195/56]

«نَعَمْ، لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ»[1]

"ہاں، اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھنے والی ہوتی تو وہ نظر ہی ہوتی۔"

نیز امام ابو داود رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ نظر لگانے والے کو حکم دیا جاتا کہ وہ وضو کرے، پھر اس کے وضو کے مستعمل پانی سے وہ شخص غسل کرتا جسے نظر لگی ہوتی۔

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مروی ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے حتی کہ جب وہ جحفہ علاقے کے شعب خرار مقام پر پہنچے تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے غسل کیا، صورت حال یہ تھی کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ گورے رنگ کے خوبصورت جسم اور حسین جلد والے تھے، چنانچہ غسل کرتے ہوئے بنو عدی بن کعب کے ایک آدمی عامر بن ربیعہ نے انھیں دیکھا اور کہا: میں نے اس طرح کا خوبصورت آدمی پہلے نہیں دیکھا جیسا میں نے آج دیکھا ہے، اور نہ ہی کسی پردہ نشین لڑکی کی بھی جلد اتنی خوبصورت دیکھی ہے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے، پھر ان کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور کہا گیا: یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ سہل کے متعلق کچھ کر سکتے ہیں؟ اللہ کی قسم! وہ تو اپنا سر بھی اوپر نہیں اٹھا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هَلْ تَتَّهِمُونَ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ؟»

"کیا تم اس کے متعلق کسی پر تہمت لگاتے ہو؟"

انھوں نے عرض کی: عامر بن ربیعہ نے انھیں دیکھا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو بلایا وراسے غصے ہوئے اور فرمایا:

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2095]

«عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ! هَلَّا إِذَا رَأَيْتَ مَا يُعْجِبُكَ بَرَّكْتَ؟»

''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کیوں کرتا ہے! تو نے جب ایک ایسی چیز دیکھی جس نے تجھے خوش کیا تو تو نے اس کے لیے برکت کی دعا کرتے ہوئے اس کو مبارک باد کیوں نہ دی۔''

پھر آپ ﷺ نے انھیں حکم دیا: « اِغْتَسِلْ لَهُ » ''اس (سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ) کے لیے غسل کرو'' چنانچہ اس (عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ) نے اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں کہنیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے کنارے اور اپنے ازار کا اندرونی بدن سے لگنے والا حصہ دھویا اور وہ پانی ایک پیالے میں ڈالا پھر وہ پانی سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ پر ڈالا گیا، چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور وہ پانی اس کی پچھلی جانب سے اس کے سر اور پشت پر ڈالنے لگا، پھر اس پیالے کو اس کے پیچھے اوندھا کرنے لگا، پس جب وہ سارا پانی سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ پر ڈال چکا تو وہ اٹھ کر لوگوں کے ساتھ اس طرح چلنے لگے گویا ان کو کوئی تکلیف نہ تھی۔

چنانچہ جمہور علماء کرام اس بات کے قائل ہیں کہ نظر کا لگنا درست اور ثابت ہے، ان کے اس موقف کی دلیل مذکورہ احادیث، مشاہدہ اور امر واقع ہے۔

رہی وہ حدیث جو تم نے (اے سائل!) ذکر کی ہے: « ثُلُثُ مَا فِي الْقُبُوْرِ مِنَ الْعَيْنِ» ''قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کا ایک تہائی حصہ نظر لگنے کی وجہ سے فوت ہوا۔'' ہم اس کی صحت کا علم نہیں رکھتے، اس کے بجائے جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَكْثَرُ مَنْ يَّمُوْتُ مِنْ أُمَّتِي بَعْدَ قَضَاءِ اللّٰهِ وَقَدَرِهِ بِالْأَنْفُسِ»[1]

---

[1] مسند طیالسی، رقم الحدیث [1760]

''اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کے بعد میری امت کے اکثر لوگ وہ ہیں جو نظروں کی وجہ سے فوت ہوتے ہیں۔''

ہر مسلمان پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ اللہ پر قوی اور پختہ ایمان لا کر اپنے آپ کو شیاطین، سرکش جنوں اور انسانوں سے محفوظ رکھے۔ نیز وہ ان سے بچاؤ کی خاطر اللہ پر کامل اعتماد اور بھروسا رکھے، اس کا سہارا پکڑتے ہوئے اس کے سامنے عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرے، مسنون تعوذات (وہ مسنون دعائیں وغیرہ جن کے ذریعے سے پناہ پکڑی جاتی ہے) پڑھے، معوذتین (سورت فلق و ناس)، سورت اخلاص، سورۃ الفاتحہ اور آیۃ الکرسی کثرت سے تلاوت کرے۔ پناہ طلب کرنے والی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

«أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ»

''میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں جو چیز اس نے پیدا کی ہے۔''

نیز ایک دعا یہ ہے:

«أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مَنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ، وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ»[1]

''میں اللہ کے تمام و مکمل کلمات کے ذریعے سے اس کے غضب، عذاب، اس کے بندوں کے شر، شیطانوں کے وسوسوں اور ان کی اپنے پاس حاضری سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔''

مزید یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کثرت سے پڑھتا رہے:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3893]

﴿ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ [التوبة: 129]

''مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔''

اور اسی طرح کے دیگر شرعی اذکار اور مسنون دعائیں پڑھا کرے۔ اس جواب کے شروع میں علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کا جو کلام پیش کیا گیا ہے، یہ کلام بھی اس کے معنی و مفہوم ہی میں ہے۔

اور جب کسی شخص کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اسے نظر لگ گئی ہے یا اس کے متعلق کسی کی نظر لگنے کا شک ہو تو اس نظر لگانے والے کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے بھائی کے لیے غسل کرے، چنانچہ اس کے لیے اسے ایک پانی بھرا برتن دیا جائے تو وہ اس میں اپنی ہتھیلی داخل کر کے پانی لے کر کلی کرے، پھر پیالے میں وہ پانی کلی کر دے۔ اسی پیالے سے اپنا چہرہ دھوئے، پھر اپنا بایاں ہاتھ پانی میں داخل کرے اور اپنے دائیں گھٹنے پر یوں پانی بہائے کہ وہ پانی مذکورہ پیالے میں گرے، پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی میں داخل کرے اور اپنے بائیں گھٹنے پر پانی ڈالے، پھر اپنا ازار دھوئے، پھر وہ پانی اس شخص کے پیچھے سے اس کے سر پر یکبارگی سے ڈالا جائے، جس کو نظر لگی ہو تو وہ اللہ کے اذن و حکم سے شفایاب ہو جائے گا۔ (اللجنة الدائمة: 6387)

334- حسد کا مطلب و مفہوم

حسد کا مطلب ہے اس نعمت کے زوال اور خاتمے کی خواہش کرنا جو اللہ

تعالیٰ نے اس شخص پر انعام کی ہے جس سے حسد کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حاسد کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے جب وہ حسد کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ [الفلق: 1 تا 5]

''تو کہہ میں مخلوق کے رب کی پناہ پکڑتا ہوں۔ اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔''

اور ﴿اِذَا حَسَدَ﴾ کا معنی ہے کہ جب وہ اپنے دل میں موجود حسد کا اظہار کرے اور اس کے مقتضا کے مطابق عمل کرے اور اسے اس کا حسد محسود پر شر اور برائی تھوپنے پر ابھارے۔ (اللجنة الدائمة: 20963)

335- حسد کے درجات

حسد کے کئی درجات ہیں:

1. انسان اپنے مسلمان بھائی سے نعمت کے زوال اور خاتمے کی خواہش کرے، اگرچہ وہ نعمت اس کی طرف منتقل نہ ہو، بلکہ وہ اپنے علاوہ دوسرے پر اللہ کے انعام کو ناپسند کرے اور اس پر تکلیف محسوس کرے۔
2. وہ اپنے سوا دوسرے سے زوال کو پسند کرے، اس لیے کہ وہ خود اس نعمت

کے حصول کی رغبت رکھتا ہو اور اس بات کی آرزو کرے کہ وہ نعمت اس سے زوال پذیر ہو کر اس کی طرف منتقل ہو جائے۔

③ وہ اپنے لیے اس طرح کی نعمت کی تمنا کرے بغیر اس کے کہ وہ دوسرے سے اس نعمت کے زوال اور خاتمے کو پسند کرے، حسد کا یہ درجہ جائز ہے کیونکہ یہ سرے سے حسد ہی نہیں ہے بلکہ اسے رشک کہتے ہیں۔

(اللجنة الدائمة: 20963)

336- کیا کوئی حسد جائز بھی ہے؟

حسد کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے حسد کرے۔ حسد کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو انعامات کیے ہیں، انھیں ناپسند کرنا، مثلاً بندہ ناپسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اس (کسی مخصوص) شخص کو علم یا مال یا بیٹے یا اس جیسی دیگر چیزیں عطا کرے۔ حسد کے لیے یہ شرط نہیں کہ حسد کرنے والا محسود سے زوال نعمت کی تمنا کرے، جیسے کہ اکثر علماء کے ہاں حسد کے بیان میں یہ معروف و مشہور ہے، چنانچہ ان کا یہ کہنا کہ حسد یہ ہے کہ کسی کی نعمت کے زوال و خاتمے کی تمنا کی جائے، صحیح نہیں ہے، بلکہ کسی شخص پر اللہ کے کیے ہوئے انعامات کو محض ناپسند کرنا ہی حسد شمار ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ﴾ [النساء: 55,54]

”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل

سے دیا ہے، تو ہم نے تو آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔ پھر ان میں سے کوئی وہ ہے جو اس پر ایمان لے آیا اور کوئی وہ ہے جو اس سے منہ موڑ گیا۔"

لہٰذا کسی انسان کے لیے اپنے کسی بھائی سے حسد کرنا جائز نہیں ہے۔

رہا سائل کا یہ سوال کہ کون سا حسد جائز ہے؟ تو گزارش یہ ہے کہ کسی قسم کا حسد جائز نہیں ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کا اشارہ آپ ﷺ کے اس فرمان کی طرف ہے:

«لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ» [1]

"صرف دو چیزوں میں حسد (جائز) ہے۔"

جبکہ اہلِ علم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حسد کا معنی رشک ہے، یعنی کوئی شخص کسی کے ساتھ اشیاءِ دنیا میں سے کسی چیز پر رشک نہ کرے، رشک کے قابل تو صرف وہ شخص ہے جسے اللہ نے علم عطا کر رکھا ہے یا اسے مال سے نوازا ہوا ہے تو وہ خود بھی فائدہ حاصل کر رہا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا رہا ہے۔

(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1424)

337- حسد کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے

حسد کرنے والا تین اعتبار سے اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے:

1. وہ حسد کر کے گناہوں کا ڈھیر جمع کرتا ہے، کیونکہ حسد کرنا حرام ہے۔
2. وہ اللہ کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، کیونکہ حقیقت میں حسد انسان کے اللہ کی طرف سے اپنے بندے پر کیے گئے انعام کو ناپسند

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [73] صحيح مسلم [8150/266]

کرنے اور اللہ پر اس کے فعل کے متعلق اعتراض کرنے کے مترادف ہے۔

③ حسد کرنے والا کثرتِ غم اور کثرتِ فکر سے اپنے دل کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 20963)

338- دل میں حسد رکھنے والے کا علاج

حسد ایک لا علاج بیماری ہے جو ایسے غلط کار نفسوں کو لاحق ہوتی ہے جو دوسروں کا بھلا نہیں چاہتے۔ وہ صرف اپنی خیر و بھلائی کے خواہاں ہوتے ہیں، پھر جب وہ کسی کو خیر و بھلائی سے مالا مال دیکھتے ہیں تو اسے ناپسند کرتے ہیں، اگرچہ وہ اس نعمت کے اس سے زوال کے خواہش مند نہ ہوں، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ جب دلوں میں یہ مرض پیدا ہو جائے تو مندرجہ ذیل طریقوں سے اس کا علاج کیا جائے:

① اس بات سے آگہی حاصل کی جائے کہ جس کسی کو کوئی نعمت حاصل ہوئی ہے وہ اللہ کے فضل کا حصہ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾

[النساء: 54]

”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔“

اور کسی کو فضل و انعام سے نوازنا اللہ کا فعل ہے، جبکہ حسد کا مطلب ہے اللہ کی تقدیر سے ناراضی کا اظہار کرنا۔ جب مومن یہ جان لے تو عنقریب وہ اس بدخصلت سے باز آجائے گا۔

② یہ جان لیا جائے کہ حسد کے نتیجے میں گناہوں کی کثرت اور نیکیوں کی

بربادی کے سوا کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے، اسی لیے ہم کہتے ہیں: حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

3. اس بات سے آگاہ رہا جائے کہ حسد تو صرف حاسد کے غم و فکر ہی میں اضافہ کرتا ہے، اور جیسے جیسے اللہ اپنے بندوں پر انعامات کی بارش کرتا ہے، ویسے ویسے اس حاسد کی حسرت و تکلیف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

4. یہ جان لیا جائے کہ حاسد کا حسد محسود سے اللہ کے فضل کو نہیں روکے گا، پس حاسد کو آگاہ رہنا چاہیے کہ اس کے حسد کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔

5. حاسد اس بات سے بھی آگاہ رہے کہ جب وہ حسد کر رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے خاص مصالح سے بھی غافل ہو کر حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے، چنانچہ تم دیکھو گے کہ حاسد محسود کے متعلق معلومات اور اس کی مخفی باتوں، اور اس کے مال یا اولاد یا علم یا کوئی اور خیر و بھلائی کی جاسوسی میں لگا رہتا ہے (اور اپنی مصلحتوں سے غافل ہو جاتا ہے)۔

تھوڑے سے غور و فکر سے تمھیں معلوم ہوگا کہ مذکورہ طریقوں کے علاوہ کچھ مزید ایسے طریق ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر حسد سے بچا جا سکتا ہے۔

(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1425)

339- جادو اور نظر لگنے کے درمیان فرق

لغوی لحاظ سے جادو اس چیز کو کہتے ہیں جس کا سبب لطیف اور مخفی ہو، جبکہ اصطلاح میں جادو ان تعویذ گنڈوں اور دم جھاڑوں کا نام ہے جو دلوں اور جسموں پر اثر انداز ہوتے ہیں، پھر وہ دل اور بدن بیمار ہو جاتے ہیں، (بعض اوقات) موت واقع ہو جاتی ہے۔ نیز ان (تعویذات اور منتروں) کے ذریعے

سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالی جاتی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [البقرة: 102]

''پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔''

رہا نظر کا لگنا تو اس کے لیے عربی زبان میں لفظ ''عین'' استعمال ہوتا ہے جو ''عَانَ يَعِيْنُ'' سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی سے جلتے ہوئے اسے نظر لگا دے۔ نظر کا لگ جانا برحق ہے، جیسے صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا))

''نظر کا لگ جانا برحق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو وہ نظر ہی ہوتی۔ جب تم (نظر لگانے والوں) سے غسل کرنا طلب کیا جائے تو غسل کرو۔''

نظر لگانے کا حکم یہ ہے کہ جادو کی طرح یہ بھی حرام ہے، رہا نظر لگانے والے کے علاج کا سوال تو وہ جب کسی ایسی چیز کو دیکھے جو اسے پسند آئے تو وہ اللہ کا ذکر کرے اور اس چیز کے مالک کے حق میں برکت کی دعا کرے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

((عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ! هَلَّا إِذَا رَأَيْتَ مَا يُعْجِبُكَ بَرَّكْتَ؟))

”تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کیوں کرتا ہے! تونے جب ایک ایسی چیز دیکھی جس نے تجھے خوش کیا تو تم نے اس کے لیے برکت کی دعا کرتے ہوئے اس کو مبارک باد کیوں نہ دی۔“

چنانچہ وہ شخص جس کی نظر لگ جاتی ہو، وہ کسی پسندیدہ چیز کو دیکھ کر پڑھے:

”مَا شَاءَ اللّٰهُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ [1]

”جو اللہ نے چاہا (کسی کو عطا کیا) اللہ کے بغیر نہ (کسی چیز سے) بچنے کی طاقت اور نہ (کچھ کرنے کی) قوت ہے۔“

نیز وہ اس چیز کے مالک شخص کے حق میں برکت کی دعا کرے: (”بَارَكَ اللّٰهُ“ وغیرہ الفاظ پڑھے) رہا وہ شخص جسے نظر لگائی گئی ہے تو وہ اللہ پر ایمان، اس پر توکل و بھروسے، تلاوت قرآن اور مسنون اذکار اور دعائیں پڑھ کر اپنی حفاظت کیا کرے، اور جب معیون (جسے نظر لگ گئی ہے) کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص نے اسے نظر لگائی ہے، تو اس کے لیے مشروع اور جائز ہے کہ معیون اس سے مطالبہ کرے کہ وہ اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ اور اپنے ازار کا اندرونی حصہ دھوئے اور وہ پانی ایک برتن میں ڈال دے، پھر وہ شخص جسے نظر لگائی گئی ہے، اس پانی سے غسل کر لے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا » [2]

”جب تم (نظر لگانے والوں) سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کرو۔“ (اللجنة الدائمة: 6366)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4251] صحيح مسلم [2704/440]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5738] صحيح مسلم [2195/56]

340- کیا نظر لگنے کی وجہ سے فوت ہونے والے کو کوئی فضیلت یا زائد اجر ملے گا؟

میں نہیں جانتا کہ اسے کوئی زائد اجر یا فضیلت حاصل ہوگی، کیونکہ نظر کا لگنا ان امور سے ہے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے، مگر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ نظر لگنے سے موت کا واقع ہونا، ڈوب کر یا جل کر مرنے کی طرح ہے، اس مشابہت کی وجہ سے اس کے لیے خیر و بھلائی کی توقع اور امید کی جا سکتی ہے، رہا اس کے متعلق قطعی فیصلہ دینا تو ہم اس کے ساتھ قطعی فیصلہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 293)

341- حسد کے ڈر سے کار کو دم کرنے کا حکم

اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جس طرح حیوانات اور جانوروں کو نظر لگ جاتی ہے، اسی طرح کارخانوں اور فیکٹریوں، گھروں، درختوں، مصنوعات، کاروں، درندوں وغیرہ کو بھی نظر لگ جاتی ہے۔

رہا نظر اتارنے کا طریقہ علاج تو وہ کچھ یوں ہے کہ نظر لگانے والا وضو یا غسل کرے اور اپنے وضو یا غسل یا اپنے اعضاء میں سے کسی ایک عضو کو دھونے سے حاصل ہونے والا مستعمل پانی جانور پر ڈالے، اسی طرح کار پر اور ایسے ہی جس چیز کو بھی نظر لگی ہو، اس پر نظر لگانے والے کے وضو اور غسل وغیرہ کا پانی ڈالا جائے۔ کار کے ریڈی ایڈ کے پائپ میں یہ پانی ڈالنا اللہ العالمین کے حکم سے مفید ثابت ہوگا۔ اس طرح کی نظر اتارنے کا یہ علاج ہے جس کی دلیل نبی

اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا))

''جب تم (نظر لگانے والوں) سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کرو۔''

اس طرح کے نظر اتارنے کے کامیاب واقعات اور قصے مشہور و معروف ہیں۔ واللہ اعلم (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1399)

342- نظر لگانے والے کا علم ہونے پر اس سے غسل کا مطالبہ کرنے کا حکم

جب کسی نظر لگانے والے کا علم ہو جائے اور تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ وہی ہے جس نے معین (جس کو نظر لگائی گئی) کو نظر لگائی ہے تو اس سے اپنے ہاتھوں یا جسم کا کوئی حصہ دھونے کا مطالبہ کیا جائے گا، تاکہ وہ پانی معین پر ڈالا جائے یا اسے وہ پانی پلایا جائے، اسی طرح جب عائن (نظر لگانے والے) کو خود یہ علم ہو جائے کہ اس نے فلاں شخص کو نظر لگا دی ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان الفاظ کے ساتھ معین کے حق میں برکت کی دعا کرے:

''مَا شَاءَ اللّٰه لا قوة إلا باللّٰه''

''جو اللہ نے چاہا (اس معین کو عطا کیا) نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی قدرت اللہ کے سوا نہیں ہے۔''

کسی کو نظر لگانے کے بعد اس پر واجب ہے کہ وہ مذکورہ الفاظ پڑھ کر معین کو دم کرے یا اپنے جسم کے کسی حصے کو دھو کر وہ پانی اس پر ڈالے۔

اور جب اس سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو اس کے لیے اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے، خواہ اس کی کسی کہی ہوئی بات کی بنیاد پر اس کو مورد الزام ٹھہرایا جائے یا یہ یقین ہو کہ یہی وہ شخص ہے جس نے معین کو نظر لگائی ہے۔

عائن کے لیے اس مطالبے پر غضبناک ہونا جائز نہیں ہے، اگرچہ اسے یہ معلوم ہے کہ اس کی نظر نہیں لگتی ہے، کیونکہ بعض اوقات نظر عائن سے سبقت کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتی ہے اور اکثر ایسے بھی ہوتا ہے کہ عائن کے ارادے کے بغیر ہی نظر لگ جاتی ہے، حتی کہ اس کی اولاد کو اس کی نظر لگ جاتی ہے یا اس کے مال ہی کو نظر لگ جاتی ہے، پھر وہ اس کلمے کے بولنے پر، جس کی وجہ سے نظر لگی ہو، شرمندہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1399)

343- جب کسی شخص کو کوئی کھانا کھاتے ہوئے دیکھے تو اس کا (نظر لگنے کے ڈر سے) کھانے کا ٹکڑا اور لقمہ پھینکنے کا حکم

یہ ایک غلط خیال ہے اور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے خلاف ہے:

«إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ مَا بِهَا مِنَ الْأَذىٰ وَلْيَأْكُلْهَا»[1]

”جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر پڑے تو وہ اس کی آلائش دور کر کے اسے تناول کر لے۔“ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 216)

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3845]

344- نظر اتارنے کے لیے کیمیائی نمک، گھاس پھوس اور پتوں کی دھونی دینے کا حکم

مذکورہ طریقے سے نظر کا علاج کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نظر کا یہ علاج معمول کے اسباب میں سے نہیں ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مذکورہ دھونی کے ذریعے سے جن شیاطین کی رضا و خوشنودی حاصل کی جاتی ہے اور شفایابی کے لیے ان سے مدد طلب کی جاتی ہے، چنانچہ نظر کا علاج صرف شرعی اور مسنون دم کے ذریعے سے اور اس طرح کے دیگر طریقوں کے ذریعے سے کیا جائے جو طریقے صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 4393)

345- ایک عجیب وغریب اعتقاد

سوال ہمارے بعض یمنی قبائل میں یہ رسم پائی جاتی ہے کہ جب عورت کی عمر دراز ہوجاتی ہے اور وہ بڑھیا بن جاتی ہے تو لوگ یہ اعتقاد بنا لیتے ہیں کہ جب یہ عورت کسی جوان لڑکے یا لڑکی یا بچے، خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث کو دیکھے گی تو اس کی روح قبض ہوجائے گی اور جب وہ چاہے گی اس کو نئے سرے سے زندہ کر دے گی۔ کیا کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ یا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے اس اعتقاد کی کوئی سند اور دلیل ملتی ہے؟ واضح رہے کہ جس عورت پر اس قسم کا الزام ہوتا ہے، اس کا بیٹا یا جو بھی اس کی کفالت کر رہا ہوتا ہے، اسے اپنے گھر سے نکال دیتا ہے اور اسے تپتی دھوپ میں پھینک دیا جاتا ہے۔

نیز ان کے ہاں ایک آدمی ہے، جس کے پاس اس طرح کی عمر رسیدہ

اور بڑھیا عورتوں کو لے کر جاتے ہیں، وہ جس کے متعلق چاہتا ہے، فیصلہ دیتا ہے کہ تم اس عورت سے بے تعلقی اختیار کر لو اور جس کے متعلق چاہتا ہے یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اسے اپنی ذمہ داری اور کفالت میں رکھو۔

جواب تم نے جس عورت اور مرد کا اور ان کے جس فعل کا سوال میں ذکر کیا ہے ہم تو ان کے متعلق شریعت مطہرہ میں کوئی اصل اور بنیاد نہیں جانتے ہیں اور نہ سرے سے یہ اعتقاد رکھنا جائز ہے کہ یوں کسی کے دیکھنے سے موت واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ موت و حیات تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس کے علاوہ کوئی غیب کا علم بھی نہیں رکھتا (کہ وہ مذکورہ شخص کی طرح یوں فیصلہ دیا کرے) کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ [النمل: 65]

”کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

اور اگر مذکورہ انداز میں کوئی اثر ظاہر ہوتا بھی ہے تو یہ جادو کی قسموں میں سے ایک قسم ہے جس کے ذریعے سے انسان کی آنکھ پر اس طرح کا وہم اور خیال ڈالا جاتا ہے تو اسے اجسام اور وجود اس کے برخلاف نظر آنے لگتے ہیں، جیسے کہ وہ حقیقت میں ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے اجماع کی بنا پر مذکورہ عمل حرام ہے اور اس طرح کی چیزوں کا اقرار اور تصدیق کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کا انکار کرنا اور اس سے پرہیز کرنا واجب اور ضروری ہے، کیونکہ وہ ایسے محرمات میں سے ہے جو کفر کی حد تک لے جانے والے ہیں اور وہ فرعون کے جادوگروں جیسا جادو ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3384)

346- حاسد کی نظر کے خوف سے لکڑی کو "دَقَّ الْخَشَبُ" (لکڑی باریک ہوگئی) کہہ کر کھودنے کا حکم

یہ ایک منکر عمل اور غلط اعتقاد ہے، لہٰذا ایسا کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ کسی نعمت کے حاصل ہونے یا اس نعمت کے برعکس چیز سے بچ جانے پر مشروع یہ ہے کہ اللہ کا شکر ادا کیا جائے، اس کی ثنا وتعریف کی جائے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے نعمت کے مکمل ہونے اور اس کا شکریہ بجا لانے پر نصرت و مدد کا سوال کیا جائے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عظیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ [إبراهيم: 7]

"اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہہ میرا عذاب یقیناً بہت سخت ہے۔"

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾

[البقرة: 152]

"سو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔" (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 424/8)

347- نظر زدہ شخص کا شرعی اور مسنون دم کے ذریعے سے علاج کیا جائے

نظر زدہ شخص کے علاج کے سلسلے میں مشروع یہ ہے کہ کسی ایسے ثقہ مرد

سے شرعی دم کروایا جائے، جو شرعی اور مسنون دم کرنے میں معروف ہو یا انہی صفات کی حامل عورت سے دم کروایا جائے، لیکن اگر دم کرنے والا مرد ہو تو اس کے لیے اس عورت سے تنہائی اختیار کرنا جائز نہیں، جسے وہ دم کرنے جا رہا ہے، بلکہ ضروری ہے کہ ان کے پاس کوئی تیسرا شخص ہو جس سے خلوت کا ازالہ ہو جائے۔

اگر نظر لگانے والے کا علم ہو جائے تو مشروع یہ ہے کہ اس سے غسل کا مطالبہ کیا جائے جس پر وہ اپنا چہرہ اور اپنی دونوں ہتھیلیاں دھو کر مستعمل پانی ایک برتن میں ڈالے، پھر اس پانی سے معین (جسے نظر لگائی گئی ہے) غسل کرے، کیونکہ نظر لگانے والے کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا»

”جب تم (نظر لگانے والوں) سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کرو۔“ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 8/155)

348- نظر بد اور توکل

حدیث میں آیا ہے:

«اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا»

”نظر کا لگنا برحق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو وہ نظر ہی ہوتی اور جب تم (نظر لگانے والوں) سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کرو۔“

نظر سے مراد وہ انسانی نظر ہے جو چیزوں کو لگا کر انھیں خراب اور ضائع

تک کر دیتی ہے، مگر یہ خرابی اللہ کے حکم اور تقدیر کے بغیر واقع نہیں ہوتی۔
جہاں تک نظر لگنے کی کیفیت کا تعلق ہے تو اللہ ہی اس کیفیت کو جانتا ہے۔ ہاں! اتنا کہا جا سکتا ہے کہ لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا نفس شریر ہوتا ہے اور کسی کی بات کان لگا کر سننے پر اس سے ایک ضرر رساں زہریلہ مواد اٹھتا ہے اور معین (جس کو نظر لگائی گئی ہو) میں پیوست ہو جاتا ہے تو اللہ کے حکم سے کچھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، مثلاً معین کا درد اور تکلیف وغیرہ محسوس کرنا۔
اس لیے تم پر (اے مخاطب!) واجب ہے کہ تم احتیاط کرو اور ایسے اسباب اور حفاظتی تدابیر اختیار کرو جن کے ذریعے سے تم اس کے شر سے محفوظ رہ سکو۔
ان اسباب اور حفاظتی تدابیر میں سے ایک یہ ہے: اللہ کی پناہ طلب کرنا۔
چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیتے تھے:

"أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ شَرِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ"[1]

"میں تم دونوں کو ہر شیطان اور زہریلے جانور سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ دیتا ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی آنکھ سے اللہ کی پناہ پکڑا کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر کا دم کرتے ہوئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ»[2]

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [3371]
2. صحيح مسلم [2186/40]

''اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہو، ہر نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے اللہ تمھیں شفا عطا کرے، اللہ کے نام سے میں تمھیں دم کرتا ہوں۔''

پس نظر زدہ انسان پر واجب ہے کہ نظر لگنے پر اس کا علاج معالجہ کروانے کے ساتھ ساتھ مذکورہ دعائیں پڑھے اور وہ اسباب اختیار کرے جو اسے نظر لگنے سے محفوظ رکھیں، اسی طرح جب نظر زدہ شخص کسی انسان پر الزام عائد کرے کہ اس نے نظر لگائی ہے تو وہ اس سے مطالبہ کرے کہ وہ اسے اپنا کپڑا وغیرہ دھو کر مستعمل پانی عطا کرے، کیونکہ حدیث میں آپ ﷺ کا یہ حکم موجود ہے:

((وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا))

''جب تم (نظر لگانے والوں) سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کرو۔'' (ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1404)

دلوں کی بیماریاں اور ان کا علاج

1. سنگ دلی کا علاج۔
2. ریاکاری اور دکھلاوا۔
3. گالی گلوچ اور لعن طعن۔
4. استہزاء و مذاق۔
5. بدگمانی۔
6. خود پسندی۔
7. غصہ اور ناراضی۔
8. غیبت اور چغلی۔
9. بڑائی اور تکبر۔
10. جھوٹ۔
11. اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی۔

سنگدلی کا علاج

349- سنگدلی اور اس کا علاج

گناہ، نافرمانیاں، کثرتِ غفلت اور غافل و فاسق لوگوں کی صحبت جیسی یہ تمام خصلتیں سنگدلی کے اسباب میں شامل ہیں، جبکہ دلوں کی نرمی، صفائی اور طمانیت کے اسباب میں سے اللہ جل و علا کی اطاعت بجا لانا، اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور استغفار کر کے اپنا وقت بچانا ہے۔ جس شخص نے بھی اللہ کا ذکر، تلاوت قرآن، اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کر کے، غافل اور برے لوگوں کی صحبت سے دور رہ کر اپنے وقت کو بچایا اور اس کی حفاظت کی، اس کا دل پاکیزہ اور نرم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد: 28]

”وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔“

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 244/5)

350- ایمانی کمزوری کے چند علاج

سوال میں ایک پابند شریعت نوجوان ہوں لیکن زمانہ حال کے قریب

میں نے نوٹ کیا ہے کہ میرا ایمان کمزور ہو چکا ہے، کیونکہ میں بعض نافرمانیوں کا ارتکاب کرنے لگا ہوں، جیسے نماز ضائع کرنا اور لیٹ کر کے پڑھنا، بیہودہ باتوں کو سننا اور دنیا کی لذتوں میں مگن رہنا وغیرہ۔ میں نے اپنے نفس کو ان نافرمانیوں سے بچانے کی کوشش کی ہے، مگر میں اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ کیا آپ جناب ایسے سیدھے راستے کی طرف میری راہنمائی کر سکتے ہیں جس کے ساتھ میں اپنے برائی کا حکم دینے والے نفس کے شر سے نجات پا سکوں؟

جواب ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی اور تمھاری ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔

ضعفِ ایمانی سے بچنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن اور اس کے معانی پر غور و تدبر کا شوق رکھنا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [یونس: 57]

''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔''

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے نبی اکرم ﷺ کی سنت اور سیرت کی طرف رجوع کرنا اور اس کا مطالعہ کرنا، یقیناً سیرت و سنت نبویہ اس شخص کے لیے راہنمائی کرنے والا نور اور روشنی ہے جو شخص اللہ عزوجل تک پہنچنا چاہتا ہے۔

تیسرا یہ کہ اہلِ اصلاح اور تقویٰ شعار علماء ربانیین اور متقی دوستوں کی صحبت اختیار کرنے کی حرص کرنا۔

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ حتی الامکان برے ہم نشینوں کی صحبت سے دور رہنا، جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَثَلُ الجَلِيسِ السُّوءِ كَنَافِخِ الكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً»

''برا جانشین، بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے جو یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔''

پانچواں طریقہ یہ ہے کہ تمھارے اندر (ضعفِ ایمان کی) جو یہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے، اس پر تم اپنے نفس کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے اسے واپس لانے کی کوشش کرو اور یہ کام اس وقت تک جاری رکھو جب تک تمھارا نفس پہلی (ایمان کی مضبوطی والی) حالت پر نہیں آ جاتا۔

چھٹا طریقہ یہ ہے کہ تم جو بھی نیک عمل بجا لاؤ، اس پر خود پسندی کرتے ہوئے تکبر نہ کیا کرو، کیونکہ خود پسندی اور تکبر عمل کو ضائع کر دیتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾
[الحجرات: 17]

''وہ تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کے لیے ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔''

اس کے بجائے اپنے نیک اعمال کو اس نظر سے دیکھو کہ تم سے اعمال

میں ہمیشہ کوتاہی ہوتی ہے، تاکہ تمھارا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق اچھا گمان ہو اور تم استغفار کرتے رہو اور اللہ عزوجل سے توبہ کرتے ہوئے اپنی کوتاہی پر معافی کی درخواست پیش کرتے رہو، کیونکہ جب انسان اپنے اعمال کو بنظرِ استحسان دیکھے گا اور اپنے نفس کا رب تعالیٰ پر حق سمجھے گا تو یہ بڑا خطرناک معاملہ ہے، اس سے اعمال برباد اور ضائع ہوجاتے ہیں۔

(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1689)

350- اس شخص کا علاج جس کی ایمانی حالت کچھ اس طرح بدل گئی ہو کہ اسے ایمان کی حلاوت وشیرینی محسوس نہ ہو

سوال اللہ عزوجل نے اپنی حکمت کے ساتھ جو بیماری بھی پیدا کی ہے، اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے، حتی کہ اس نے معنوی اور نفسیاتی امور کا علاج بھی پیدا کیا ہے۔ ذرا وضاحت کر دیجیے کہ نفسیاتی امراض کا کیا علاج ہے؟

جواب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دلوں میں ان خیالات اور وسوسوں کے پیدا ہونے کی شکایت کی جن کے متعلق وہ یہ تو پسند کرتے ہیں کہ وہ زمین و آسمان سے نکل کر کہیں چلے جائیں، مگر ان وسوسوں کا زبان سے اظہار کرنا انھیں گوارا نہیں ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ اس طرح کے خیالات سے رک جائیں اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ

كَذَا؟ حَتّٰى يَقُولَ: مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَ ذٰلِكَ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ» [1]

''تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آ کر سوال کرتے ہوئے کہتا ہے: فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا ہے؟ فلاں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ حتی کہ وہ کہتا ہے: تمھارے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جب وہ اس حد تک پہنچ جائے تو وہ اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس خیال (باطل) سے باز آ جائے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«فَإِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ»

''جب تم میں سے کوئی شخص (اپنے رب کے متعلق) اس طرح کا خیال محسوس کرے تو وہ اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس (خیال باطل) سے باز آ جائے۔''

یعنی وہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور ان وسوسوں سے کلی طور پر کفارہ کشی اختیار کرے، اور اس طرح کے خیالات جیسے اللہ خالق عز و جل کے متعلق پیدا ہوتے ہیں، ایسے ہی عبادات میں اس طرح کے وسوسے اور خیالات پیدا ہوتے ہیں، انسان نماز پڑھنے کے لیے آتا ہے اور مکمل وضو کرتا ہے، پھر شیطان اسے کہتا ہے: تیرا تو وضو ہی مکمل نہیں ہوا۔ وہ پھر جاتا ہے اور وضو کرتا ہے۔ شیطان پھر اسے وہم ڈالتا ہے کہ تیرا وضو کامل نہیں ہوا۔ وہ پھر جاتا ہے اور وضو کرتا ہے اور اسی چکر میں پڑا رہتا ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7236] صحيح مسلم [134/214]

ان تمام وسوسوں کا علاج ان وسوسوں کے پیدا ہونے پر شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرنا، اور اس طرح کے خیالات سوچنے اور ذہن میں لانے سے باز آ جانا ہے۔ جب تم پہلی مرتبہ وضو کر لو تو اگرچہ تمھارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا رہے کہ تم نے وضو مکمل نہیں کیا، مگر تم اپنے آپ کو یہی کہو: یہی وضو درست ہے۔ دوبارہ وضو نہ لوٹاؤ، اور اس کے متعلق کسی وہم کا شکار نہ بنو۔

تب ہم اپنے اس (سائل) بھائی سے کہیں گے، جسے اللہ نے ایمان کی ہدایت عطا فرمائی اور اس نے ایمان کی حلاوت اور شیرنی کو چکھا اور اس کا ایمان بڑھنے لگا، پھر اس کے دل میں اس طرح کے وسوسے پیدا ہونے لگے، ہم اسے کہیں گے: خوش ہو جاؤ! یہ تو صریح ایمان ہے، شیطان تمھارے پاس یہ وسوسے لے کر اسی لیے آتا ہے تاکہ وہ تمھیں ایمان سے روک دے، لہٰذا تم اللہ کی پناہ طلب کرو اور ان وسوسوں کو ترک کر دو اور اس کے متعلق کسی فکر مندی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا کہ یہودی کہتے ہیں: ہمیں ہماری نماز میں وسوسے پیدا نہیں ہوتے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: (ایمان سے) خالی اور ویران دل میں آ کر شیطان کیا کرے گا؟ یہود و نصاریٰ کے دل ویران اور ایمان سے خالی ہیں، تو کیا شیطان ان کو ویران اور خالی کرنے کے لیے آئے گا؟ (جو پہلے ہی سے ویران اور خالی ہیں) شیطان تو (ایمان کی) قائم اور کھڑی عمارت کو منہدم کرنے اور گرانے آتا ہے، رہی وہ عمارت جو منہدم ہے تو شیطان وہاں نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے جیسے انسان کا اللہ عزوجل پر ایمان بڑھتا ہے، تو شیطان اس طرح کے وسوسوں کے ذریعے سے اس پر تسلط اور غلبہ پانے

کی کوشش کرتا ہے، لہٰذا اس کا علاج یہ ہے کہ ایسا شخص اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس طرح کے وسوسے اور خیالات دل میں پیدا کرنے سے باز آجائے۔

میں کہتا ہوں: جب تمھیں اس طرح کے خیال آتے رہیں اور تم شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہو تو یہ تمھارے لیے ایک خوش کن حالت ہے۔ امکانی حد تک ان خیالات سے کنارہ کشی کرو۔ ان شاء اللہ یہ وسوسے اور خیالات تمھارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1691)

352- شریعت اسلامیہ میں غم کا علاج

اس کا مفید علاج سنتِ نبویہ میں وارد ہونے والی دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے، چنانچہ ان دعاؤں میں سے ایک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مروی وہ حدیث ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَصَابَ عَبْداً هَمٌّ وَلَا حَزَنٌ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، اِبْنُ عَبْدِكَ، اِبْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي، إِلَّا أَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّهُ وَحُزْنَهُ وَأَبْدَلَهُ مَكَانَهُ فَرَحًا))[1]

”جب کسی بندے کو کوئی غم و رنج پہنچے تو وہ یہ دعا پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، اِبْنُ عَبْدِكَ، اِبْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ

[1] مسند أحمد [452/1]

حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي» ''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پر نافذ و جاری ہے۔ میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس خاص نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا نام رکھا ہے یا اپنی کتاب میں اسے نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا اسے علم غیب میں اپنے پاس رکھنے کو ترجیح دی ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کو دور کرنے والا اور میرے رنج کو لے جانے والا بنا دے۔'' تو اللہ تعالیٰ اس کا دکھ اور غم دور کر دے گا اور اس کے بجائے خوشی اور مسرت عنایت فرمائے گا۔''

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ» [1]

''اے اللہ! میں غم اور فکر، عاجزی اور سستی، اور بزدلی اور بخل اور قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2893]

اس کے علاوہ بھی کئی دعائیں ہیں۔ غم و فکر کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا، چنانچہ دل کے غم اور بوجھ ہلکے کرنے میں ذکرِ الٰہی بڑا مؤثر علاج ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ [الرعد: 28]

''سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''

ایک شاعر نے کہا ہے:

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَرْتَاحُ الْقُلُوْبُ
وَدُنْيَانَا بِذِكْرَاهُ تَطِيْبُ

''اللہ کے ذکر کے ساتھ دل آرام پاتے ہیں اور اس کی یاد سے ہماری دنیا بھی پاکیزہ اور اچھی ہو جاتی ہے۔''

غم و فکر کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان لانا، کثرت سے نیک اعمال بجا لانا اور اس کی یہ بات ذہن نشین کر لینا کہ مومن تو اپنے رب تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی رہتا ہے، وہ یہ جانتا ہے کہ جو غم و فکر اسے لاحق ہوا ہے، وہ اس سے کبھی چھوٹ نہیں سکتا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس آزمائش اور امتحان میں بہت بڑی خیر و بھلائی اور بہت زیادہ اجر و ثواب ہے، یقیناً مصائب اور آزمائشوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ گناہ ہلکے کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان اپنے ذہن میں حاضر کرتا ہے:

((مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا غَمٍّ حَتّٰى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا: إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سَيِّئَاتِهِ))[1]

''مسلمان کو جو بھی تھکان، درد، رنج و غم اور ملال پہنچتا ہے حتی کہ اس

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5641]

کو اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

پھر یہ کہ آزمائش میں مبتلا مومن اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسا کرتا ہے، جو وعدہ اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان میں کیا ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ [النحل: 97]

"جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی۔"

پس پاکیزہ زندگی (جس کا اللہ نے مذکورہ آیت میں وعدہ کیا) کے ساتھ غم وفکر دور ہو جاتے ہیں۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایسا حقیقی ایمان لانے والے مومن جس کے ایمان کا ثمرہ اور پھل عمل صالح ہوتا ہے، ان مومنوں کے پاس کچھ اصول اور بنیادیں ایسی ہوتی ہیں، جن کے ساتھ وہ اپنے اوپر آنے والی محبتوں اور خوشیوں کو قبول کرتے ہوئے اور ان پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے حاصل کرتے ہیں، جیسے وہ غم وفکر میں سے جس کا مقابلہ ممکن ہو، اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور جس میں کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس پر صبر کرتے ہیں۔

ایسے ہی غم وفکر کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ آدمی کام دھندوں اور نفع مند علوم حاصل کرنے میں مصروف رہے، جب وہ ان کاموں میں مشغول ہوگا تو وہ غموں اور دکھوں کے بارے میں سوچنا بند کر دے گا، بلکہ انھیں بھول جائے گا۔ اگر اس کا وہ کام جس میں وہ مصروف ہے، عبادت یا مفید علم کا حصول ہے تو اسے ان پر ثواب کی امید رکھنے پر اجر سے بھی نوازا جائے گا اور اگر اس کا وہ کام

دنیاوی کام ہے تو اس میں بھی نیک نیتی کی وجہ سے اسے اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے، نیز اسے ان اسباب سے چھٹکارا مل جاتا ہے جو اس کے دل کو غم وفکر میں مشغول رکھتے ہیں، لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے کاموں کی طرف توجہ دے اور ماضی کو بھول کر موجودہ معاملات کو نپٹائے۔

دلی اطمینان وسکون کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ غم وفکر کا باعث بننے والے اسباب اگر معلوم ہوں تو ان کے ازالے کی سعی وکوشش کرنا، اور وہ اس طرح کہ اس غم وفکر کا سرچشمہ معلوم کر کے اس کا علاج کیا جائے، نیز اپنے بھائیوں اور پیاروں میں سے جو صاحبِ عقل و دانش ہیں، ان سے مشاورت کر کے اس غم وفکر کو ہلکا کرنے کی راہ نکالی جائے، پس اس غم وفکر کے چھٹ جانے یا اس میں تخفیف ہونے پر وہ اپنی زندگی کو سعادت بنائے اور وہ غم وفکر جو واقع ہوا اور اس کا تدارک ممکن نہیں تھا، وہ اس کی طرف سے مطمئن ہو جائے اور اللہ کی قضا وقدر پر راضی ہو جائے، اپنے رب تعالیٰ سے اکثر دعا کیا کرے کہ وہ اس کی آئندہ زندگی میں اسے اس غم وفکر سے محفوظ فرمائے اور اس کا دین، اس کی دنیا اور اس کی آخرت کی اصلاح فرمائے۔ اسے اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت کی توفیق عطا فرمائے اور اسے اس کے نفس اور اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد نہ کر دے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس طریقے سے ہر اس چیز سے محفوظ رہے جو اس کی پُر بہار زندگی کا مزا کرکرا کرتی ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 11/2)

353- ذکرِ الٰہی یا نماز کے وقت خشوع نہ کرنے والے دل کا علاج

جب ذکرِ الٰہی کے وقت یا نماز میں دل خشوع، عاجزی اور انکساری اختیار

نہ کرتا ہوتو اس کا مطلب ہے کہ دل میں کوئی مرض اور بیماری ہے، ایسی صورت میں انسان پر لازم ہے کہ وہ اس بیماری کا علاج یوں کرے کہ اللہ عزوجل کی طرف کثرت سے رجوع کرے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اکثر دعائیں مانگا کرے، سچی نیت کے ساتھ اس کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور جب شیطان اس کے اور اس کے رب تعالیٰ کی عبادت کے درمیان حائل ہونا چاہے تو وہ شیطان مردود سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرے۔ جب وہ اس کام کے لیے اللہ عزوجل کی طرف رغبت کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کے لیے، اس حق کے لیے جو اس نے نازل کیا ہے اور سچے دل اور خلوص نیت سے اللہ عزوجل سے دعا کرنے کے لیے اس کا دل نرم کر دے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ قریب اور مجیب ہیں، اس کی دعا کو قبول کریں گے اور اسے اپنا مطلوب حاصل ہو جائے گا۔

دلی استقامت اور اس کی سلامتی کے بڑے بڑے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا، کیونکہ تلاوتِ قرآن دلوں کو نرم کر دیتی ہے اور ان کی استقامت میں اضافہ کرتی ہے، خصوصاً جب غور وتدبر کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے اور اس شعور کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھے کہ وہ اللہ عزوجل کا کلام پڑھ رہا ہے اور وہ اس طرح قرآن کریم کی تلاوت کرے کہ اس میں جو خبریں آئیں ان کی تصدیق کرے، نیز وہ ایسے تلاوت قرآن کرے کہ وہ اس کے اوامر پر عمل اور اس کی نواہی سے بچنے کا التزام کرے تو امید کی جاتی ہے کہ اس طریقے سے اسے بہت سی خیر و بھلائی حاصل ہوگی۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 13)

354- اطمینانِ قلب اور شرحِ صدر کے لیے بہترین علاج

اس کا مناسب علاج اللہ عزوجل کا کثرت سے ذکر کرنا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ [الرعد: 28]

''سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''

اور ایک علاج یہ ہے کہ انسان امور دنیا کو اہمیت نہ دے اور صرف آخرت کی کامیابی کے متعلق ہی سوچا اور فکر کیا کرے۔ نیز اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ انسان بھلائی اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے والا بنے، خواہ وہ مال خرچ کرے یا منافع خرچ کرے، اور وہ اس طرح کہ اپنے بدن و جسم کو یوں کام میں لگائے کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرے یا اقتدار اور اختیارات خرچ کرے۔ نیکی کے ان تمام کاموں سے اس کا سینہ لازمی طور پر کھل جائے گا، نیز وہ یہ دعا کثرت سے پڑھا کرے:

«رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي»

''اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا معاملہ آسان کر دے۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 14)

355- انسانی نفوس کی انواع و اقسام

قرآن مجید میں نفس کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں: ① نفس امارہ یعنی برائی پر آمادہ کرنے والا نفس۔ ② نفس لوامہ یعنی (گناہ وغیرہ پر) ملامت کرنے والا نفس۔ ③ اور نفس مطمئنہ یعنی (نیکی وغیرہ پر) مطمئن نفس۔

① نفس امارہ بالسوء: وہ نفس ہے جو اپنے صاحب کو ان حرام خواہشات کا حکم دیتا ہے، جن کو وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے، نیز وہ اسے ناجائز اور باطل کا اتباع کرنے کا حکم دیتا ہے۔

② نفس لوامہ: وہ نفس ہے جو اپنے صاحب کو خیر و بھلائی کے چھوٹ جانے پر ملامت کرتا ہے اور اس پر نادم و پشیمان ہوتا ہے۔

③ نفس مطمئنہ: وہ نفس ہے جو اپنے رب تعالیٰ کی طرف سکون پکڑتا ہے، نیز وہ اس کی اطاعت بجا لانے، اس کے حکم کو ماننے اور اس کا ذکر کرنے سے مطمئن ہوتا ہے، اسے اس کے علاوہ دیگر چیزوں سے اطمینان و سکون حاصل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''نفس کا ''مطمئنہ'' ہونا یہ اس کا ایک وصف ہے، جس کے ساتھ اس کی تعریف کی گئی ہے اور اس کا ''امارۃ بالسوء'' ہونا اس کا ایسا وصف ہے جس کے ساتھ اس کی مذمت بیان کی گئی ہے اور اس کا ''لوامہ'' ہونا مدح و ذم میں تقسیم ہے۔''

اور تزکیہ نفس کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا پابند بنایا جائے اور اسے اللہ عزوجل کی نافرمانی اور تمام حرام خواہشات سے روکا جائے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 471/1)

356- اعمال کا ثواب کم کرنے والی چیزوں سے چھٹکارا

شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر اس سے استعانت و مدد مانگنا ان چیزوں سے نجات کا افضل وسیلہ

ہے، نیز انسان اس بات کا التزام کرے کہ وہ ان وسوسوں کی طرف بالکل دھیان نہ دے، جو وسوسے شیطان اس کے دل میں ڈالتا ہے، کیونکہ شیطان وہ وسوسے اس لیے اس کے دل میں پیدا کرتا ہے تا کہ اس کی عبادت و ارادے میں خرابی اور بگاڑ پیدا کر دے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ ان وسوسوں کو پس پشت ڈال دے اور ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ نیت درست کرنے کے لیے بڑی مشکل کا سامنا کرتا ہے، لیکن اگر وہ اس کی درستی پر لگا رہے اور اس پر صبر کا مظاہرہ کرے تو اچھا انجام متقین ہی کے لیے ہے۔

بعض علمائے سلف نے کہا ہے:

"مَا جَاهَدْتُّ نَفْسِي عَلٰى شَيْءٍ مُجَاهَدَتَهَا عَلَى الْإِخْلَاصِ"

"مجھے اخلاص اختیار کرنے پر سب سے زیادہ اپنے نفس سے مجاہدہ اور کش مکش کرنا پڑی۔"

لیکن آخر کار وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہا، تو جب انسان اپنے کام میں لگا رہے، شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اللہ کی اطاعت بجا لانے پر اس سے مدد کا طلبگار بنے، صبر کرے اور مقابلے میں جما رہے تو اللہ تعالیٰ اسے کامیابی سے ہمکنار کریں گے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران: 200]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5)

ریاکاری اور دکھلاوا

357- ریاکاری کی تعریف

ریا کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس لیے نیک عمل کرے کہ لوگ اسے دیکھ کر اس کی مدح وتعریف کریں، چنانچہ یہ ریاکاری اس عمل کو برباد کر دیتی ہے اور سزا کو واجب کر دیتی ہے۔ ریاکاری دل اور نیت میں پیدا ہونے والی ایک چیز ہے، جس کا نام نبی اکرم ﷺ نے ''شرک خفی'' (مخفی شرک) رکھا ہے۔[1]

ریاکاری کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ انسان اس وقت عمل میں بڑی ہی تندہی اور ہوشیاری کا مظاہرہ کرے، جب لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور جب وہ لوگوں کی نظر میں نہ ہو تو سرے سے وہ عمل ہی ترک کر دے۔

وہ شخص جو ریاکاری کے گناہ میں مبتلا ہے، اسے اللہ کے خوف اور ڈر کی نصیحت کی جائے اور اسے یہ یاد دہانی کروائی جائے کہ اس کے دل میں جو (نیت کا کھوٹ وغیرہ) ہے اس سے اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے، نیز اسے یہ یاد دلایا جائے کہ وہ ریاکاری کرنے والوں کو سخت سزا اور عذاب دینے والا ہے اور اس کا ریاکاری والا عمل عبث اور بیکار جائے گا، اسے اس عمل کا کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ جن لوگوں سے مدح اور تعریف کروانے کے لیے اس نے یہ عمل کیا ہے،

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [4204]

عنقریب ایسا ہوگا کہ وہ لوگ اس سے ناراض ہو کر اس کی مذمت کریں گے اور اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 494/1)

358- یہ ریاکاری نہیں ہے

سوال میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ جب کسی شخص کا لوگوں کی یا کسی جماعت کی موجودگی میں ایمان بڑھ کر قوی ہو جائے اور جب وہ تنہا ہو تو اس کا ایمان کمزور ہو جائے تو یہ ریاکاری کی علامت ہے۔ میں فی الحقیقت بعض اوقات نماز پڑھتا ہوں اور بعض اوقات نماز ادا نہیں کرتا، اس سے میرا مقصد ریاکاری ہرگز نہیں ہوتا۔ بس اتنی بات ہے کہ جب میں اپنے بھائیوں کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو میرے اندر ایک ولولہ، جوش اور پھرتی پیدا ہو جاتی ہے اور میں بھی نماز ادا کرتا ہوں (جبکہ اکیلے میں یہ پھرتی نہیں ہوتی) میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب تمھارا یہ عمل ریاکاری شمار نہیں ہوگا، کیونکہ یہ تو اہلِ خیر کی اقتدا کے زمرے میں آتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان جب اہلِ خیر کی صحبت میں ہوتا ہے تو وہ ان کی اقتدا کرتا ہے اور وہ اہلِ خیر نیکی اور عبادت میں اس کے اندر رغبت اور پھرتی پیدا کرنے کی وجہ سے اس پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور جب وہ شخص اکیلا ہوتا ہے تو وہ سستی کا شکار ہو کر عبادت میں تعطل اور وقفہ پیدا کر دیتا ہے، کیونکہ یہ بات تو دیکھی بھالی ہے کہ انسان سستی، تن آسانی اور راحت کی طرف میلان رکھتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ تمھارا اہلِ خیر کی موجودگی میں ہوشیار ہو کر عبادت میں

لگ جانا اور اپنی تنہائی میں سستی کا شکار ہوتے ہوئے عبادت میں تعطل پیدا کرنا، یہ ریاکاری پر دلالت نہیں کرتا ہے، یہ تو صرف بشری نفس کی طبیعت پر دلالت کرتا ہے اور اہلِ خیر کے ساتھ میل ملاپ کے مستحب ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ وہ اہل خیر اپنی نیکی تقوے کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو بھی نیکی کے کاموں میں ہوشیار اور مستعد کر دیتے ہیں۔

رہا دکھلاوا اور ریاکاری تو بلاشبہہ وہ دلوں کے اعمال میں شمار ہوتی ہے، جنھیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہوتا، چنانچہ اگر کوئی بھی عمل بجا لانے میں تمھارا قصد و ارادہ یہ ہو کہ لوگ تمھیں دیکھ کر تمھاری مدح سرائی اور تعریف کریں گے، تو یہ ریاکاری اور دکھلاوا ہے، لیکن اگر اس عمل سے تمھارا قصد و ارادہ اللہ عزوجل کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہو، بس اتنی بات ہو کہ تم نمازیوں، اللہ کا ذکر کرنے والوں اور عبادت گزاروں کی موجودگی میں ولولے اور جوش سے ہوشیار ہو کر عبادت میں لگ جاتے ہو تو یہ ایک اچھی چیز اور قابل اتباع نمونہ ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 495/1)

359- دو رخے آدمی کا حکم

دو رخا آدمی جو ایک آدمی کو ایک چہرے سے ملتا ہے اور دوسرے کو دوسرے چہرے سے ملتا ہے تو۔ العیاذ باللہ۔ یہ لوگوں میں سے بدترین آدمی ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی حدیث میں آیا ہے۔ یہ عمل نفاق کی ایک قسم اور حصہ ہے۔ جب دو رخاپن کسی معاشرے میں عام ہو جائے تو وہ معاشرہ صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے، اس معاشرے کے کسی فرد کو دوسرے پر اعتماد و بھروسا نہیں رہتا، اس کے ساتھ معاشرے میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور وہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس میں غدر اور

دھوکا بہت بڑھ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی حدیث میں ہے:

«اَلَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ»[1]

''(یعنی بدترین ہے وہ شخص) جو کچھ لوگوں کے پاس ایک چہرے اور رخ کے ساتھ آتا ہے اور دوسرے لوگوں کے پاس دوسرے چہرے اور رخ کے ساتھ آتا ہے۔''

لہٰذا بندۂ مسلم پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ اس بدخصلت سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی اس سے بچائے کہ وہ مفاسد اور خرابیاں پیدا نہ ہونے پائیں، جن میں سے کچھ کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1752)

360- حسنِ سلوک کا حکم

سوال بعض حالات میں کسی کے ساتھ حسنِ سلوک کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ہم حقیقت کو بیان نہ کریں تو کیا یہ بھی ایک قسم کا جھوٹ شمار ہوگا؟

جواب اس میں قدرے تفصیل ہے۔ اگر تو کسی کے ساتھ حسنِ سلوک کی وجہ سے حق کے انکار یا باطل کے اثبات جیسی کوئی خرابی لازم آتی ہو تو ایسا حسنِ سلوک جائز ہی نہیں ہے، لیکن اگر اس حسنِ سلوک سے کسی قسم کے باطل کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو، بلکہ وہ کچھ اچھے کلمات بول کر کیا جائے، صرف اس میں اجمال اور اختصار ہو، اس میں کسی کے حق میں ناحق گواہی پائی جاتی ہو اور نہ اس سے کسی کو اس کے حق سے محروم ہی کیا جا رہا ہو، تو میں اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتا ہوں۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 280/8)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3494] صحيح مسلم [2526/199]

گالی گلوچ اور لعن طعن

361- لعن طعن کا مطلب و مفہوم

لعن طعن کا مطلب ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارنا اور دور کرنا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 22)

362- مختلف اشیاء کے دین اور طرزِ عمل کو گالی دینا

سوال ایک آدمی کاغذ پر کچھ لکھتا ہے اور لکھنے کے دوران میں بعض کلمات میں اس سے غلطی ہوجاتی ہے تو وہ پریشان ہوجاتا ہے اور سخت غصے میں مبتلا ہوکر قلم اور کاغذ کے دین اور طرز عمل کو گالیاں دینے لگتا ہے تو کیا قلم یا کاغذ یا پتھر یا درخت یا کرسی یا گلاس یا اس جیسی دیگر اشیاء کے دین و حرکت کو گالی دینا کفر کے زمرے میں آئے گا؟

جواب اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مذکورہ طریقے سے گالی دینا حرام ہے اور اگر کہا جائے کہ قلم اور کاغذ تو دین کو، جو عبادات کا نام ہے، اپنانے اور اختیار کرنے والے نہیں ہیں، تو ہم کہیں گے کہ یہ تو معلوم ہے کہ دین ایک ہے (اور وہ اللہ کا دین اسلام ہے) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے ان قلموں اور دواتوں کو انسانوں کے تابع کیا ہے اور ان چیزوں کا استعمال انسان

کے لیے آسان بنایا ہے، تو خدشہ اس بات کا ہے کہ مذکورہ گالی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے، لہٰذا قلم و کاغذ اور ان کے دین و طرزِ عمل کو گالی دینے والے پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ توبہ اور استغفار کرے اور دوبارہ اس قسم کی حرکت نہ کرے۔ (ابن جبرین: اللؤلؤ المکین: 34)

363- اپنے والدین اور اپنی اولاد کے والدین پر لعن طعن کرنے والی عورت کا حکم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ))

''یقیناً آدمی کا اپنے والدین کو لعن طعن (اور گالی گلوچ) کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''

عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آدمی اپنے والدین پر لعن طعن (اور گالی گلوچ) کیسے کرسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ))[1]

''ایک آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا (اور لعن طعن کرتا) ہے تو جواب میں وہ آدمی اس کے باپ کو اور اس کی ماں کو گالی دیتا (اور لعن طن کرتا) ہے۔''

(تو یوں سمجھو کہ اپنے ماں باپ کو کسی سے گالیاں دلوانے والا اور اس کا باعث بننے والا گویا خود ہی اپنے والدین کو گالی دے رہا ہے۔)

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5141]

لوگوں سے اپنے والدین کو گالی گلوچ اور لعن طعن کروانے کا سبب بننے والے کا یہ حال ہے کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے تو اندازہ کیجیے وہ شخص کتنا بڑا مجرم اور گناہگار ہوگا جو بنفس نفیس اپنے والدین پر لعن طعن کرتا ہے؟ یا سوال میں مذکورہ عورت کے اپنی اولاد کے والدین کو لعنت کرنے کی طرح اپنے آپ پر خود ہی لعن طعن کرتا ہے؟ یقیناً وہ گناہ، اللہ کے غیظ و غضب اور اس کی لعنت کا زیادہ مستحق اور لائق ہے، نیز اس پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثاً وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ»[1]

''اللہ نے لعنت کی ہے جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا، کسی بدعتی کو جگہ دی، اپنے والدین پر لعنت کی اور جس نے زمین کی حدوں کو تبدیل کیا۔''

نیز اس کی دلیل ایک وہ حدیث بھی ہے جسے ام درداء رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے خاوند ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لَعَنَ فَإِنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا وَ إِلَّا رَجَعَتْ إِلٰى قَائِلِهَا»[2]

---

[1] صحيح مسلم [1978/43]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [4905]

”جب بندہ (کسی پر) لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، مگر اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اتر آتی ہے تو زمین کے دروازے بھی اس کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ اِدھر اُدھر دائیں بائیں گھومنے لگتی ہے، پھر اگر اسے گھسنے کی کوئی جگہ نہیں ملتی تو وہ اس شخص کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ اس لعنت کا مستحق ہو، ورنہ وہ لعنت کرنے والے پر واپس آ پڑتی ہے۔“

پس لعن طعن کرنا حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے، چنانچہ ایک مسلمان کا اخلاق یہ ہے کہ وہ لعن طعن کرنے والا ہوتا ہے اور نہ گالی گلوچ کرنے والا، نہ فحش گوئی کرنے والا اور نہ بدزبانی و بد اخلاقی کا مظاہرہ کرنے والا۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ»[1]

”مومن لعن طعن کرنے والا، فحش گوئی کرنے والا اور بیہودہ گوئی و بدزبانی کرنے والا نہیں ہوتا۔“

نیز اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گالی گلوچ کرنے والے، فحش گوئی کرنے والے اور لعن طعن کرنے والے نہیں تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں سے کسی کو ڈانٹنا مقصود ہوتا تو فرماتے:

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [1977]

«مَالَهُ تَرِبَ جَبِينُهُ»[1] ''اسے کیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو!''

(اللجنة الدائمة: 19350)

364- اولاد کو بد دعا دینا

سوال اکثر والدین اولاد کی طرف سے کسی غلطی کے ارتکاب اور ان کی غلط روش پر انھیں بد دعا دیتے ہیں۔ ہم آپ سے امید رکھتے ہیں کہ آپ ان کے لیے مذکورہ مسئلے میں کوئی خصوصی بیان جاری کریں۔

جواب ہم والدین کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اولاد کی صغرسنی میں ان کی کوتاہی سے درگزر کرتے ہوئے چشم پوشی کا مظاہرہ کریں۔ والدین کو اولاد کی طرف سے جس نامناسب کلام یا کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ اس پر صبر کریں، کیونکہ بچوں کی عقلیں ناقص ہوتی ہیں، چنانچہ ان سے قول و فعل میں غلطی کا ارتکاب ہو جاتا ہے، تو جب باپ حلم و بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچے سے درگزر کرے گا اور بچے کو لطف و کرم، نرمی، نصیحت اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم دیتے ہوئے اس کی تربیت کرے گا تو یہ طریقہ بچے کے اطاعت قبول کرنے اور ادب سیکھنے میں زیادہ مؤثر ثابت ہوگا، لیکن بعض والدین اس معاملے میں بہت بڑی غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنی اولاد کو موت و آفات اور مصائب میں مبتلا ہونے کی بد دعا دیتے ہیں۔ وہ اکثر ایسی لمبی چوڑی بد دعائیں دیتے رہتے ہیں، پھر جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو انھیں اس پر افسوس ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے بچوں کو بد دعا دے کر غلطی کی ہے، اور وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ یہ پسند نہیں کرتے کہ غصے میں دی ہوئی ان کی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6031]

بد دعائیں ان کے بچوں کو لگیں، کیونکہ والدین طبعی اور جبلی طور پر شفقت کرنے والے اور مہربان ہوتے ہیں، ان کو تو صرف غصے کی شدت ان بددعاؤں پر آمادہ کرتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی انھیں معاف فرما دیتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾ [یونس: 11]

''اور اگر اللہ لوگوں کو برائی جلدی دے انھیں بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح تو یقیناً ان کی طرف ان کی مدت پوری کر دی جائے۔ تو ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، چھوڑ دیتے ہیں، وہ اپنی سرکشی ہی میں حیران پھرتے ہیں۔''

لہٰذا والدین پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں اور ڈانٹ ڈپٹ اور مار کٹائی ہی سے انھیں ادب سکھائیں (اس کے حق میں بد دعائیں نہ کرنے بیٹھ جایا کریں) یقیناً بچہ تادیب و تعلیم کی بنسبت مار پٹائی سے زیادہ متاثر ہو کر سیدھا ہو جاتا ہے، رہی اس کے حق میں بد دعا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور وہ نہیں سمجھتا کہ اس کے متعلق کیا کہا جا رہا ہے۔ والد کے خلاف تو اس کے نامہ اعمال میں جو کچھ وہ کہتا ہے، لکھا جاتا ہے، مگر بچے کو اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1701)

365- شوہر کا اپنی بیوی کو لعن طعن کرنا

انسان کا اپنی بیوی یا اس کے والدین یا ان کے سوا دیگر لوگوں پر لعن طعن

کرنا حرام ہے۔ جو شخص اس قسم کی لعن طعن کرنے کا مرتکب ہو چکا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے استغفار کرتے ہوئے اس سے توبہ کرے اور اپنے اس کیے پر نادم اور پشیمان ہو اور پھر عزم بالجزم کرے کہ وہ دوبارہ اس جرم کا مرتکب نہیں ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کا گناہ معاف فرما دے، نیز لعنت کرنے والے پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس سے معافی مانگے جس پر اس نے لعن طعن کی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3475)

366- مسلمان کا اپنے بھائی کو کفر یا فسق کا الزام دینا

مسلمان کے حق میں ایسی الزام تراشی جائز نہیں ہے، بلکہ یہ کبیرہ گناہوں کے زمرے میں آتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ))[1]

''مسلمان کو گالی دینا فسق و بدعملی ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔''

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسُقِ أَوِ الْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ))[2]

''جب بھی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فسق یا کفر کا الزام دیتا ہے تو وہ ملزم اگر ایسا نہ ہو تو وہ الزام، الزام لگانے والے پر لوٹ آتا ہے۔''

(اللجنة الدائمة: 7622)

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [48] صحيح مسلم [64/116]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [6045]

367- انسان کا اپنے اوپر لعن طعن کرنا

تمھارا اپنے اوپر یا اپنے علاوہ کسی دوسرے پر لعن طعن کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور بد اخلاقی کا مظاہرہ ہے، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم اللہ کے غضب اور اس کی ناراضی سے بچنے کے لیے آئندہ سے اپنی زبان کو اس سے بچا کر رکھو، اللہ سے توبہ کرو اور تم سے جو یہ جرم سرزد ہوا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی مانگو اور استغفار کرو۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تمھاری توبہ قبول کرے اور تمھیں معاف فرما دے، نیز تم پر لازم ہے کہ تم اس سے معافی مانگو جس پر تم نے لعن طعن کی ہے۔

(اللجنة الدائمة: 7179)

368- شیطان پر لعنت کرنا

جب شیطان نافرمانیوں کے ارتکاب کو انسان کے لیے خوشنما بنا کر اور مزین کر کے پیش کرے اور اس کے دل میں وسوسے پیدا کرے، یا جب انسان کو شیطانی چالبازی اور شیطان کے اولیاء کے مکر و فریب سے کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو تو اس کے لیے مشروع یہ ہے کہ وہ اس مردود کے شر کو روکنے اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑے اور اس اکیلے ہی کی حفاظت طلب کرے، اللہ کا نام لے اور اس کا کثرت سے ذکر کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے شیطان کو دور کر دے اور اس کے مکر و فریب کو رد کر دے اور وہ لعین اپنے آپ میں ذلیل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴾ [الأعراف: 200]

''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے:

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾ [المؤمنون: 98,97]

''اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔''

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پڑھتے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ)) [1]

''میں خوب سننے والے اور خوب جاننے والے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں، شیطان مردود سے، اس کے چوکے سے، اس کی پھونک سے اور اس کی تھوک سے۔''

ایک اور دلیل وہ ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند (مسند احمد) میں ابو تمیمہ رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کیا ہے، وہ اس صحابی سے بیان کرتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھے، وہ صحابی فرماتے ہیں:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [775]

«كُنْتُ رَدِيفَهُ عَلَىٰ حِمَارٍ فَعَثَرَ الْحِمَارُ، فَقُلْتُ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ! فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُلْ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ تَعَاظَمَ فِي نَفْسِهِ وَقَالَ: صَرَعْتُهُ بِقُوَّتِي فَإِذَا قُلْتَ: بِسْمِ اللّٰهِ تَصَاغَرَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ حَتّٰى يَكُونَ أَصْغَرَ مِنْ ذُبَابٍ» [1]

''میں آپ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا کہ گدھا ٹھوکر کھا کر پھسل گیا تو میں نے کہا: شیطان ہلاک ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے کہا: ''تَعِسَ الشَّیْطَانُ'' (شیطان ہلاک ہو) مت کہو، کیونکہ جب تم نے ''تَعِسَ الشَّیْطَانُ'' کہا تو شیطان اپنے جی میں بڑا بنا اور کہنے لگا: میں نے اسے اپنی قوت سے گرایا ہے، لیکن جب تم کہو گے: ''بسم اللّٰہ'' تو تم اسے چھوٹا بنا دو گے حتی کہ وہ سکڑ کر مکھی سے بھی چھوٹا ہو جائے گا۔''

امام ابو داود رحمہ اللہ نے بھی اپنی سنن (سنن ابی داود) میں اس طرح کی روایت نقل کی ہے۔ امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کی کتاب ''الصمت و آداب اللسان'' میں مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا:

''قَلَّ مَا ذَكَرَ الشَّيْطَانَ قَوْمٌ إِلَّا حَضَرَهُمْ فَإِذَا سَمِعَ أَحَدٌ يَلْعَنُهُ، قَالَ: لَقَدْ لَعَنْتَ مَلْعُونًا وَلَا شَيْءَ أَقْطَعَ لِظَهْرِهِ مِنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ''

''جب بھی کوئی قوم شیطان کا ذکر کرتی ہے تو وہ ان کے پاس حاضر ہو جاتا ہے، پھر جب وہ کسی سے سنتا ہے کہ وہ اس پر لعنت کر رہا ہے

---

[1] مسند أحمد [59/5]

تو وہ کہتا ہے: تو نے اس پر لعنت کی جو (پہلے سے) ملعون ہے، اور کلمہ توحید ''لا إلہ إلا اللہ'' سے بڑھ کر کوئی چیز اس کی کمر توڑنے والی نہیں ہے۔''

یہ رہا انسان سے شیطان کی تکلیف کو دور کرنے کا مفید اور کامیاب علاج، کیونکہ سرکش جنوں کا شر سوائے اس علاج کے دور نہیں ہوتا۔

رہا شیطان پر لعنت کرنا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے اکثر مقامات میں اس پر لعنت کی ہے، چنانچہ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد شیطان کو حکم دیا کہ وہ انھیں اجلال و تکریم کا سجدہ کرے تو اس نے اللہ کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق کہا کہ وہ مردود اور ملعون ہے اور قیامت کے دن تک اللہ کی رحمت اور اس کی جنت سے دھتکارے گئے لوگوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴾ [النساء: 118,117]

''وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ [الحجر: 35,34]

”فرمایا پھر اس سے نکل جا، کیونکہ یقیناً تو مردود ہے۔ اور بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک خاص لعنت ہے۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے دورانِ نماز، جب شیطان نے آپ ﷺ کو ضرر و نقصان پہنچانے کی کوشش کی، اس پر لعنت کی، چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (نماز پڑھانے کے لیے) کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ» ”میں تجھ سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔“

پھر آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

«أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ»

”میں تجھ پر اللہ کی لعنت کے ساتھ لعنت کرتا ہوں۔“

پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ یوں آگے بڑھایا جیسے آپ کوئی چیز پکڑ رہے ہوں، پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے (آج) آپ کو نماز میں کچھ کہتے ہوئے سنا ہے، پہلے کبھی ہم نے آپ کو وہ کچھ کہتے ہوئے نہیں سنا، نیز ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ آگے کی طرف بڑھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيسَ جَاءَ بِشِهَابٍ مِنْ نَارٍ لِيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِي فَقُلْتُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قُلْتُ: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَرَدْتُ أَخْذَهُ وَاللّٰهِ لَوْ لَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمَانَ لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ»[1]

[1] صحیح مسلم [542/40]

''یقیناً اللہ کا دشمن ابلیس میرے چہرے پر لگانے کے لیے آگ کا انگارا لایا تو میں نے تین مرتبہ کہا: میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں، پھر میں نے کہا: میں تجھ پر اللہ کی مکمل لعنت کرتا ہوں، مگر تین مرتبہ یہ عمل کرنے کے باوجود وہ پیچھے نہ ہٹا تو میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا۔ اللہ کی قسم! اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ اس حال میں صبح کرتا کہ وہ بندھا ہوا ہے اور اس کے ساتھ مدینہ والوں کے بچے کھیلتے۔''

لہٰذا انسان کے لیے شیطان پر لعنت کرنا جائز ہے، جب وہ شیطان اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو یا اس سے لڑائی کرے اور اسے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے ہٹانے کے لیے اس کے دل میں وسوسے پیدا کرے، لیکن انسان شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑنا نہ چھوڑے، اسی طرح وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرے، نیز وہ ''بسم اللہ'' اور اس طرح کے دیگر اذکار اور مشروع و مسنون دعائیں پڑھے، تاکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے شیطان کے شر سے محفوظ رہ سکے۔ (اللجنة الدائمة: 19735)

369- حیوان پر لعنت کرنا

سوال میں نے ایک آدمی کو اپنے دنبے پر لعنت کرتے ہوئے سنا، کیونکہ دنبے نے اسے تھکا دیا تھا اور چل نہیں رہا تھا۔ جانور پر لعنت کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ میں نے یہ روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ اپنے اونٹ پر لعنت کر رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر سوار نہ

ہونا، یقیناً وہ تم پر حرام ہوگیا ہے، یا جیسے آپ ﷺ نے فرمایا۔ تو کیا اس دنبے والے کا اس دنبے کو کھانا جائز ہے یا وہ اس پر حرام ہو چکا ہے؟

① مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے۔ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ یہ حادثہ ایک عورت کو پیش آیا جس نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی تھی۔ وہ چارپایا اونٹ نہیں تھا، جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔

② مسلمان کی طرف سے مسلمان آدمیوں کے حق میں اور چارپایوں کے حق میں یا ان کے علاوہ دیگر مملوکہ چیزوں کے حق میں لعنت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ لعنت ایک قبیح اور نامناسب کلمہ ہے، مسلم شخص سے اس کا صادر ہونا مناسب نہیں ہے۔

③ جو شخص کسی جانور پر لعنت کرے تو اس پر اس کا گوشت کھانا حرام نہیں ہوجاتا، کیونکہ ہر چیز میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال ہے اور اس لیے بھی کہ نبی اکرم ﷺ نے اونٹنی والی عورت کو اس کا گوشت کھانے سے منع نہیں کیا تھا، بلکہ آپ ﷺ نے تو صرف اس پر سواری کو ترک کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے دستے اور قافلے کا ساتھ چھوڑنے کا حکم دیا تھا۔ اس میں اس عورت یا دوسرے لوگوں کی ڈانٹ ڈپٹ مقصود تھی۔ ایسا کرنا مال کے ساتھ سزا دینے کی قبیل اور جنس سے ہے۔ (اللجنة الدائمة: 14969)

370- ماہِ رمضان میں لعنت کرنے کا حکم

رمضان اور غیر رمضان میں لعنت کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ جل و علا نے اپنے بندوں پر اس چیز سے اپنی زبانوں کی حفاظت کرنا واجب قرار دیا ہے، جو

چیز اس نے ان پر حرام کی ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾ [قٓ: 18]

''وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۞ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۞ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴾ [الانفطار: 10 تا 12]

''حالانکہ بلاشبہہ تم پر یقیناً نگہبان (مقرر) ہیں۔ جو بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔''

پس انسان کو اپنی زبان کی حفاظت کرنے اور اپنے دیگر اعضاء کو ان کاموں سے بچانے کا حکم دیا گیا ہے جن کاموں کو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ))[1]

''مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔''

آپ ﷺ نے لعن طعن کرنے کو قتل کرنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور فرمایا:

((إِنَّ اللَّعَّانِينَ لَا يَكُونُونَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[2]

''یقیناً کثرت سے لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی نہیں بن سکیں گے۔''

نیز فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6105] صحيح مسلم [110/176]

[2] صحيح مسلم [2598/86]

«وَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ»

''اور مومن لعن طعن کرنے والا، فحش گوئی کرنے والا اور بیہود گوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔''

لہٰذا گالی گلوچ کرنا اور لعن طعن کرنا ایک منکر اور برا عمل ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

«سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» [1]

''مسلمان کو گالی دینا فسق و بدعملی ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔''

چنانچہ مومن مرد اور عورت پر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ گالی گلوچ، جھوٹ بولنا اور غلط بیانی سے اپنی زبان کی حفاظت کرنا واجب ہے، خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان۔ ہاں رمضان میں ان کا گناہ زیادہ ہوتا ہے، چنانچہ رمضان میں یا ایام ذی الحجہ میں گالی گلوچ کرنے کی حرمت زیادہ سخت اور ان ایام میں اس کا گناہ بھی بڑا شمار ہوگا، ورنہ تو تمام اوقات اور تمام جگہوں میں لعن طعن کرنا حرام ہے، لہٰذا مومن پر لازم ہے کہ وہ گالی گلوچ، لعن طعن، کذب بیانی اور اس طرح کے دیگر اعمال جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیے ہیں، ان سے ہر وقت پرہیز وگریز کرے، لیکن رمضان اور ایام ذی الحجہ میں ان کا گناہ بڑا سخت اور زیادہ ہوگا۔

(ابن باز: نور علی الدرب: 387/1)

371- آدمی کا اپنے والدین پر لعن طعن کرنا

سوال ایک آدمی کے کسی دوسرے آدمی کے باپ یا اس کی ماں پر لعنت کرنا کا کیا حکم ہے؟

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [48] صحيح مسلم [64/116]

جواب یہ حرام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ»

''اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے اپنے والدین پر لعنت کی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کر سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ»[1]

''ایک آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا (اور لعن طعن کرتا) ہے تو جواب میں وہ آدمی اس کے باپ کو اور اس کی ماں کو گالی دیتا (اور لعن طعن کرتا) ہے۔''

پس آدمی کے لیے کسی شخص کے والدین کو گالی دینا جائز نہیں ہے، خاص طور پر جرم ایسے شخص کے خلاف ہے جو کسی پر زیادتی کرنے والا نہیں ہے، چنانچہ والدین کا کیا گناہ ہے کہ انھیں اس آدمی کی طرف سے لعن طعن اور گالی گلوچ کا نشانہ اور ہدف بنایا جائے؟! (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 20)

372- اس عورت کا حکم جو اپنی اولاد کو بددعا تو دیتی ہے مگر اس کا یہ مقصود نہیں کہ انھیں یہ بددعا لگے

ہم اسے نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اس قسم کی بددعاؤں سے اپنی زبان کو پاک رکھے، کیونکہ خدشہ ہے کہ اس کی بددعائیں ایسے وقت اور گھڑی میں واقع

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5141]

نہ ہو جائیں، جو قبولیت کی گھڑی ہو اور اس کی بددعائیں مقبول ہو جائیں، لہٰذا اسے اپنی اولاد کو بددعائیں دینے کے بجائے ان کے حق میں دعائیں کرنی چاہییں، مثلاً وہ یہ کہا کرے: اللہ تمھاری مدد کرے، یہ کام کرو۔ اللہ تمھیں برائی اور غلط کاری سے محفوظ رکھے، اس کام کو ترک کر دو، یا وہ اس طرح کے دیگر کلمات گالی گلوچ اور لعن طعن کے بجائے زبان سے بولا کرے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 23)

373- گالی کے جواب میں گالی..؟

سوال بعض دوست مجھے گالی گلوچ کرتے ہیں، کیا میں بھی بدلے میں انھیں گالی دوں یا میں کیا کروں؟

جواب اس معاملے میں مصلحت کو پیش نظر رکھو۔ اگر تو مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ تم ان کو چھوڑ کر ان سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے ان سے مقابلہ نہ کرو اور انھیں اس طرح کی گالیاں نہ دو جو انھوں نے دی ہیں تو ایسا کر لو، اور اگر مصلحت اس کے برعکس تقاضا کرتی ہے تو تجھے حق ہے کہ تم ان سے وہی سلوک کرو جو انھوں نے تمھارے ساتھ کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ [الشوریٰ: 40]

''اور کسی برائی کا بدلہ اس کی مثل ایک برائی ہے۔''

نیز اس کا فرمان ہے:

﴿ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

[الشوریٰ: 42,41]

''اور بے شک جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لے تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر کوئی راستہ نہیں۔ راستہ تو انھی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں حق کے بغیر سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

ہاں اگر تم روزے کی حالت میں ہو تو تمھارے لیے افضل یہ ہے کہ تم ان کی گالیوں کا جواب نہ دو، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

《إِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ》[1]

''اگر کوئی شخص اس (روزے دار) سے گالی گلوچ کرے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ کہے: میں تو روزے دار ہوں۔''

روزے کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے، جس حالت کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، نیز ایک صورت اور مستثنیٰ ہے، وہ یہ کہ جب وہ تمھارے باپ کو گالی دے تو بدلے میں تم اس کے باپ کو گالی نہ دو کیونکہ اس کے باپ پر زیادتی ہوگی، اس لیے کہ اس نے تو تمھیں گالی نہیں دی ہے کہ تم اسے گالی دو۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 23)

374- لعن طعن کی سنگینی

لعن طعن کرنا ایک کامل ایمان والے مومن کے اوصاف میں سے نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند (مسند احمد) میں اور امام ترمذی رحمہ اللہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1904] صحيح مسلم [1151/163]

نے اپنی جامع (جامع ترمذی) میں علقمہ رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کیا ہے، جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ»[1]

''مومن لعن طعن کرنے والا، فحش گوئی کرنے والا اور بیہودہ گوئی اور بدزبانی کرنے والا نہیں ہوتا۔''

نیز صحیح بخاری و مسلم میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مروی ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ»[2]

''مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔''

بنا بریں کسی مومن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں میں سے کسی پر لعن طعن کرے، سوائے اس کے جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہو، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت کی ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ نافرمانی کے مرتکب پر اس کی نافرمانی کی پاداش میں لعنت کی جائے، جیسے کہ ایک بے پردہ خاتون وغیرہ، بلکہ ایسی صورت حال میں مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس (بے پردہ) عورت کو نصیحت کرے اور خوش اسلوبی اور دعوت حسنہ کے ذریعے سے اسے پردہ کرنے کی رغبت دلائے۔ جس شخص نے کسی ایسے آدمی پر لعنت کی جو لعنت کا مستحق نہ ہو تو ایسے شخص کے حق میں سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ جب لعنت کو کسی مستحق پر واقع ہونے کی گنجائش نہیں ملتی تو وہ لعنت کرنے والے کی طرف پلٹ آتی ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابو درداء رضی اللہ عنہ

---

1. سنن الترمذي، رقم الحديث [1977]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [6105] صحيح مسلم [110/176]

نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَّشِمَالًا فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لَعَنَ فَإِنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا وَ إِلَّا رَجَعَتْ إِلٰى قَائِلِهَا »[1]

''جب بندہ (کسی پر) لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، مگر اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اتر آتی ہے تو زمین کے دروازے بھی اس کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ اِدھر اُدھر دائیں بائیں گھومنے لگتی ہے، پھر اگر اسے گھسنے کی کوئی جگہ نہیں ملتی تو وہ اس شخص کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ اس لعنت کا مستحق ہو، ورنہ وہ لعنت کرنے والے پر واپس آ پڑتی ہے۔''

(اللجنة الدائمة: 20163)

375- ہنسی خوشی کی خاطر بیہودہ مذاق کرنا

اس طرح کے کاموں سے روکنے والے عمومی دلائل کی وجہ سے ایسا کرنا جائز نہیں ہے، نیز اس لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ اس کا انجام سنگین اور خطرناک ہوتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 6396)

376- فحش گوئی کرنے والوں کی صحبت اختیار کرنا

اول تو اسے نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ ایسی صحبت اور مجلس کو ترک کر دے،

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4905]

لیکن اگر وہ اس کے ترک کا انکار کرتا ہے تو شر اور اہلِ شر سے دور رہنے کے لیے اور اپنے آپ کو شر اور اس کے وسائل سے دور رکھنے کے لیے ایسی مجلس سے علاحدگی اور کنارہ کشی اختیار کرنا واجب ہے۔ (اللجنة الدائمة: 6755)

طنز و مذاق

377- برے ناموں کے ساتھ پکارنے کا حکم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ﴾ [الحجرات: 11]

''اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو۔''

یعنی کسی کو ایسے القاب کے ساتھ مت پکارو جو اسے برے لگیں، لیکن وہ برے القاب جو بطور مذاق کے بولے جاتے ہیں، اگر چہ ان پر حکم نہیں لگایا گیا، لیکن صاحبِ مروءت کے لیے لائق اور مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو برے القاب کے ساتھ پکارے، خواہ مذاق کے طور پر ہی ہو، کیونکہ یہ مذاق بعض اوقات اذیت اور تکلیف کا باعث بنتا ہے اور مستقبل میں لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص مذاق کے طور پر پکارے گئے برے لقب کو سنتا ہے اور اسے لے کر وہ اس شخص کو عار کے طور پر اس لقب کے ساتھ پکارتا ہے جسے اس لقب کے ساتھ مذاق کے طور پر پکارا گیا ہوتا ہے، مگر دوسرا شخص سنجیدگی کے ساتھ اسے برے لقب سے پکارتا ہے۔ لہٰذا ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہر صاحبِ مروءت کے لیے اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ وہ کسی کو مذاق کے ساتھ بھی برے القاب کے ساتھ پکارنے سے پرہیز کرے۔ (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1651)

378- آیات قرآنیہ کو مذاق میں استعمال کرنا

قرآنی آیات کو آیات قرآنیہ کی حیثیت سے مذاق میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کچھ کلمات جو عامی زبان میں استعمال ہوتے ہیں، جن سے آیت قرآنیہ یا اس کے کسی جملے کی حکایت مقصود نہ ہو تو پھر ایسا کرنا جائز ہے۔

(اللجنة الدائمة: 6252)

379- پابندِ شرع لوگوں میں سے کسی کا مذاق اڑانے کا حکم

جو لوگ دین کے پابند اور اللہ کے احکام کی بجا آوری کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ان میں ایک قسم کا نفاق پایا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [التوبة: 79]

"وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

پھر اگر وہ شریعت پر گامزن ہونے کی وجہ سے ان دیندار لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں تو دراصل وہ شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں اور شریعت کا مذاق اڑانا کفر ہے، لیکن اگر وہ ان کے اتباع سنت سے قطع نظر ایسے انداز میں ان کا مذاق

اڑاتے ہیں کہ ان کے پیش نظر ان کی شخصیات اور وضع قطع ہوتی ہے تو اس طرح وہ کافر نہیں بنیں گے، کیونکہ انسان بعض اوقات کسی شخص کا اس کی شخصیت کو سامنے رکھ کر اس کے عمل اور فعل سے قطع نظر کر کے اس کا مذاق اڑاتا ہے، لیکن یہ ایک بہت خطرناک عمل ہے۔ واجب اور حق تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی شریعت کا پابند ہے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے، اس کی معاونت کی جائے اور اگر وہ کسی غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے تو اس کی اصلاح کی جائے تاکہ وہ راہِ راست پر آ جائے۔ (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1675)

380- دین کا مذاق اڑانے کا حکم

اللہ تعالیٰ کا یا اس کے رسول ﷺ کا یا اس کے رسول ﷺ کی سنت کا مذاق اڑانا کفر ہے، اس سے انسان مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ [التوبة: 66,65]

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔''

پس ہر وہ شخص جو اللہ، رسول ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا مذاق

اڑائے وہ کافر اور مرتد ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرے اور جب وہ اللہ سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، کیونکہ ان مذاق اڑانے والوں کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ [التوبة: 66]

''بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ایک گروہ کو عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں یہ صراحت فرما دی ہے کہ وہ ان میں سے ایک گروہ کو معاف کرتا ہے اور یہ معافی ان کے اپنے اس کفر سے اللہ عزوجل کے ہاں توبہ کرنے ہی سے ممکن ہے، وہ کفر جس کا انھوں نے اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑا کر ارتکاب کیا ہے۔
(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1672)

381- لوگوں کو ہنسانے کی خاطر دین کا مذاق اڑانے کا حکم

اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ یا اس کی کتاب یا اس کے دین کا مذاق اڑانے کا عمل اگرچہ از روئے مذاق ہو اور لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے ہو، کفر اور نفاق ہے۔ یہ وہی معاملہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے دور میں ان لوگوں کے متعلق پیش آیا، جنھوں نے کہا تھا: ہم نے اپنے قراء کی طرح بھوکے، لالچی پیٹوں، زبانوں کے جھوٹے اور لڑائی میں بزدل لوگ نہیں دیکھے۔ اس سے

منافقین رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مراد لیتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت اتری:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ﴾ [التوبة: 65]

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔''

کیونکہ وہ مذکورہ جملے کہہ کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے: ہم ویسے ہی باتیں کر رہے تھے جو ایک قافلہ والے دل لگی اور سفر کی تھکان اور مشقت کو کم کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ انھیں وہی کچھ کہتے جس کے کہنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا تھا:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ [التوبة: 66,65]

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔''

پس ربوبیت، رسالت، وحی اور دین؛ یہ سب قابل احترام چیزیں ہیں۔ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے متعلق کوئی کھیل کود اور ہنسی کرے نہ مذاق کے طور پر، نہ کسی کو ہنسانے کے لیے اور نہ ان سے ٹھٹھا کرتے ہوئے، پھر بھی اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو وہ کافر ہوگا، کیونکہ ان چیزوں کا مذاق اڑانا اس بات

پر دلالت کرتا ہے کہ مذکورہ شخص اللہ عزوجل، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور اس کی شریعت کی توہین کر رہا ہے۔ اس عملِ بد کے مرتکب پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس کرتوت کی اللہ عزوجل سے توبہ کرے، کیونکہ یہ نفاق کی علامت ہے، پس اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے توبہ اور استغفار کرے اور اپنے عمل کی اصلاح کرے اور اپنے دل میں اللہ عزوجل کی خشیت، اس کی تعظیم، اس کا خوف اور اس کی محبت پیدا کرے۔ واللہ ولی التوفیق (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 235)

382- پابند شریعت لوگوں کا مذاق اڑانے کا حکم

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پابندی کرنے والوں کا شریعت کی پابندی کرنے کی وجہ سے مذاق اڑانا حرام اور مذاق اڑانے والے کے لیے بڑا سنگین اور بہت خطرناک عمل ہے، کیونکہ اس بات کا خدشہ ہے کہ اس مذاق اڑانے والے کا ان پابند شریعت لوگوں کو ناپسند کرنا، ان کے دین پر استقامت کے ناپسند کرنے کی وجہ سے ہو، تب تو ان کا یہ استہزاء و مذاق مذکورہ لوگوں کے دین پر چلنے کے طریقے کا مذاق ہے، پس وہ ان لوگوں کی طرح ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ [التوبة: 66,65]

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم

اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔‘‘

یہ آیات منافقین کے اس ٹولے کے متعلق نازل ہوئی تھیں جنھوں نے کہا تھا: ہم نے اپنے ان قرا، اور اس سے مراد وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لیتے تھے، کی طرح کے پیٹوں کی رغبت رکھنے والے، زبانوں کے جھوٹے اور جنگ میں بزدل لوگ نہیں دیکھے، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔ جو لوگ اہلِ حق کا ان کے دیندار ہونے کی وجہ سے مذاق اڑاتے ہیں، انھیں ڈرنا اور اس عمل سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۝ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۝ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۝ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ۝ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾ [المطففين: 29 تا 36]

’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے جرم کیے،ان لوگوں پر جو ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔ اور جب اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے تو خوش گپیاں کرتے ہوئے واپس آتے تھے۔ اور جب انھیں دیکھتے تو کہا کرتے تھے بلاشبہہ یہ لوگ

یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ سو آج وہ لوگ جو ایمان لائے، کافروں پر ہنس رہے ہیں۔ تختوں پر (بیٹھے) نظارہ کر رہے ہیں۔ کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟'' (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1674)

383- مجنون اور پاگل کو مارنا اور اس کا مذاق اڑانا

مجنون میں تو عقل ہی نہیں ہوتی، اس لیے اسے مارنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جی ہاں! اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اسے مارنے کا فائدہ نہیں ہوتا، لیکن کبھی اس کا فائدہ ہو بھی جاتا ہے، لہٰذا جب اسے ادب سکھلانے کے لیے مارنا مفید ثابت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے چھوٹا بچہ ہوتا ہے اور اگر اسے مارنا کچھ فائدہ نہ دیتا ہو تو پھر اسے مارنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنا تو اسے بلا فائدہ تکلیف دینے کے مترادف ہے۔

رہا اس سے ٹھٹھا اور مذاق کرنا تو مجھے خدشہ ہے کہ مذاق اڑانے والا اور اس سے ٹھٹھا کرنے والا کہیں خود اس کی طرح مجنون اور پاگل نہ بن جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کی یا اس کے بیٹوں یا اس کی بیٹیوں کی عقل نہ جاتی رہے، لہٰذا پاگل کا مذاق اڑانے والا شخص اپنے متعلق اللہ سے ڈرے اور اللہ نے جو اسے اس آفت و بیماری سے عافیت و تندرستی عطا کی جس میں اس نے مجنون کو مبتلا کیا ہے، اس پر وہ اللہ کی تعریف کرے اور پڑھے:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّ ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا»

یہ تو معلوم ہے کہ کوئی انسان یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ مجنون اور پاگل ہو۔ جنون اور پاگل پن مجنون آدمی کا اختیاری عمل بھی نہیں ہے، یہ تو محض اللہ کی طرف سے ایک آزمائش اور امتحان ہے، لہٰذا تم اس شخص کو کیسے اور کیوں مذاق کرتے ہو جو ایک ایسی آفت اور بیماری میں مبتلا ہے جو اس کی اختیاری نہیں ہے؟ مجنون اور پاگل کو مذاق کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو ایسے شخص کا مذاق اڑاتا ہے جس کا چہرا خوبصورت نہیں ہے یا اس کی کمر سیدھی نہیں ہے اور وہ کُبڑا ہے یا جو اس قسم کی کسی کمزوری اور نقص کا شکار ہے، بہر حال مذکورہ شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف کرے کہ اللہ نے اسے اس نقص اور بیماری سے محفوظ رکھا ہے، جس میں اس نے ان (معذور اور بیمار لوگوں) کو مبتلا کیا ہے۔ نیز وہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے عافیت اور تندرستی کی دعا کرے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 27)

384- کسی مسلمان کا اپنے بھائی کو کتا کہنا

کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو کتے کے لقب کے ساتھ متصف کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السُّوْءِ اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ»

”ہمارے لیے بری مثال نہیں ہے جو شخص اپنے تحفے کو واپس لیتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کتا قے کرنے کے بعد چاٹ لیتا ہے۔“

لیکن تم ایسا کر سکتے ہو کہ ایسے حاملِ قرآن اور عالمِ قرآن کو گدھے سے تشبیہ دو جس عالم کا عمل قرآن کے مطابق نہیں ہے، مثلاً تم کہہ سکتے ہو: جو شخص

قرآن پر عمل نہیں کرتا وہ اس گدھے کی طرح ہے جس نے کتابیں اٹھا رکھی ہوں۔

رہا تمھارا کسی شخص کو کھلے طور پر صراحتاً یہ کہہ کر پکارنا: اے کتے! اے گدھے! تو یہ ہرگز جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ [الإسراء: 70]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی اور انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی اس میں سے بہت سوں پر انھیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔''

اہلِ علم نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو اس طرح کا کوئی نام اور لقب دیا جائے وہ اس لفظ کے بولنے والے سے اس کے ثبوت کا مطالبہ کرے، اور اگر وہ اپنے کہے ہوئے الفاظ کو صحیح ثابت نہ کر سکے تو اسے تعزیر لگائی جائے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 32)

385- ''انسان حیوان ناطق ہے'' اس مقولے کا حکم

یقیناً یہ کلام اور مقولہ کہ انسان حیوان ناطق ہے، فلسفیوں کی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے، کیونکہ ان کے نزدیک حیوان وہ ہوتا ہے جس میں حیات، روح اور سانس ہو تو حیوان کی اس تعریف سے انسان کو جدا اور ممتاز کرنے والا کلمہ ''ناطق'' ہے، پس وہ کہتے ہیں: یقیناً انسان حیوان ناطق ہے اور

وہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے، لیکن اب یہ کلمہ لوگوں کے عرف میں سب و شتم، گالی گلوچ اور طعن و ملامت کا کلمہ بن کے رہ گیا ہے، لہٰذا کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو خصوصاً غصے اور لڑائی جھگڑے کے وقت ''حیوان ناطق'' کہے، کیونکہ اس حالت میں یہ کلمہ ایک گالی شمار ہوگا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 32)

386- دوسروں کے عیب اور خامیاں تلاش کرنا

مسلمانوں کے عیب اور خامیاں تلاش کرنا حرام ہے، حتی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی عیب جوئی کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے:

«يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَبَّعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ فَضَحَهُ وَلَوْ فِي جُحْرِ بَيْتِهِ»[1]

''اے ان لوگوں کی جماعت جو زبان سے تو ایمان لائی ہے مگر اس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کو اذیت دو اور نہ ان کے عیب تلاش کرو، کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی عیب جوئی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے پیچھے لگے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب کے پیچھے لگا تو وہ اسے رسوا کر کے رکھ دے گا، چاہے وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4580]

لہٰذا مسلمان پر اپنے بھائی کے حوالے سے یہ واجب ہے کہ وہ اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے، کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی عیب پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی عیب پوشی کرے گا، نیز مسلمان کو یہ جان لینا چاہیے کہ کوئی شخص نقص اور کوتاہی سے محفوظ نہیں ہے، اور کوئی شخص عیب سے پاک نہیں ہے، لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ بھی عیبوں کی پردہ پوشی کیا کرے اور جس میں کوئی عیب پایا جاتا ہے اس کی خیر خواہی کرتے ہوئے اسے نصیحت کرے، کیونکہ دین تو نام ہی خیر خواہی کا ہے، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ»

”دین سراپا خیر خواہی ہے، دین سراسر خیر خواہی ہے، دین نام ہی خیر خواہی کا ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ کس کی خیر خواہی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ»[1]

”اللہ کے لیے اس کی کتاب، اس کے رسول ﷺ، ائمہ مسلمین اور تمام لوگوں کے لیے۔“ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 33)

---

[1] صحیح مسلم [55/95]

بدگمانی

387- بدگمانی دلوں کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے

سوال بدگمانی دلوں کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، اس کی حقیقت اور اسباب کیا ہیں اور اس کے علاج کے طریقے کیا ہیں؟

جواب بدگمانی کے متعلق مندرجہ ذیل تفصیل ہے:

① اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ [آل عمران: 154]

''وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کر رہے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق مزید فرمایا:

﴿ اَلظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

[الفتح: 6]

''جو اللہ کے بارے میں گمان کرنے والے ہیں، برا گمان، انھی پر بری گردش ہے اور اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

② مومنوں اور بری الذمہ معصوم لوگوں کے متعلق بدگمانی کرنا جائز نہیں ہے،

کیونکہ یہ مومن کے لیے ظلم ہے، جبکہ مسلمان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے متعلق حسن ظن رکھے۔ مسلمان کے حق میں بدگمانی مسلمانوں کے اندر بغض اور عناد کا سبب بنتی ہے۔

③ شریر اور فسادی لوگوں کے متعلق بدگمانی تو مطلوب ہے، کیونکہ اس کے ذریعے سے بندہ ان سے بغض رکھتے ہوئے دور رہے گا اور ان کے شر و فساد سے بچ جائے گا۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 462/1)

388- ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ کا مطلب

اس آیت میں جس گمان سے منع کیا گیا ہے، وہ ایسا گمان ہے جو محض ایک تہمت اور الزام ہو، جس کی کوئی دلیل نہ ہو، جیسے کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر ایسی حالت میں بدکاری کی تہمت لگائے، جبکہ اس متہم پر کوئی ایسی علامت اور نشانی ظاہر نہ ہو جس سے یہ الزام ثابت ہوتا ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو اکثر گمان کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تاکہ انسان ایسے گمان میں مبتلا نہ ہو جائے جس میں گناہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے گمان سے منع نہیں فرمایا، کیونکہ بعض گمان ایسے ہوتے ہیں جن کا کرنا واجب اور ضروری ہوتا ہے، چنانچہ اکثر احکام شرعیہ کی بنیاد غالب گمان ہی پر ہے، جیسے دلالت قیاس اور دلالت عموم۔ وہ گمان جس سے منع کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان اہلِ خیر کے متعلق برا گمان کرے، لیکن جو برے لوگ ہیں، فسق و فجور اور بدعملی کا شکار ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان کے متعلق اتنا ہی برا گمان کریں جتنے برے گمان کی علامت اور گنجائش ان سے ظاہر ہوتی ہو۔ واللہ اعلم (الفوزان: المنتقیٰ: 462/1)

389- بدگمانی کوئی بنیاد نہیں

سوال جب ایک عورت اپنے گھر والوں، عزیز و اقارب اور ہر اس فرد کے متعلق جو اس کے پاس ہو، شک و شبہہ کا شکار رہتی ہو، اس کے پاس جو بھی ہو، وہ اس کے متعلق بدگمانی رکھتی ہے، کیا یہ عورت اپنے اس انداز اور طرزِ عمل پر گناہگار ہوگی؟

جواب جی ہاں! وہ گناہگار ہوگی، کیونکہ واجب اور ضروری یہ ہے کہ وہ مسلمان جس کی ظاہری حالت عدالت اور تقویٰ والی ہو، اس کے متعلق حسن ظن رکھا جائے۔ کسی شخص کے لیے کسی قرینے اور دلیل کے بغیر اپنے بھائی کے متعلق بدگمانی رکھنا جائز اور حلال نہیں ہے۔ جب شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے تو وہ مرد ہو یا عورت اسی قسم کے اوہام اور شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتا ہے، تھک کر اکتاہٹ کا شکار ہوجاتا ہے اور دوسروں کو تھکاوٹ و اکتاہٹ میں مبتلا کرتا ہے۔

ضروری یہ ہے کہ جب تک کوئی واضح ثبوت نہ مل جائے، اس طرح کے شکوک وشبہات سے گریز کیا جائے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 13)

390- اس شخص کا حکم جو یہ کہتا ہے کہ اپاہج اور معذور لوگ نیز امراض کہنہ کے شکار مریض مظلوم ہیں

سائل نے قضا وقدر پر بعض لوگوں کی طرف سے جس اعتراض کا ذکر کیا ہے کہ جو مصائب اور تکلیفیں انھیں پہنچتی ہیں وہ ان پر ظلم ہے، اگر تو سائل اس ظاہری صورت حال کا اعتقاد رکھے اور اسے ظلم سمجھے تو یہ کفریہ عقیدہ ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مرتد تصور ہوگا، کیونکہ یہ تو بلا واسطہ اللہ رب العالمین کی ذات پر

اعتراض ہے، جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں و زمین کے بادشاہ اور فرمانروا ہیں، جو چاہتے ہیں ان پر کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، وہ حکم اور فیصلہ کرتے ہیں، ان کے حکم اور فیصلے کو کوئی معطل اور رد کرنے والا نہیں۔ رہی یہ آزمائش و تکلیف جو ان معذور لوگوں کو پہنچی اور جس کی وجہ سے وہ واویلا کر رہے ہیں تو بعض اوقات وہ انکے حق میں بہتر ہوتی ہے، چنانچہ انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے اور ثواب کی امید رکھتا ہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت پر صبر کرنے اور ثواب کی امید رکھنے پر واقعتاً اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور مصائب و آلام بذات خود بھی مصیبت زدہ انسان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، پھر اگر انسان مصائب پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے صبر کی امید رکھے تو اس کا شمار صبر کرنے والوں میں ہونے لگتا ہے اور صبر کرنے والوں کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر: 10]

''صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔''

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرۃ: 157,156]

''وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

خود پسندی

391- اپنی تعریف کرنے کا حکم

انسان کے اپنی تعریف کرنے سے اگر مقصد و ارادہ اللہ عزوجل کی نعمت کا بیان ہو یا وہ اس ارادے سے اپنے کسی عمل کی بنیاد پر اپنی تعریف کرے کہ اسکے ساتھی اور دوست اس کی اقتدا کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر اس کا مقصد محض اپنی تعریف کرنا اور اپنے آپ کو پاک صاف بتانا اور اپنے عمل کی بنا پر اپنے رب تعالیٰ پر فخر کرنا ہو تو اس میں ایک قسم کا احسان جتلانا ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

[الحجرات: 17]

''وہ تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کے لیے ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔''

اور اگر انسان کا اپنی تعریف کرنے سے مقصد صرف خبر دینا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں، تاہم ایسا نہ کرنا ہی اولیٰ اور بہتر ہے۔ تعریفی کلمات کی چار حالتیں ہیں:

① انسان کا اپنی تعریف سے مقصود محض اس نعمت کا بیان ہو جو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اس پر استقامت و ثابت قدمی کی صورت میں اسے عطا کی ہے۔

② اپنی تعریف سے انسان کا ارادہ یہ ہو کہ اسے سن کر اس جیسے اس کے دوست اور ساتھی بھی یہ کام کرنے کے لیے مستعد اور تیار ہو جائیں جو کام یہ سرانجام دے رہا ہو، پس یہ دو حالتیں تو قابلِ تعریف ہیں، کیونکہ ان میں ارادہ نیک اور نیت پاک ہے۔

③ اپنی تعریف سے مقصود انسان کا اپنے ایمان اور ثابت قدمی کی بنا پر اللہ تعالیٰ پر فخر اور تکبر کرنا ہو تو یہ جائز نہیں ہے، اس کے ناجائز ہونے کی دلیل وہی آیت ہے جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے۔

④ انسان کا اپنی تعریف سے مقصد صرف اپنے ایمان اور اس پر استقامت کی خبر دینا ہو تو یہ جائز تو ہے، لیکن اس سے بچنا اولیٰ اور بہتر ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 455)

392- خوبصورت آواز پر فخر کرنا اور اسے پسند کرنا

سوال بعض اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میری آواز بڑی خوبصورت ہے اور میرا ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنا بڑا عمدہ ہے، تو کیا یہ وہی خود پسندی تصور ہوگی جو عمل کو باطل اور ضائع کر دیتی ہے؟

جواب یہ وہ تکبر اور خود پسندی نہیں ہے جو عمل کو ضائع کر دیتی ہے، بلکہ یہ تو اللہ کی انھی نعمتوں میں سے ہے جن پر انسان خوش ہوتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسے خوبصورت آواز عطا کی اور خوبصورت لب و لہجہ اور الفاظ کی ادائی عطا کی، کیونکہ بعض لوگ ان میں سے کسی ایک یا ساری نعمتوں سے محروم ہوتے

ہیں، بعض لوگوں کی آواز بڑی نکمی ہوتی ہے، اور الفاظ کی ادائی کا بھی کچھ یہی حال ہوتا ہے، اور بعض لوگوں کو الفاظ کی اچھی ادائی اور آواز کی خوبصورتی ہر دو چیزیں عطا کی گئی ہوتی ہیں جو بندے پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اسے چاہیے کہ وہ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 15)

غصہ اور ناراضی

393- شریعت اسلامیہ میں غصے کا علاج

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: مجھے وصیت کیجیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا تَغْضَبْ » ''غصہ نہ کر۔''

اس صحابی نے کئی بار اپنا یہ سوال اور عرض دہرائی کہ مجھے وصیت کیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہی کہا:

« لَا تَغْضَبْ »[1] ''غصہ نہ کر۔''

امام ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس فرمان نبوی میں دو احتمال ہیں:

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اس فرمان سے مقصود اس شخص کو ان اسباب کے اختیار کرنے کا حکم دینا ہو، جو اسباب انسان کے اخلاق کو اچھا اور بہتر بناتے ہیں، جیسے جود وسخا، حلم و حیا، تواضع اور برداشت، کسی کو تکلیف دینے سے باز رہنا، عفو و درگزر کرنا، غصے کو پی جانا اور دوسروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا اور میل ملاقات کرنا۔ یقیناً جب کوئی نفس ان اخلاقیات سے آراستہ اور عادی بن جاتا ہے تو اسباب مہیا ہو جانے کی وجہ سے یہ اخلاقیات لازمی طور

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6116]

پر اسے غصہ کرنے سے روکتے ہیں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مذکورہ فرمان سے مقصد یہ حکم دینا تھا کہ (اے سائل!) جب تمھیں غصہ آئے تو اس کا تقاضا پورا نہ کر، بلکہ اس غصے کے مطابق عمل کرنے کو ترک کرنے کے لیے اپنے نفس سے مجاہدہ کر۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی اپنے اس ارشاد کے ساتھ تعریف کی ہے:

﴿ وَإِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾ [الشوریٰ: 37]

''اور جب بھی غصے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں۔''

نیز اس فرمان کے ساتھ ان کی مدح کی:

﴿ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾ [آل عمران: 134]

''اور غصے کو پی جانے والے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ اس شخص کو جسے غصہ ہوتا، وہ اسباب و ذرائع اختیار کرنے کا حکم دیتے جو اس کے غصے کو دور کر دیں اور اسے سکون اور راحت پہنچائیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کو، جسے کسی نے گالی دی تھی اور وہ غصے میں آ گیا اور اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا، حکم دیا کہ وہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

آپ ﷺ نے یہ خبر دی کہ غصہ تو ابن آدم کے دل میں آگ کا ایک انگارا ہے، پس جو شخص غصہ محسوس کرے وہ لیٹ جائے۔ فرمایا:

« إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ إِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ »[1]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4782]

''جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آ جائے تو وہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، پھر اگر بیٹھ کر غصہ دور ہو جائے تو ٹھیک ہے، نہیں تو وہ لیٹ جائے۔''

نیز آپ ﷺ نے بتایا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی کے ساتھ بجھایا جاتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرے، نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرُعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ »[1]

''(کشتی وغیرہ میں کسی کو) پچھاڑنے والا بہادر نہیں ہے، بہادر تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو کنٹرول کرتے ہوئے اس پر قابو پا لے۔''

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں، جنھیں امام ابن رجب نے ''اربعین نوویہ'' کی سولھویں حدیث کی شرح کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ اس بنا پر ہم ہر مسلمان کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ان لڑائی جھگڑوں سے دور رہے جو غصہ بھڑکانے والے ہیں، پس جب اسے غصہ آئے تو وہ اپنی جگہ اور مقام تبدیل کرتا رہے، یہاں تک کہ اس کا غصہ دور ہو جائے، یا وہ اسباب و ذرائع اختیار کرے جن کی طرف مذکورہ احادیث اور اس طرح کی دیگر احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے راہنمائی فرمائی ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ الشرعیه في المسائل الطبية: 44/2)

394- ایک تند مزاج عورت جو اپنے غصے کی حالت میں بہت قسمیں اٹھاتی ہے

میں اسے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ غصہ نہ کیا کرے اور اپنے نفس کو قابو اور

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [6114] صحیح مسلم [2609/107]

کنٹرول میں لائے۔ ایک صحابی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے وصیت کیجیے! آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تَغْضَبْ » ''غصہ نہ کر۔''

اس صحابی نے کئی بار اپنا یہ سوال اور عرض دہرائی کہ مجھے وصیت کیجیے، آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی کہا:

« لَا تَغْضَبْ »[1] ''غصہ نہ کر۔''

غصہ تو آگ کا ایک انگارا ہے جسے شیطان انسان کے دل میں ڈالتا ہے تو اس کی رگیں پھول جاتی ہیں، اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور وہ جوش میں ہوش کھو کر ایسے کام کر گزرتا ہے جن پر بعد میں وہ نادم اور پشیمان ہوتا ہے، لہٰذا میں اس عورت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ غصہ نہ کیا کرے اور جب اسے ایسی حالت میں غصہ آئے کہ وہ کھڑی ہو تو وہ بیٹھ جائے، اور اگر بیٹھی ہو تو لیٹ جائے اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑے، حتی کہ اس کا غصہ جاتا رہے، پھر اگر غصے کے نتیجے میں وہ اپنی اولاد کے خلاف بد دعائیں کرے اور غیر ارادی طور پر قسمیں کھائے تو محض غصے اور طیش کی وجہ سے قسمیں اٹھانے کی صورت میں اس پر کسی قسم کا کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ﴾ [المائدة: 89]

''اللہ تم سے تمھاری قسموں میں لغو پر مؤاخذہ نہیں کرتا اور لیکن تم سے اس پر مؤاخذہ کرتا ہے جو تم نے پختہ ارادے سے قسمیں کھائیں۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6116]

یعنی جو قسمیں تم ارادتاً اٹھاؤ گے ان پر ہی بس تمھارا مؤاخذہ ہوگا، لیکن وہ قسمیں جو غیر ارادی طور پر زبان پر آجائیں اور وہ محض غصے وغیرہ کے نتیجے میں ہوں تو ایسی قسمیں منعقد ہوتی ہیں اور نہ ان کا کفارہ ہی ہوتا ہے، لیکن میں پھر اس عورت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ غصہ نہ کیا کرے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 6)

غیبت اور چغلی

395- غیبت کا معنی و مفہوم

جب نبی اکرم ﷺ سے غیبت کا معنی دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

《 اَلْغِيْبَةُ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ 》

”تمھارا اپنے بھائی کا کسی ایسا عیب کے ساتھ تذکرہ کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہوں غیبت ہے۔“

کہا گیا: اگر وہ عیب جو میں بیان کر رہا ہوں، اس میں موجود ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

《 إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ 》[1]

”اگر وہ عیب اس میں موجود ہو جو تم بیان کر رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب جو تم بیان کر رہے ہو اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔“

تو غیبت یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق (اس کی عیب جوئی والا) کلام کرنا، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے صراحت کی ہے کہ غیبت یہ ہے

---

[1] صحیح مسلم [2589/7]

کہ تمھارا اپنے بھائی کا کسی ایسے عیب کے ساتھ ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔
(الفوزان: المنتقیٰ: 492)

396- غیبت کا حکم

غیبت حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو غیبت کرنے سے منع کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحجرات: 12]

''اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ الْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ » [1]

''مومن پر دوسرے مومن کا خون، مال اور عزت حرام اور محترم ہیں۔''

پس غیبت حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور قابلِ نفرت کام ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 492/1)

---

[1] صحیح مسلم [2564/32]

397- غیبت کا کفارہ

جب تمھارا بھائی موجود نہ ہو اور تم اس کی عزت دری شروع کر دو اور اس کا اس انداز اور ایسے عیبوں کے ساتھ تذکرہ کرو جسے وہ ناپسند کرتا ہو، تو تم نے اپنے اس بھائی کی غیبت کی اور یہ غیبت کر کے تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ جب تم اپنے اس فعل پر پشیمان ہو کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توبہ کرو تو یقیناً توبہ کا دروازہ تو کھلا ہے، لیکن چونکہ اس گناہ کا تعلق مخلوق کے حق کے ساتھ ہے اور یہ حقوق العباد میں سے ایک شخص حق کی حق تلفی ہے تو اس گناہ سے توبہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تم اس حق والے سے جس کی تم نے حق تلفی کی ہے، معافی مانگو، پس تم پر واجب ہے کہ تم اپنے بھائی سے صلہ رحمی کرو اور اس کے سامنے اس کا تذکرہ کر کے اس سے معافی مانگو، الا یہ کہ جب اس بات کا خدشہ ہو کہ اسے غیبت کی خبر دینے سے فتنہ وفساد کھڑا ہوگا تو پھر بس اتنا ہی کافی ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو اور اس کی خوبیوں پر مدح و ثنا کرو، شاید اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمھیں معاف کر دے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 493/1)

398- غیبت کرنا کینہ پیدا کرنے کا سبب ہے

غیبت حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، خواہ وہ عیب (جس کا ذکر کر کے کسی شخص کی غیبت کی گئی ہو) اس شخص میں موجود ہو یا نہ ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے، جب غیبت کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا، فرمایا:

«ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ»

"تمھارا اپنے بھائی کا کسی عیب کے ساتھ ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔"

کہا گیا: اگر وہ عیب جو میں بیان کر رہا ہوں، اس میں موجود ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ »[1]

"اگر وہ عیب اس میں موجود ہو جو تم بیان کر رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب جو تم بیان کر رہے ہو اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔"

نیز آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اس رات جس میں آپ ﷺ کو سفر معراج پر لے جایا گیا، ایک ایسی قوم کو دیکھا کہ ان کے ناخن تانبے کے ہیں اور وہ ان کے ساتھ اپنے چہروں اور اپنے سینوں کو چھیل کر زخمی کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں دریافت کیا (کہ وہ کون لوگ ہیں؟) آپ ﷺ کو بتایا گیا یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتیں پامال کرتے ہیں۔[2] (ان کی غیبتیں اور چغلیاں کرتے ہیں)۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا۟ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحجرات: 12]

---

1. صحيح مسلم [2589/7]
2. سنن أبي داود، رقم الحديث [4878]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

لہٰذا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ غیبت سے پرہیز کرے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت بجا لاتے ہوئے دوسروں کو اس کے ترک کی تلقین کرے اور انھیں اپنے بھائیوں کی پردہ پوشی کرنے اور ان کے عیبوں کو ظاہر نہ کرنے کی تلقین کرے، کیونکہ غیبت بغض و عداوت اور کینہ پیدا کرنے اور معاشرہ میں اختلاف و افتراق پیدا کرنے کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ (ابن باز: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1613)

399- غیبت والی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنا

ایسے عیبوں کو بیان کر کے مسلمان کی عزتوں کو پامال کرنا جسے وہ ناپسند کرتے ہوں، ایک بہت بڑا گناہ اور منکر فعل ہے۔ یہ عمل غیبت شمار ہوتا ہے جو حرام ہی نہیں بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحجرات: 12]

”اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی

پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

نیز آپ ﷺ نے دریافت کیا:

«أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟» "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟"

تو انھوں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ»

"تمھارا اپنے بھائی کا کسی عیب کے ساتھ ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔"

کہا گیا: اگر وہ عیب جو میں بیان کر رہا ہوں، اس میں موجود ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُوْلُ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ» [1]

"اگر وہ عیب اس میں موجود ہو، جو تم بیان کر رہے ہو، تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ عیب، جو تم بیان کر رہے ہو، اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔"

نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ثابت ہے:

«لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَ يَقَعُوْنَ فِيْ أَعْرَاضِهِمْ» [2]

---

[1] صحيح مسلم [2589/7]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [4878]

''جب مجھے معراج کی رات اوپر (آسمانوں کی طرف) لے جایا گیا تو میرا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، اور وہ ان کے ساتھ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل کر زخمی کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتایا، یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور (غیبتوں اور چغلیوں کے ذریعے سے) لوگوں کی عزتیں پامال کرتے ہیں۔''

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

«إِنَّ أَرْبَى الرِّبَا الِاسْتِطَالَةُ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ» [1]

''یقیناً سب سے بڑا سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی عزت پر ناحق دست درازی اور زبان درازی کی جائے۔''

لہٰذا تم پر اور تمھارے علاوہ دیگر مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے شخص کے ساتھ مت بیٹھیں جو مسلمانوں کی غیبت کرتا ہے۔ اس کی مجلس چھوڑتے وقت اس کی غیبت کا انکار کرتے ہوئے اسے نصیحت کریں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [2]

''تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، پھر اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے روکے اور اگر وہ

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [4876]
2. صحيح مسلم: [49/78]

اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل (میں اسے برا جاننے) کے ساتھ (اسے روکے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

پھر اگر غیبت کرنے والا تمھاری بات نہ مانے تو اس کے ساتھ مجلس کرنا چھوڑ دو، کیونکہ یہ اس کے گناہ پر انکار ہے۔

(ابن باز: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1614)

400- عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بعض لوگوں کی جاسوسی کرنے اور چپکے سے ان کی باتیں سننے کا واقعہ منسوب کرنے کی حقیقت

سوال کیا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق، جو یہ بیان کیا جاتا ہے، صحیح ہے کہ انھوں نے ایک دفعہ ایک گھر کی دیوار پھلانگی تو دیکھا کہ وہاں پر کچھ لوگ شراب پی رہے ہیں۔ ان لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: ہم نے تو ایک گناہ کیا ہے، مگر آپ نے تین گناہ کیے ہیں: ایک تو یہ کہ آپ بلا اجازت گھر کے اندر چلے آئے۔ دوسرا یہ ہے کہ آپ دروازے کے راستے گھر میں داخل نہیں ہوئے اور تیسرا یہ کہ آپ نے ہماری جاسوسی کی ہے؟

جواب عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق تاریخ اور اُن کی سیرت کی کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے، ان سب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں تو مذکورہ قصے کا کوئی ثبوت نہیں ملا، پھر یہ قصہ ویسے بھی عمر رضی اللہ عنہ کے اخلاق اور ان کی سیرت کے موافق اور مناسب نہیں، یہ بات بڑی بعید ہے کہ اس طرح کے لوگ شراب پینے کا جرم کر رہے ہوں اور پھر وہ ان کے ساتھ اس جرأت سے بات کریں، بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ وہ اپنے اس جرم کے ارتکاب کی وجہ سے اور عمر رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبے کی وجہ سے شرمندہ ہوں اور انھیں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔ (اللجنة الدائمة: 7066)

401- غیبت سننے کا حکم

غیبت سننا حرام ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں ایک منکر اور برائی کا اقرار ہے، جبکہ غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اس کے مرتکب پر اس کا انکار اور رد کرنا واجب ہے۔ (اللجنة الدائمة: 16109)

402- صحابہ رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ» [1]

''میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے (خرچ کیے ہوئے) ایک مد اور نصف مد (کے ثواب) کو نہیں پہنچ سکتا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحشر: 10]

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3673] صحيح مسلم [2541/222]

ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب !یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ان میں سے کسی ایک کی خامیاں نکالنا اور عیب جوئی کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ان سے محبت کرنا، ان سے راضی و خوش ہونا اور ان کے لیے استغفار کرنا واجب اور ضروری ہے، کیونکہ ان کو گالیاں وہی دے سکتا ہے اور ان کی عیب جوئی وہی کر سکتا ہے جو گمراہ اور بدعتی ہو۔

(اللجنة الدائمة: 21368)

403- علماء پر لعن طعن کرنا

یہ ایک حرام عمل ہے۔ جب انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی مومن بھائی کی غیبت کرے، اگرچہ وہ عالم نہ ہو تو اس کے لیے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی غیبت کرے جو مومن بھی ہیں اور علماء بھی؟

انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کو اپنے مومن بھائیوں کی غیبت کرنے سے روک کر رکھے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحجرات: 12]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

جو شخص علماء پر لعن طعن کرنے کے فتنے میں مبتلا ہے، اسے آگاہ رہنا چاہیے کہ جب وہ عالم پر لعن طعن کرے گا، تو عنقریب ایسا ہوگا کہ اس کی یہ جسارت اس عالم کے بیان کردہ حق کو رد کرنے کا سبب بنے گی۔ حق کی اس تردید کا وبال اور اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اس عالم پر لعن طعن کیا ہے، کیونکہ عالم پر جرح اور تنقید صرف اس کی شخصیت پر جرح و تنقید نہیں ہے، بلکہ یہ تو محمد ﷺ کی وراثت پر تنقید ہے، اس لیے کہ علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ہیں، پس جب عالم پر تنقید و جرح اور لعن طعن کی جائے گی تو لوگوں کا اس علم سے اعتماد اٹھ جائے گا جو ان علماء کے پاس ہے اور جو انھیں رسول اللہ ﷺ سے وراثت میں ملا ہے، تب تو لوگوں کا اس شریعت پر کچھ اعتماد باقی نہ رہے گا، جس شریعت کی دعوت کا یہ عالم کام کر رہا ہے۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہر عالم معصوم عن الخطا ہے، بلکہ ہر انسان غلطی کا پتلا ہے۔ جب تم کسی عالم میں کوئی خطا اور غلطی ایسے معاملے میں مشاہدہ کرو جس کے متعلق تمھیں اس پر اعتماد تھا، تو اس سے ملاقات کرو اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اس معاملے کو سمجھ سمجھا لو، پھر اگر یہ ثابت ہو کہ وہ حق پر ہے تو تم پر واجب ہے

کہ تم اس کی بات مان لو اور اگر وہ مسئلہ تم پر واضح نہ ہو، بلکہ تمھیں اس کے موقف کی بھی گنجائش نظر آئے تو تم پر واجب ہے کہ تم اس مسئلے میں توقف اختیار کرو، اور اگر اس کے موقف کی گنجائش نہ ہو تو تم اس کے موقف سے بچو، کیونکہ خطا اور غلطی کا اقرار کرنا بھی جائز نہیں ہے، لیکن حسنِ نیت میں معروف عالم دین ہونے کی بنا پر اس پر تنقید اور لعن طعن کرنے سے باز رہو۔

اگر ہم ایسے علماء پر لعن طعن کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں جو اپنی حسنِ نیت میں معروف ہیں، لیکن ان کے فقہی مسائل میں کسی غلطی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہم ان پر تنقید کرنا چاہتے ہوں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہم کبار علماء پر تنقید اور لعن طعن کر رہے ہیں، لہٰذا وہی بات واجب ہے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے کہ جب تم کسی عالم میں کوئی غلطی دیکھو تو اس سے مناقشہ اور گفت وشنید کرو، پھر اگر یہ واضح ہو جائے کہ وہ ہی حق پر ہے تو اس کی بات مان لو، اور اگر تمھارا موقف درست ہے تو وہ تمھاری بات مان لے، یا پھر وہ معاملہ واضح نہ ہو پائے اور تمھارے درمیان بدستور اختلاف باقی رہے، تب بھی تم پر واجب ہے کہ تم اس پر تنقید اور لعن طعن نہ کرو، جو وہ کہتا ہے کہتا رہے اور جو تم کہتے ہو کہتے رہو۔

الحمد للہ یہ اختلافِ مسائل کچھ ہمارے دور ہی میں نہیں ہے، بلکہ یہ اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر ہمارے آج کے دور تک ہے۔ اگر خطا اور غلطی واضح ہو جائے، لیکن وہ عالم اپنے موقف کی فتح کے لیے اپنی بات پر ڈٹا رہے تو تم پر واجب ہے کہ تم اس کی غلطی کو واضح کرو اور اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرو، لیکن اس آدمی پر تنقید اور جرح کی بنیاد پر اور اس سے انتقام لینے کے ارادے سے نہیں بلکہ خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ، کیونکہ یہ عالم اس مسئلے کے

علاوہ جس میں تمھارا اس سے اختلاف ہے، دوسرے ایسے موقف بھی رکھتا اور بیان کرتا ہے جو بعینہٖ حق اور سچ ہیں۔ (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1620)

404- عصمت دری اور بے عزتی کا مطلب ومفہوم

عصمت دری اور بے عزتی میں کسی کی غیبت کرنا، چغلی کرنا اور ناحق کسی مسلمان پر تنقید اور جرح کرنا شامل ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ))[1]

''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون بہانا، اس کا مال ہتھیانا اور اس کی بے عزتی کرنا حرام ہے۔''

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا))[2]

''یقیناً تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح محترم ہیں، جس طرح تمھارے اس شہر اور تمھارے اس مہینے میں تمھارے اس دن کی حرمت ہے۔''

پس جب دنیا میں مظلوم کی داد رسی نہ کی جائے گی تو قیامت کے دن ظالم کی نیکیوں سے اس کا بدلہ دلوایا جائے گا، لہٰذا جو شخص اپنے اس بھائی سے معافی نہ مانگ سکے جس کی اس نے غیبت اور چغلی کی تو وہ انھی مجلسوں میں، جس میں وہ اس کی غیبت کرتا رہا، اب اس کی وہ پاکیزہ خوبیاں بیان کیا کرے،

---

[1] صحيح مسلم [2564/32]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [67] صحيح مسلم [1679/29]

جنھیں وہ جانتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے پکی توبہ کرے، اس سے امید کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے معافی مل جائے گی۔

(اللجنة الدائمة: 17688)

405- بچوں کی غیبت کرنا

سوال ایسے بچے کی غیبت کرنا جو ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچا ہے، اگر ہم اس کی غیبت کریں تو ہمارے ذمے اس کا گناہ لکھا جائے گا؟ خاص طور وہ چھوٹا بچہ، جس کی ہم غیبت کرتے ہیں، ہمیشہ سے ہمیں ایسا بھڑکانے کا سبب بنتا ہے، جس سے انسان آپے سے باہر ہو کر اسے گالیاں دینے لگتا ہے۔

جواب انسان کی غیر موجودگی میں اس کے کسی ایسے عیب کے ساتھ اس کا تذکرہ کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو، اسے غیبت کہتے ہیں، کیونکہ اس کا ارتکاب انسان کی غیر موجودگی میں ہوتا ہے، لیکن اگر وہ سامنے موجود ہو اور اس کی موجودگی میں اس کے کسی عیب کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے تو یہ غیبت نہیں کہلاتا ہے، بلکہ اسے سب وشتم اور گالی گلوچ کہتے ہیں۔ مناسب نہیں ہے کہ چھوٹے بچے کو گالی گلوچ کی جائے، بلکہ انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر اس کام سے روکے جس کا کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ کام قولی ہو یا فعلی۔ آداب عالیہ اور اخلاق فاضلہ کا حصہ ہے کہ وہ اپنے غیظ وغضب کو روکے، خاص طور پر بچوں کے حق میں، کیونکہ بچے جب اپنے ساتھ اس طرح کا گالی گلوچ اور غیظ و غضب والا معاملہ دیکھتے ہیں تو وہ بھی پلٹ کر ایسا ہی کرتے ہیں اور وہ اس معاملے میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتے، لہٰذا بچے کو گالی دینا بڑے کو گالی دینے کی طرح ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2)

406- کسی کی غیر موجودگی میں اس کی عادات کا تذکرہ کرنا

سوال بعض بہنیں کہتی ہیں: کسی عورت کا اس کی غیر موجودگی میں ان صفات کے ساتھ تذکرہ کرنا جائز ہے جن اوصاف سے وہ متصف ہے، خواہ وہ اس کی اچھی صفات اور عادات ہوں یا بری؟

جواب کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی اچھی صفات کا تذکرہ کرنا بہتر ہے، لیکن اس پر جرح اور تنقید کرنا تو حرام ہے، کیونکہ یہ غیبت ہے اور غیبت کبیرہ گناہوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس سے منع کیا ہے اور اس کی بہت بری مثال بیان کی ہے، چنانچہ اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ [الحجرات: 12]

''اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو۔''

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ))

''تمھارا اپنے بھائی کا (اس کی غیر موجودگی میں) اس کے کسی عیب کے ساتھ تذکرہ کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔''

لہٰذا کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے کسی عیب کے ساتھ تذکرہ کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ مخاطب کی خیر خواہی کی خاطر اس قسم کا تذکرہ کیا جائے تو

پھر دوسرے کی خیر خواہی کے لیے اس کی وہ صفات بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، جنھیں وہ ناپسند کرتا ہو۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے ان تین صحابیوں کے متعلق مشورہ کیا، جنھوں نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا، اور وہ تین صحابی یہ ہیں: ابو جہم، معاویہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

«أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ» ❶

''لیکن ابوجہم وہ تو عورتوں کو بہت زیادہ مارنے والا ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے:

«فَلَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ» ❷

''وہ اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں اتارتا۔''

یہ اس (ابوجہم) کے عورتوں کو کثرت سے مارنے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ انھیں لاٹھی کے ساتھ مارتا ہے، یا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اکثر سفروں پر رہتا ہے، کیونکہ غالباً مسافر لاٹھی اٹھا کر رکھتا ہے، خاص طور پر ان ایام میں جب اونٹوں پر سفر کیا جاتا تھا۔

«وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ، اِنْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ»

''رہا معاویہ تو وہ ایسا فقیر ہے کہ اس کے پاس مال ہی نہیں ہے (لہٰذا) تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔''

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہم اور معاویہ رضی اللہ عنہما کا ایسے اوصاف کے ساتھ ذکر کیا جن کے ساتھ اپنے اپنے ذکر کو وہ ناپسند کرتے تھے، لیکن یہ تذکرہ خیر

---

❶ صحیح مسلم [1480/47]

❷ صحیح مسلم [1840/36]

خواہی پر محمول کیا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص جرح و تنقید، تاریخ اور حدیث کے راویوں کے حالات بیان کرنے والی کتابوں میں ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ مسلمین اور ان کے عام لوگوں کی خیر خواہی کرنے میں شمار ہوتا ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 10)

407- فوت شدگان کا ان کے برے اعمال کے ساتھ تذکرہ کرنا

فوت شدگان کے برے اعمال کے ساتھ تذکرہ کرنے سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ أَفْضَوْا إِلٰى مَا قَدَّمُوْا))[1]

''فوت شدگان کو گالیاں مت دو، کیونکہ وہ اس انجام کو پہنچ چکے ہیں، جس کے انھوں نے اسباب فراہم کیے تھے۔''

لیکن اس کے بجائے انسان ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی دعا کرے، ہوسکتا ہے کہ اس کی ان کے حق میں کی ہوئی دعا قبول ہو جائے اور اللہ ان کو بخش دے اور انھیں معاف کر دے، لیکن اگر ان برے اعمال کا ذکر کرنا بھی پڑے تو پھر کسی شخص کو نامزد کر کے اور اس کی تعیین کر کے ذکر نہ کیا جائے، مثلاً سود سے خبردار کرتے ہوئے یوں کہا جائے:

''کیا تم نے اس قوم کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کے محارم کو پامال کیا اور سودی لین دین کرتے تھے، پھر وہ دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے اور ان کے وہ مال جو انھوں نے سود کے ذریعے سے حاصل کیے تھے، ان میں سے کوئی چیز ان کے ساتھ دفن نہ کی گئی، بلکہ انھوں نے وہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1393]

مال دوسروں کے لیے چھوڑ دیے، دوسروں کو مال مویشی مل گئے اور ان پر تاوان اور گناہوں کا بوجھ باقی رہ گیا۔“

اور اس سے ملتا جلتا کلام کیا جا سکتا ہے، جس کے ساتھ زندوں کو واعظ و نصیحت کی جائے، رہا کسی شخص کو نامزد اور اس کی تعیین کر کے اس کے عیبوں کا ذکر کرنا تو یہ جائز نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 28)

408- لوگوں پر تنقیدی تبصرہ کرنا اور ان کا مذاق اڑانا

سوال میرا ایک لڑکا ہے جو اکثر لوگوں پر تنقیدی تبصرے کرتا ہوا ان کے متعلق رائے زنی کرتا رہتا ہے۔ میں نے اسے بارہا منع کیا ہے کہ وہ کسی کے متعلق کوئی بات نہ کرے اور ان پر تبصرے یا غیبت کر کے یا ان کی نقل اتار کر اپنے دوستوں کو نہ ہنسایا کرے۔ میں نے اس کی وجہ سے اُس پر بڑی سختی کی ہے تو میرے عمل کا کیا حکم ہے؟

جواب انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسروں کو ہنسانے کی خاطر وہ لوگوں کا مذاق اڑائے، ان کی غیبت کرے، ان کی برائیاں بیان کرے اور ان کی عیب جوئی کرے، کیونکہ وہ اس پر راضی نہیں ہوں گے اور ویسے بھی یہ غیبت ہے، بلکہ غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحجرات: 12]

”اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی

پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں غیبت کی حقیقت بیان کی ہے:

((ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ))

''تمھارا اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے کسی ایسے عیب کے ساتھ ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اگر اس میں وہ عیب موجود ہو جس کا ہم ذکر کر رہے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ)) [1]

''اگر وہ عیب اس میں موجود ہو، جو تم بیان کر رہے ہو، تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب، جو تم بیان کر رہے ہو، اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔''

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کا مذاق اڑانے سے منع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ ﴾ [الحجرات: 11]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہو

[1] صحیح مسلم [2589/7]

سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے،
ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ۔"

یعنی تم ایک دوسرے کی برائیاں بیان کرو اور نہ ایک دوسرے کی عیب جوئی کرو۔ لوگوں کی حرکات وسکنات اور ان کے کلام کی نقل اتارنا خواہ وہ غائب ہوں یا موجود، جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کی اذیت رسانی ہے، جبکہ اللہ جل وعلا فرماتے ہیں:

﴿ وَيۡلٞ لِّكُلِّ هُمَزَةٖ لُّمَزَةٍ ﴾ [الهمزة: 1]

"بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔"

اور مذکورہ شخص جو غیبت اور عیب جوئی کرتا ہے، وہ حرام ہے، اس پر اللہ سے توبہ کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اور (اے سائلہ!) جو تم نے اس کے اس عمل کا انکار کیا ہے اور اس پر سختی کی ہے تو ایسا کرنا تم پر واجب تھا، تمھیں ایسے ہی کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ تمھیں اس پر اجر وثواب سے نوازا جائے گا، کیونکہ یہ ایک منکر کا انکار اور اس سے روکنا ہے اور تم پر اس معاملے میں کوئی الزام نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک ایسے منکر فعل کا انکار اور رد ہے، جس پر تمھیں ان شاء اللہ الرحمٰن اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 493/1)

409- ایک مسلمان کا حکمرانوں پر بہت زیادہ تنقید کرنے والوں کے پاس بیٹھنے کا حکم

اس مسلمان کو لائق یہ ہے کہ وہ ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے صحیح کام کی

طرف ان کی راہنمائی کرے اوران کے سامنے اس بات کی وضاحت کردے کہ وہ یہ کام کر کے گناہگار ہو رہے ہیں، پھر بھی اگر وہ اس منکر اور برے فعل کو جاری رکھیں تو اس قسم کی تنقید اور تبصرے کے وقت تم ان کی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرلو، اللہ تعالیٰ سب کو وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جسے وہ پسند کرتا اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 4510)

410- دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا

ایک مسلمان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرے، سیدھی راہ کی طرف اس کی راہ نمائی کرے، اسے بداخلاقی سے بچائے اور رحمدلی و نرمی کے ساتھ اسے دعوت دے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول حق کے لیے اس کا سینہ کھول دے اور اس کا دل فراخ کر دے۔ مسلمان کے اخلاق سے بعید ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی مصیبت پر ہنسا کرے اور نہ یہ مناسب ہے کہ وہ ان کی غلطیوں اور گناہوں کی ٹوہ اور تلاش میں لگا رہے۔ مکحول رحمہ اللہ نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ» [1]

''اپنے بھائی پر مت ہنسو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے (اور اسے اس مصیبت سے چھٹکارا عطا کر دے) اور تمھیں اس (مصیبت) میں مبتلا کر دے۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس حدیث کو امام بغوی رحمہ اللہ نے ''شرح السنۃ'' (141/13) میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [3506]

نے اس حدیث کے شاہد کی وجہ سے اسے حسن قرار دیا ہے، وہ شاہد جسے خالد بن معدان نے روایت کیا ہے:

«مَنْ غَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَفْعَلَهُ»[1]

''جس شخص نے اپنے کسی بھائی کو گناہ کی عار دلائی تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ میں ملوث نہ ہوجائے۔''

امام عجلونی رحمہ اللہ نے ''کشف الخفاء'' (365/2) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو ترمذی، ابن منیع، طبرانی اور ان کے علاوہ دیگر محدثین رحمہم اللہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: (یہ حدیث) حسن غریب ہے، اور اس کی سند متصل نہیں ہے۔ ابن منیع رحمہ اللہ نے کہا: انھوں نے (شارحین) کہا: یعنی کسی کو ایسے گناہ سے عار دلائی جس سے وہ توبہ کر چکا تھا۔ بیہقی میں یحییٰ بن جابر رحمہ اللہ کے واسطے سے مروی ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی عیب کی عار دلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس عیب میں مبتلا کرتا ہے۔ نیز صحیحین (بخاری و مسلم) میں عقیل اور ابن شہاب رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ سالم نے انھیں خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں خبر دی، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کے کام میں اس کی مدد

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2505]

کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں اس کی مدد کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان سے کسی مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی ایک مصیبت اس سے دور کر دے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا عیب چھپائے گا۔"

(اللجنة الدائمة: 19049)

411- یہ خیر خواہی ہے، غیبت نہیں

سوال ایک شخص نے لوگوں میں سے کسی کو ایک کام کی ذمہ داری سونپنے کا ارادہ کیا، اور جب اسے معلوم ہوا کہ یہ آدمی کئی لحاظ سے نا اہل ہونے کی وجہ سے اس کام کے لیے مناسب نہیں ہے، تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں اس پہلے آدمی کو دوسرے کے بعض عیبوں سے خبردار کروں اور کیا یہ عمل غیبت شمار ہوگا؟

جواب جب اس سے مقصود خیر خواہی ہو تو یہ غیبت نہیں ہوگی، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ» "دین سراپا خیر خواہی ہے۔"

دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کس کی خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ»[1]

"اللہ کے لیے اور اس کی کتاب، اس کے رسول ﷺ، ائمہ مسلمین اور تمام لوگوں کے لیے۔"

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ

[1] صحیح مسلم [55/95]

وَالنُّصحِ لِكُلِّ مُسلِمٍ»[1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے کی بیعت کی۔''

اور اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ وباللہ التوفیق

(ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1612)

412- صلح کرانے والے کی صفات

وہ حلم والا، اللہ کے تقویٰ والا، نیک اعمال بجا لانے والا اور ایک شخص کو دوسرے شخص سے انصاف لے کر دینے کی اہلیت رکھنے والا ہو، تاکہ وہ اللہ کے عطا کردہ علم، بصیرت، انصاف اور عاجزی و انکساری کے ذریعے سے لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ ثالثی کا فریضہ سرانجام دے سکے اور ان لوگوں کے درمیان، جن کے لیے شیطان نے اختلاف و افتراق کو مزین بنایا ہوا ہے، بیچ بچاؤ کروا سکے۔

اس میں جن صفات کا ہونا ضروی ہے ان میں کچھ مزید یہ ہیں: وہ کریم اور سخی ہو، لوگوں کی صلح کروانے کے لیے مال خرچ کر سکتا ہو۔ مصلح میں حسن اخلاق، عاجزی و انکساری، کرم اور سخاوت، پاکیزہ کلامی اور خوش کلامی کا ہونا اور بدکلامی کا نہ ہونا جیسی صفات بھی ہونی چاہییں۔

اسے چاہیے کہ وہ پاکیزہ کلامی، خوش اسلوبی، نرمی اور سخاوت و کرم کے ساتھ لوگوں میں صلح کروائے، اور جب دعوت ولیمہ کے انعقاد یا کسی کی مدد کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ مال خرچ کرے حتی کہ وہ صلح کروانے پر قادر ہو سکے۔

جن صفات کا صلح کے ساتھ تعلق ہے، وہ کچھ یوں ہیں: مال خرچ کرنا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [57] صحيح مسلم [56/97]

چاہے وہ قرض ہی کی شکل میں ہو، وہ دیت یا قرض وغیرہ کا ضامن بن کر اپنے ذمے لے لے اور دو قبیلوں یا دو قرابت داروں یا دو بھائیوں یا اس طرح کے دیگر دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اپنے بعض بھائیوں سے قرض اور تعاون لے لے۔ کبھی صلح مال کے خرچ کرنے کو چاہتی ہے، چاہے قرض اٹھا کر ہی مال خرچ کیا جائے اور جب صلح کی غرض سے کوئی تاوان وغیرہ اٹھا لیا جائے تو وہ اسے مال زکوۃ سے ادا کیا جائے، بہر حال لوگوں کے درمیان صلح کروانے والے کے حق میں لائق اور مناسب ہے کہ اس کے ساتھ تعاون کیا جائے، چاہے مال زکوۃ ہی سے سہی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ ـ وَذَكَرَ مِنْهُمْ ـ رَجُلًا تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ» [1]

''کسی شخص کے لیے مانگنا اور سوال کرنا حلال نہیں ہے، سوائے اس کے جو تین میں سے کوئی ایک ہو، اور آپ ﷺ نے ان میں ذکر کیا: ایک وہ آدمی جس نے (بغرض صلح) کوئی تاوان اٹھا لیا تو اس کے لیے سوال کرنا حلال ہو جاتا ہے حتی کہ اس کا تاوان پورا ہو جائے تو وہ سوال کرنے سے باز آ جائے۔'' (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 270/9)

413- فاسق آدمی سے لوگوں کو بچانا

سوال کیا بظاہر فاسق اور اپنے فسق میں معروف و مشہور شخص سے لوگوں

[1] صحیح مسلم [1044/109]

کو خبر دار کرنا اور بچانا غیبت شمار ہوگا؟ کیا اس کے متعلق انسان سے قیامت کے دن باز پرس کی جائے گی؟

جواب جب صورت واقع وہی ہے جو بیان کی گئی ہے اور اس آدمی کے عیبوں کو بیان کرنا محض لوگوں کو اس کے شر سے خبر دار کرنے اور بچانے کی غرض سے ہو تاکہ وہ شخص جو اس سے واقف نہیں، دھوکا نہ کھا جائے، تو یہ جائز ہے، لیکن اگر وہ دل بہلانے، اپنا غصہ نکالنے اور اس طرح کے دیگر مقاصد کے حصول کے طور پر ہو تو جائز نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 9895)

414- وہ مواقع جن میں کسی مسلمان کے بارے میں کلام کرنا حلال ہو اور غیبت شمار نہ ہو

غیبت یہ ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کا ان عیبوں اور خامیوں کے ساتھ تذکرہ کرے جن کے ساتھ وہ اپنا تذکرہ ناپسند کرتا ہو، لیکن کچھ مواقع ایسے ہیں جنھیں علما نے بیان کیا ہے، ان میں مسلمان اپنے بھائی کے متعلق مصلحت کی بنا پر کلام کر سکتا ہے۔

1. ظالم سے انصاف طلب کرتے ہوئے قاضی یا حاکم سے کلام کرے، مثلاً یہ کہے: فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔
2. فتویٰ طلب کرتے وقت فتویٰ لینے والا مفتی سے کہے: فلاں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، کیا اس کا میرے ساتھ ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟
3. اہل شر اور مشکوک افراد سے مسلمانوں کو خبر دار کرتے وقت جیسے مجروح راویوں اور گواہوں پر جرح اور تنقید کرنا۔
4. کسی شخص سے شادی بیاہ کرنے یا اس سے مشارکت کرنے یا اس کا پڑوس

اختیار کرنے کے لیے مشورہ طلب کرنا (اور جس سے مشورہ طلب کیا گیا اس کا اس شخص کے متعلق کلام کرنا)۔

5. علانیہ فسق و فجور کرنے والے کا ذکر کرنا اس فسق کے ساتھ جس کا وہ علی الاعلان ارتکاب کر رہا ہے۔

6. کسی شخص کا تعارف کروانا اس کے کسی ایسے لقب کے ساتھ جس میں وہ معروف ہو، بشرطیکہ اس کا وہ لقب ذکر کرنے سے اس کی عیب جوئی مقصود نہ ہو، جیسے اعمش (چوندھا) اعرج (لنگڑا)، اصم (بہرا) اور اس طرح کے دیگر القابات ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 10912)

415- منکرات کے مرتکب کی غیبت کرنے کے بجائے اسے نصیحت کرنا

سوال اگر میں کسی شخص کے متعلق یہ جانتا ہوں کہ وہ نماز ادا کرتا ہے اور نہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ ایسے برے اعمال کا ارتکاب کرتا ہے جو ہر لحاظ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں، تو کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اس کی غیبت کروں تاکہ میں لوگوں کے سامنے اس کی اصلیت واضح کرسکوں یا میرے لیے یہ جائز نہیں ہے؟

جواب سب سے پہلے تو تم پر یہ لازم ہے کہ تم اسے نصیحت کرو اور اسے وہ کام کرنے کا کہو جس کا اللہ نے اسے حکم دیا ہے اور تم اس کے ایسے فعل پر نکیر کرو، جس سے اللہ نے اسے منع کیا ہے، پھر اگر وہ تمھاری بات مان لے، اگرچہ تھوڑی تھوڑی ہی سہی تو حسبِ استطاعت اسے نصیحت کرنے کا کام جاری رکھو،

اور اگر تمھاری نصیحت کا اسے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو رہا تو حتی المقدور فتنے سے بچنے اور برائی سے دور رہنے کے لیے اس سے کنارہ کشی کرو۔

پھر اس کے بعد تمھارے لیے ضروری ہے کہ وہ واجبات و فرائض میں جن کوتاہیوں کا مرتکب ہوتا ہے اور جو غلط کام وہ کرتا ہے تم بوقت ضرورت اسے نصیحت کرتے اور یاد دہانی کرواتے رہو اور اس کا یوں تعارف کرواتے ہوئے لوگوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھو، اور جب کوئی شخص اس سے شادی وغیرہ کا معاملہ کرنا چاہے یا اس سے شراکت کرنے یا اس سے کوئی کام اور خدمت لینے کا ارادہ کرے اور وہ تم سے اس کے متعلق مشورہ کرے یا تم کسی شخص کے متعلق یہ خدشہ محسوس کرو کہ اسے اس شخص کی طرف سے کسی شر کے پہنچنے یا اس کے جال میں پھنس جانے کا ڈر ہے تو تم پر واجب ہے کہ تم اس کی صورت حال واضح کرو، تاکہ اہل خیر اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ اس میں تیرا ارادہ صرف یہ ہو کہ یہ شخص لوگوں کے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے سے عبرت حاصل کرے گا اور اپنی اصلاح کر لے گا، لیکن تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اپنی اور لوگوں کی تفریح طبع اور مجالس میں ایک لطیفے کے طور پر اس کی بدکرداری کا تذکرہ کیا کرو اور نہ تمھارے لیے یہ جائز ہے کہ تم اس کی حالت کو مزید بدنما بنانے کے لیے اور اس پر طعن و تشنیع کرنے کے لیے اس کے ذمے ایسے منکرات لگاؤ جن کا اس نے ارتکاب نہیں کیا ہے، یقیناً یہ جھوٹ اور بہتان ہوگا اور اس سے نبی اکرم ﷺ نے منع کر رکھا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 1607)

416- نکاح کرنے والوں کی حقیقت بیان کرنا

سوال خاطب (نکاح کا پیغام دینے والے) یا مخطوبہ وہ عورت جسے نکاح

کا پیغام دیا جائے کے تعارف میں جو کچھ بیان کیا جائے کیا وہ غیبت شمار ہوتا ہے؟

جواب خاطب یا مخطوبہ کا تعارف کروانے اور ان دونوں کی خیر خواہی کرنے کے لیے ان کے اوصاف کا ذکر کرنا، تاکہ شادی کے بندھن میں بندھنے سے پہلے ہر ایک دوسرے کے متعلق باخبر ہو جائے، یہ وہ غیبت شمار نہیں ہوگا جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہوا ہے، بلکہ یہ تو وہ نصیحت اور خیر خواہی ہے جس کے متعلق حدیث میں یہ حکم موجود ہے:

«اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ، اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ، اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ»

''دین سراپا خیر خواہی ہے، دین سراسر خیر خواہی ہے، دین نام ہی خیر خواہی کا ہے۔''

یہ تو خیر و بھلائی اور نیکی پر وہ تعاون ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی ﴾ [المائدۃ: 2]

''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔''

(اللجنۃ الدائمۃ: 6316)

417- نافرمانیوں کے مرتکب کے متعلق گفتگو کرنا

جب تم مذکورہ لوگوں اور ان جیسے دیگر لوگوں کے متعلق دل لگی اور ہنسی مذاق کے طور پر یا تفریح کی خاطر یا حاضرین مجلس کو ہنسانے کے لیے گفتگو کرو گے تو یہی ہے وہ غیبت جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں برائی کو پھیلانے اور دلوں کو اس برائی سے بہلانے کی خرابی پائی جاتی ہے اور اس سے دل مردہ ہو جاتے ہیں، غیرت نام کو نہیں رہتی ہے اور بداخلاقی عام ہو جاتی ہے۔

اور اگر اس کے متعلق یہ کلام اس کا تعارف کروانے اور اس کے متعلق حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے ہو مثلاً لوگوں کو اس کے شر سے بچایا جاسکے اور اس سے روایت لینے، اس کو اپنا ساتھی بنانے، اس سے کوئی معاملہ کرنے اور اس سے رشتہ داری قائم کرنے سے کنارہ کشی کی جائے تو پھر یہ کلام حرام اور ناجائز نہیں ہے۔ (اللجنۃ الدائمۃ: 8895)

418- نام لیے بغیر کسی حقیقی واقعہ کا بیان

اگر وہ واقعہ برا ہو اور اس واقعہ کے احوال کے متعلق ایسے قرائن و شواہد اس میں نہ ہوں جن سے اس واقعہ کے کردار متعین یا واضح ہوتے ہوں تو یہ غیبت نہیں ہے، لیکن اگر اس واقعہ کے بیان سے کوئی بد اخلاقی پھیلتی ہو یا وہ کسی شر و فساد کا ذریعہ بنتا ہو تو اس کو بیان کرنا حرام ہے، اگرچہ وہ غیبت نہیں ہے۔
(اللجنۃ الدائمۃ: 10896)

419- عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ اختلاف کو بیان کرنا

جب یہ عورت اپنے خاوند کے متعلق وہ باتیں کرتی ہو جنھیں اس کا خاوند ناپسند کرتا ہو تو یہی وہ غیبت ہے جس سے شریعت اسلامیہ نے منع کر رکھا ہے۔ اس عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس سے پکی اور سچی توبہ کرے اور اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان جو جھگڑا ہوا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھے اور اپنے خاوند کے ساتھ حسن سلوک کر کے اور اس معاملے پر صبر کر کے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرے اور اپنے بچوں یا دوسرے لوگوں کے سامنے ان اختلافات کا چرچا نہ کرے جو اس کے شوہر اور اس کے درمیان

واقع ہوئے ہیں، کیونکہ یہ تو برائی کا علاج برائی کے ساتھ کرنے کی قبیل سے ہے اور اختلاف کا دائرہ وسیع کرنے کے مترادف ہے، نیز اس کا ایک نقصان یہ ہوگا کہ اولاد کے دلوں میں اپنے باپ کی نفرت پیدا ہوگی اور وہ اس سے اختلاف کریں گے، اس سے قطع تعلقی کریں گے اور پھر اس کی نافرمانی کرنے پر دلیر اور آمادہ ہوجائیں گے۔ (اللجنة الدائمة: 20721)

420- دل میں کسی کے عیب یاد کرنا

سوال جب کوئی شخص مجھے غصہ دلاتا ہے تو میں بعض اوقات اپنے دل میں ان عیبوں کے متعلق گفتگو کرتا ہوں جو اس شخص میں موجود ہیں۔ میں محض قلبی تسکین کی خاطر ایسا کرتا ہوں تو کیا اس میں مَیں گناہگار ہوں اور کیا یہ غیبت شمار ہوگی؟

جواب تمھارا اپنے بھائی کے عیبوں کے متعلق اپنے دل میں باتیں کرنا غیبت شمار نہیں ہوگا، لیکن اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ تم اس سے پرہیز کرو اور کنارہ کشی اختیار کرو اور اپنے بھائی کے ان عیبوں کو بھلانے کی کوشش کرو، جن کے ذریعے سے اس نے تم سے بدسلوکی کی ہے، لیکن اگر انسان اپنے بھائی کے عیبوں کو اسے نصیحت کرنے کی غرض سے یاد کرے تو یہ اچھی بات ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہ اپنے بھائی کے عیبوں کو اس لیے یاد کرے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت، بغض اور کینہ باقی رہے تو یہ ایک غلطی ہے، انسان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے، لیکن یہ وہ غیبت شمار نہیں ہوگی جو کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 24)

421- بیوی کا اپنے گھر والوں سے اپنے شوہر کا شکوہ کرنا

یہ غیبت اور چغلی شمار نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ﴾

[النساء: 148]

''اللہ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو۔''

پس جس شخص پر ظلم کیا گیا ہو، اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایسے شخص کے سامنے ظلم کی یہ داستاں بیان جو اس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 28)

422- غیبت اور بہتان میں فرق

رسول اللہ ﷺ نے غیبت کی حقیقت اپنے اس فرمان میں بیان کی ہے:

((ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ))

''تمھارا اپنے بھائی کا کسی عیب کے ساتھ ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔''

یعنی وہ عیب بیان کرنا جن کا تعلق اس کی خلقت سے ہو یا اس کے خلق سے، چنانچہ تمھارا اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کا کسی عیب کے ساتھ تذکرہ کرنا ہی غیبت ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں ایسا کرنے کی وجہ سے اسے ''غیبت'' کہتے ہیں، لیکن اگر تم اس کی ناپسندیدہ باتوں کو اس کے سامنے بیان کرو تو یہ سب وشتم اور گالی گلوچ ہوگی اور یہ اس صورت میں ہے جب اس کے اندر واقعی وہ عیب موجود ہوں، جن کے ساتھ تم اس کا اس کی موجودگی یا غیر

موجودگی میں ذکر کر رہے ہو، لیکن اگر اس میں وہ عیب نہ پائے جائیں تو یہ بہتان یعنی جھوٹ شمار ہوگا، اسی لیے رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: اگر وہ عیب جسے میں بیان کر رہا ہوں اس شخص کے اندر موجود ہوں؟ (پھر تو غیبت نہیں ہوگی، جیسا کہ آج بھی لوگ غیبت کے جواز میں اس قسم کی دلیل دیا کرتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ» [1]

"اگر وہ عیب اس میں موجود ہو جو تم بیان کر رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب جو تم بیان کر رہے ہو اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔"

مذکورہ گفتگو کی روشنی میں غیبت اور بہتان کا فرق کچھ یوں ہے کہ غیبت تو وہ ہے کہ وہ آدمی جس کی غیر موجودگی میں اس کے جس عیب کو بیان کیا گیا ہے، اس میں وہ عیب موجود ہو، اور بہتان یہ ہے کہ کسی کے حوالے سے بیان کردہ عیب اس میں موجود نہ ہو، بلکہ جھوٹ بول کر اس پر بہتان لگایا جائے، اس وقت یہ صورت حال غیبت اور بہتان کا مرکب اور مجموعہ بن جائے گی۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2)

423- "نمیمہ" (چغلی) کا مطلب و مفہوم

"نمیمہ" کا مطلب ہے چغل خوری کرنے اور لوگوں کے درمیان فساد برپا کرنے کی خاطر باتوں کو اِدھر اُدھر منتقل کرنا اور بیان کرنا۔

(اللجنة الدائمة: 12721)

[1] صحيح مسلم [2589/7]

424- چغل خوری کا حکم اور اس کے نقصانات

چغلی کا مطلب ہے انسان کا لوگوں کے درمیان فساد برپا کرنے کے لیے ان کا کلام ایک دوسرے کے سامنے پیش کرنا۔ مثلاً وہ کسی شخص کے پاس جا کر کہے: فلاں آدمی نے تیرے متعلق یہ بات کی ہے، فلاں شخص نے تیرے بارے میں یہ بات کہی ہے اور مقصد اس کا محض مسلمانوں میں عداوت اور دشمنی پیدا کرنا ہو تو یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، چنانچہ بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے حدیث مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا:

« أَمَا أَنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَتَنَزَّهُ مِنَ الْبَوْلِ »

''ان دو قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ دونوں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیے جا رہے، ان میں سے ایک تو چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا۔''

راوی کہتے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز ٹہنی منگوائی اور اسے دو حصوں میں تقسیم کیا اور پھر اس قبر میں بھی ایک ٹہنی گاڑھ دی اور اس قبر میں بھی ایک شاخ اور ٹہنی گاڑھ دی۔ لوگوں نے دریافت کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا »[1]

''شاید کہ ان ٹہنیوں کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحديث [218] صحیح مسلم [292/111]

کر دی جائے۔''

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))

''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔''

سو اس بنا پر مومن پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ چغلی سے پرہیز کرے اور اس سے کنارہ کش رہے۔ چغل خوری کے نقصانات جو چغل خور کو ہوتے ہیں وہی ہیں جو میں نے ابھی بیان کیے ہیں، رہے وہ نقصانات جو اس کی وجہ سے معاشرے کو ہوتے ہیں تو وہ لوگوں کے درمیان اختلاف و تفریق اور فتنہ و فساد کا برپا ہونا ہے۔ (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1758)

425- چغل خور کے ساتھ مجلس کرنا اور اٹھنا بیٹھنا

سوال ایک جماعت ہے جس میں بیٹھنے والے غیبت، چغلی اور تاش وغیرہ کھیل کر محظوظ ہوتے ہیں۔ کیا ان کے ساتھ مجلس کرنا جائز ہے؟ معلوم رہے کہ وہ میرے تعلق دار ہیں، ان میں سے اکثر کے ساتھ میرا بھائی چارا اور دوستی وغیرہ کا ناتا ہے؟

جواب اس جماعت کے لوگ جو اپنے مردہ بھائیوں کا گوشت کھا کر محظوظ ہوتے ہیں، درحقیقت یہ بے وقوف لوگ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ [الحجرات: 12]

''اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی

پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو۔''

پس اس جماعت کے افراد جو۔العیاذ باللہ۔ اپنی مجلسوں میں (مردہ) لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں (غیبت کرتے ہیں) یہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

لٰہذا تمھارے ذمے واجب ہے کہ تم انھیں نصیحت کرو۔ اگر تو وہ تمھاری بات مان کر ان گناہوں سے باز آجائیں جن کے وہ مرتکب ہوتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ تم پر واجب ہے کہ تم ان سے کنارہ کشی کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴾ [النساء: 140]

''اور بلاشبہ اس نے تم پر کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں۔ بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہو، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

تو جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو، جو اللہ کی آیات سے کفر ہوتا ہوا اور ان سے مذاق ہوتا ہوا سنتے ہیں، ان کے حکم میں قرار دیا ہے جو اللہ کی آیات کا کفر کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، باوجودیکہ اللہ کی آیات سے کفر اور ان کا

مذاق بہت بڑا گناہ ہے جو آدمی کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے تو یقیناً جو ایسے نافرمانوں کے ساتھ مجلس کرتا ہے تو یہ بھی ان لوگوں کی طرح ہی ہوگا، اس بنا پر اس مجلس میں بیٹھنے والا، جس مجلس میں غیبت ہوتی ہے، گناہ گار ہونے میں غیبت کرنے والے کی طرح ہی ہے، لہٰذا تم پر واجب اور ضروری ہے کہ تم ان کی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے ان کے پاس مت بیٹھو اور رہی تمھاری ان کے ساتھ مضبوط تعلق داری تو یہ تعلق داری قیامت کے دن تمھارے کسی کام نہ آئے گی، اور نہ اس وقت ہی تمھارے کسی کام آئے گی جب تم اپنی قبر میں تنہا ہی دفن کر دیے جاؤ گے۔ عنقریب تم ان کو یا وہ تمھیں چھوڑنے والے ہیں، پھر ہر شخص کو اپنے عمل کا اکیلے ہی حساب دینا ہوگا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴾

[الزخرف: 67]

''سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔'' (ابن عثیمین: فتاویٰ علماء البلد الحرام: 1610)

426- رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا'' کا مطلب

یہ حدیث ان وعید والی احادیث میں سے ہے جنھیں اپنے ظاہری مفہوم پر پر محمول کیا جاتا ہے اور ان کی تاویل نہیں کی جاتی۔ یہ حدیث چغل خوری کی مذمت اور اس شخص کی مذمت پر دلالت کرتی ہے، جو شخص اس بد خلقی میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ بات معلوم و معروف ہے کہ ہر وہ گناہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے

سوا ہے، وہ اللہ کی مشیت پر منحصر ہے، چاہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس گناہگار کو معاف کر دے، بشرطیکہ اس کی موت توحید اور ایمان کی حالت پر واقع ہوئی ہو اور اگر چاہے تو اس کی نافرمانی کے برابر اسے عذاب اور سزا دے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہوجائے گا، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عقیدہ توحید اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو، جیسا کہ خارجیوں اور معتزلیوں کے برخلاف کتاب و سنت کی نصوص اور اسلاف امت کے اجماع کے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 16362)

فخر اور تکبر

427- تکبر کی تعریف

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں تکبر کی تفسیر بیان کی ہے:

((بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ))[1]

''حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔''

حدیث کے الفاظ ((بَطَرُ الْحَقِّ)) کا مطلب ہے حق کو رد کرنا۔ مثلاً ایک شخص کوئی بات کہے تو اسے کہا جائے: نبی اکرم ﷺ نے ایسے ایسے ارشاد فرمایا ہے، یعنی اس شخص کی بات کے برعکس اور اس کے خلاف، لیکن وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو رد کر دے اور اپنی بات پر ڈٹا رہے، یہی عمل تکبر ہے، بلکہ تکبر کی انواع و اقسام میں سے یہ سب سے بڑا تکبر ہے، کیونکہ اس کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو رد کر دیا جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر کہا جائے: اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے، یعنی اس شخص کے قول کے خلاف اور برعکس، مگر وہ شخص اپنی بات ہی پر اصرار کرے اور ڈٹا رہے تو یہ نہ صرف تکبر ہے بلکہ تکبر کی سب سے بڑی قسم ہے، کیونکہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان کا رد ہے۔ یہ تکبر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، جسے ''ردِ حق'' کہتے ہیں۔

[1] صحیح مسلم [91/147]

ایسے ہی اگر کوئی شخص احکام شرعیہ میں سے کسی حکم میں اجتہاد کر رہا ہو، پھر مناقشہ اور گفتگو یہ واضح کرے کہ حق اس کے قول کے برعکس ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے قول پر اصرار کرتا ہوا ڈٹا رہے تو یہ بھی تکبر ہی کے زمرے میں آتا ہے۔

حدیث کا دوسرا حصہ ((غَمْطُ النَّاسِ)) کا مطلب ہے کہ کسی شخص کا لوگوں کو یوں حقیر اور ذلیل سمجھنا کہ وہ انھیں کچھ بھی نہ سمجھے اور وہ سمجھے کہ میں تمام لوگوں پر فوقیت رکھتا ہوں، یہ بھی تکبر ہی میں سے ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ زمین پر اکڑ کر چلے اور اپنے آپ کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی بلند سمجھے اور لوگوں کو کنوؤں کے پیندوں میں سمجھے۔ یہ تکبر کے زمرے میں آتا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ))

''یقیناً اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، مگر تکبر حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''

بنا بریں انسان کا اپنے جسم پر موجود کپڑوں کو خوبصورت بنانا اور خوبصورت جوتے پہننا کسی لحاظ سے بھی تکبر نہیں ہے، الا یہ کہ انسان کے اندر وہ چیز پائی جائے جس کی طرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے ساتھ حقیر جاننے لگے، یعنی جس نے اس طرح کے کپڑے نہیں پہنے اسے حقیر سمجھے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 4)

428- تکبر کا علاج اور انکساری کے حصول کا طریقہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ تکبر سے پرہیز کرے اور عاجزی و انکساری اختیار کرے۔ فرمانِ نبوی ہے:

«مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ دَرَجَةً رَفَعَهُ اللّٰهُ دَرَجَةً» [1]

”جس شخص نے اللہ کے لیے ایک درجہ عاجزی کی، اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دے گا۔“

اور جو شخص تکبر کرے گا وہ اس خطرے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔

ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا لباس اور جوتا خوبصورت ہو، کیا یہ بھی تکبر کا حصہ ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ»

”یقیناً اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، مگر تکبر حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔“

«بَطَرُ الْحَقِّ» کا مطلب ہے حق کو رد کرنا۔ یعنی جب حق انسان کی خواہش اور مرضی کے خلاف ہو تو اسے رد کر دینا اور «غَمْطُ النَّاسِ» کا مطلب ہے لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ لوگ انسان کی نگاہ میں اس سے پست ہوں، اس لیے وہ انھیں حقیر سمجھے اور اپنے آپ کو یا تو فصاحت و بلاغت کی وجہ سے یا اپنی مالداری و تونگری کی وجہ سے یا اپنی تنخواہ اور وظیفے کی وجہ سے یا دیگر اسباب کی وجہ سے برتر سمجھے۔ کبھی وہ خود فقیر بھی ہوتا ہے، لیکن وہ اپنے آپ

---

[1] الحلیة [46/8]

کو لوگوں سے برتر ہی سمجھتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ» [1]

”تین طرح کے آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا اور نہ انھیں (گناہوں سے) پاکیزگی عطا کرے گا اور نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا (ان میں سے ایک) بوڑھا زانی (ہے اور دوسرا) جھوٹا بادشاہ اور (تیسرا) تکبر کرنے والا فقیر ہے۔“

حدیث میں جو لفظ ”عَائِلٌ“ استعمال ہوا ہے اس کا مطلب ہے فقیر جو اپنے فقر و فاقہ کے باوجود تکبر کرتا اور تکبر کی بیماری میں مبتلا ہے، تکبر کرنے پر تو انسان کا مال اور تونگری و امیری اکسایا کرتی ہے، مگر یہ فقیر ہو کر بھی تکبر کرتا ہے تو ثابت ہوا کہ تکبر کرنا اس کی انتہائی بری عادت ہے۔

عاجزی و انکساری کا مطلب ہے نرم مزاجی اور خوش اخلاقی اور لوگوں پر اپنی برتری کو نہ جتانا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا» [1]

”یقیناً تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن مقام و مرتبے میں میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو تم میں

---

[1] صحيح مسلم [107/173]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [2018]

اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے۔‘‘

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ)) [1] ’’نیکی حسن خلق کا نام ہے۔‘‘

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی عظمت کو یاد رکھے، نیز وہ یہ یاد رکھے کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے اسے مال عطا کیا ہے، اس کا وظیفہ اور تنخواہ مقرر کی ہے، اس کو مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے، اسے خوبصورت چہرہ یا اس طرح کی دیگر نعمتیں عطا کی ہیں۔ وہ یہ بھی یاد رکھے کہ ان نعمتوں کا شکریہ اس طرح ادا ہوگا کہ وہ عاجزی و انکساری اختیار کرے اور تکبر نہ کرے، وہ مال یا تنخواہ یا حسب ونسب یا خوبصورتی یا قوت یا اس کے علاوہ کسی چیز پر تکبر نہ کرے، بلکہ یہ یاد رکھے کہ یہ چیزیں اللہ کی نعمتوں میں سے ہیں اور ان نعمتوں کے شکریے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرے، اپنے نفس کو حقیر سمجھے، اپنے بھائیوں پر تکبر نہ کرے اور ان پر اپنی برتری نہ جتائے، کیونکہ تکبر انسان کو ظلم کرنے، جھوٹ بولنے اور قول و عمل میں عدمِ انصاف پر ابھارتا اور اکساتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اپنے بھائی سے مال یا جمال یا تنخواہ یا نسب یا دیگر اشیاء کی بنا پر برتر سمجھتا ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ)) [2]

’’حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا تکبر ہے۔‘‘

یعنی حق کو اپنی خواہش اور مرضی کے خلاف دیکھ کر اس کی مخالفت کرنا اور اسے رد کر دینا تکبر ہے، اور ((غَمْطُ النَّاسِ)) کا مطلب ہے: لوگوں کو حقیر اور

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2389]

[2] صحيح مسلم [91/147]

ذلیل سمجھنا، انھیں اپنے سے کمتر سمجھنا اور ان کو اس لائق نہ سمجھنا کہ وہ ان سے انصاف کرے یا انھیں سلام کرنے میں پہل کرے یا ان کی دعوت کو قبول کرے یا اس قسم کے دیگر کام کرے۔

جب انسان اپنی کمزوری کو یاد رکھے کہ وہ حقیر پانی کے ضعیف نطفے سے پیدا ہوا ہے اور وہ قضائے حاجت کے لیے حمام (Toilet) جانے کا محتاج ہے، وہ ادھر (منہ) سے کھاتا ہے اور ادھر (پشت) سے نکل جاتا ہے، اور وہ یہ بھی یاد رکھے کہ اگر وہ اللہ کی اطاعت پر قائم نہیں رہے گا تو وہ آگ میں داخل ہوگا، جس سے اس کے ضعف اور کمزوری کا پتا چلتا ہے کہ وہ مسکین ہے، تکبر کرنا اس کے لائق اور جائز نہیں ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 267/9)

429- تکبر کے متعلق ایک حدیث کی وضاحت

سوال حدیث: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» ''جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ جنت میں داخلے کی نفی دو قسموں پر مشتمل ہے:

① اگر اس کا یہ تکبر اس طرح کا ہو کہ تکبر سے اس کا کفر اور اسلام سے خارج ہونا لازم آتا ہو، مثلاً وہ اللہ کی شریعت سے تکبر کرے اور ساری شریعت کو یا اس کے بعض حصے کو رد کر دے تو اس صورت میں تکبر کی وجہ سے دخولِ

جنت سے نفی جنت میں کلی طور پر دخول کی نفی ہے، کیونکہ کافر کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس کا ٹھکانا تو آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

۲ اگر اس کا تکبر مخلوق کے خلاف ہو اور لوگوں کے حوالے سے جو اس پر ذمہ داریاں ہیں ان کو پورا نہ کرنے کے حوالے سے تکبر ہو، اللہ کی شریعت کو رد کرنے والا تکبر نہ ہو، بلکہ سرکشی اور گناہ والا تکبر ہو تو اس وقت جنت میں دخول کی نفی کامل دخول کی نفی ہوگی، یعنی وہ اس وقت تک کامل طور پر جنت میں داخل نہیں ہوگا، جب تک لوگوں کے حقوق ضائع کرنے پر اسے سزا نہیں دی جاتی اور اس کا محاسبہ نہیں کیا جاتا، کیونکہ لوگوں کے حقوق کو مکمل طور پر پورا کرنا اور ان کا بدلہ دلوانا لازم اور ضروری ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 4)

جھوٹ

430- زبان کی آفتیں اور خرابیاں

زبان کی آفت ہر وہ کلام ہے جو شریعت کے مخالف ہو اور وہ کلام شریعت کا مکلّف آدمی کر رہا ہو۔ یہ کلام یا تو کفر ہوتا ہے، جیسے اللہ کو گالی دینا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں جو کچھ بیان کیا ہے، اس کو جھٹلانا اور اس کی تکذیب کرنا۔ یا وہ کلام فسق و فجور اور معصیت و نافرمانی پر مشتمل ہوگا، جیسے جھوٹ بولنا، چغلی کھانا، غیبت کرنا، ٹھٹھا کرنا، مذاق اڑانا، تہمت لگانا، جھوٹی گواہی دینا اور (گناہ میں ڈبونے والی) جھوٹی قسم کھانا۔ (اللجنة الدائمة: 18534)

431- کثرتِ کلام

جب تم سے صادر ہونے والا کلام اور فضول کلام کرنے کے سبب سے ہو تو تمھارے لیے اس سے باز آنا، زبان کی حفاظت میں اسلامی آداب کو ملحوظ رکھنا اور اسے شریعت مطہرہ کی لگام دینا ضروری اور لازمی ہے۔ اس سلسلے میں تمھیں ان شاء اللہ اس کا مطالعہ کرنے سے فائدہ حاصل ہوگا، جو کچھ اہلِ علم نے آداب شرعیہ کے ضمن میں اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے، لیکن اگر کثرتِ کلام اوہام اور وساوس کے نتیجے میں ہو تو اس کی طرف التفات نہ کرو،

کیونکہ وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

لہٰذا ہم تمھیں گفتگو میں میانہ روی اختیار کرنے اور زبان کی حفاظت کرنے کی نصیحت کرتے ہیں، تاکہ تمھیں اپنے دین و دنیا میں سلامتی حاصل ہو، نیز تمھیں نصیحت کرتے ہیں کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے استغفار کیا کرو اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔ (اللجنة الدائمة: 18289)

432- جھوٹ منافقین کی صفت ہے

مومن کے اخلاق سے بعید ہے کہ وہ جھوٹ بولا کرے، بلکہ جھوٹ بولنا منافقوں کی نشانیوں اور علامات میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [المنافقون: 1]

''جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔''

اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)) [1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [33] صحيح مسلم [59/107]

”منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اسے کوئی چیز امانت دی جائے تو وہ خیانت کرے۔“

لہٰذا کسی کے لیے دین و دنیا کے امور میں سے کسی معاملے میں جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ دینی امور میں جھوٹ بولنا زیادہ بڑا گناہ ہے، جیسا کہ بعض لوگ یہ کام کرتے ہیں کہ وہ جھوٹ اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے علماء کی طرف ایسے اقوال منسوب کرتے ہیں جو انھوں نے کہے نہیں ہوتے اور ایسے فتوے ان کے ذمے لگاتے ہیں جو انھوں نے فتوے نہیں دیے ہوتے، لیکن اس کا قصد و ارادہ صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے قول کو کسی عالم کی طرف منسوب قول یا فتوے کے ساتھ ملا کر اپنے قول کو قابل قدر بنائے۔ یہ کام بڑا ضرر رساں اور اس کا خطرہ بہت زیادہ ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5)

433- جھوٹ کی تقسیم: سفید اور سیاہ جھوٹ

یہ ایک باطل اور غلط تقسیم ہے، کیونکہ جھوٹ تو تمام کا تمام سیاہ ہوتا ہے، لیکن جب اس پر کوئی بڑا ضرر مرتب ہوتا ہے تو اس کی سیاہی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 14)

434- اپریل فول کی شرعی حیثیت

یکم اپریل کو (اپریل فول مناتے ہوئے) بعض بیوقوف جو جھوٹ بولا کرتے ہیں، میں اپنے مسلمان بھائیوں کو اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں۔ یہ وہ جھوٹ ہے جو ان بیوقوفوں نے یہودیوں، نصرانیوں، مجوسیوں اور کافروں سے

سیکھا ہے، اس کے جھوٹ ہونے کے ساتھ ساتھ، جو جھوٹ شرعاً حرام ہے، اس میں غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کا جرم بھی موجود ہے اور غیر مسلموں سے مشابہت کرنا بھی حرام ہے، یقیناً نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) [1]

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند عمدہ ہے۔ کسی بھی غیر مسلم قوم سے مشابہت کم از کم حرام ہے اگرچہ حدیث کا ظاہری مفہوم ان سے مشابہت اختیار کرنے والے کے کافر ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

یکم اپریل کو جھوٹ بولنے میں مذکورہ دو ممنوع کام (جھوٹ اور غیر مسلموں کی مشابہت) پائے جانے کے ساتھ ساتھ ایک تیسری خرابی یہ پائی جاتی ہے کہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے، کیونکہ انسانی طبیعت اور فطرت سے یہ بات ظاہر اور مشہور ہے کہ جس کی تقلید اور پیروی کی جاتی ہے وہ تقلید کرنے والے پر فخر کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس سے زیادہ قدر اور شان والا سمجھتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مقلد کمزور ہے، تبھی تو وہ اس کی تقلید کر رہا ہے، بہر حال اپریل فول مناتے ہوئے جھوٹ بول کر اس رسم کو اختیار کرنے میں مومن کی ذلت ہے، اس لیے کہ وہ ایسا کرنے میں کافروں کا اتباع کرتا ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 14)

435- مذاق میں جھوٹ بولنا

جھوٹ بولنا حرام ہے، بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اگرچہ مذاق کے

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]

طور پر ہی کیوں نہ بولا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 5091)

436- نصاریٰ کے خلاف جھوٹ بولنے کا حکم

اس معاملے میں اصل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جھوٹ بولنا حرام اور سچ بولنا واجب قرار دیا ہے، اور سچائی کو اسلامی شعائر کا جز اور حصہ بنایا ہے، لہٰذا کسی مسلمان کے لیے کسی مسلمان یا کسی کافر کے خلاف جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [التوبة: 119]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

اور بخاری و مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ہے کہ یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَإِيَّاكُمْ بَالْكَذِبِ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا »[1]

''سچائی کو لازم پکڑو، کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا اور سچ کی جستجو

[1] صحیح مسلم [2607/105]

میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بچتے رہو اس لیے کہ جھوٹ گناہ اور فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے، اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا اور اس کی جستجو میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

(اللجنة الدائمة: 17262)

437- امتحانی کمیٹی اور سلیکشن بورڈز میں جھوٹ بولنا

جس شخص نے کمیٹیوں اور بورڈز میں جھوٹ بولا اور دھوکا دیا تو وہ گناہگار ہوگا، خواہ وہ جھوٹ بولنے والا امیدوار ہو یا کمیٹی او بورڈ کا کوئی رکن اور ممبر ہو۔

(اللجنة الدائمة: 5736)

438- کسی خفیہ بات کا جواب دیتے ہوئے جھوٹ بولنا

سوائے ان حالات کے جنھیں نبی اکرم ﷺ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے، کسی بھی قسم کا جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے، اور وہ حالات جن میں جھوٹ بولنا مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، وہ ہے آپس میں صلح کراتے ہوئے جھوٹ بولنا، جنگ میں جھوٹ بولنا اور میاں بیوی کے درمیان بگاڑ کی اصلاح کرنے کے لیے جھوٹ بولنا۔ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو اس کے ذمے توبہ کرنا واجب ہے، اور وہ اس گناہ کی لوگوں کو خبر نہ دے، الا یہ کہ اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو جیسے ان پر ظلم کرنا اور ان پر زیادتی کرنا تو وہ اس کا ان سے ذکر کرے، اور اگر اس ظلم و

زیادتی کا تعلق مال سے ہے تو وہ مال ان کو واپس لوٹائے اور اگر وہ مالی معاملہ نہیں ہے تو ان سے معافی اور درگزر کرنے کی درخواست کرے۔

(اللجنة الدائمة: 19958)

439- لوگوں کو ہنسانے اور خوش کرنے کے لیے عمداً جھوٹ بولنا

ایسا کرنا دین اسلام میں حرام ہے، کیونکہ ہر قسم کا جھوٹ بولنا حرام اور اس سے گریز و پرہیز کرنا واجب ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ بَالْكَذِبِ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا» [1]

”سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا اور سچ کی جستجو میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بچتے رہو اس لیے کہ جھوٹ گناہ اور فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ کہتا ہے اور اس کی جستجو میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔“

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1. صحیح مسلم [2607/105]

«وَيْلٌ لِّمَنْ كَذَبَ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ ثُمَّ وَيْلٌ لَّهٗ»[1]

''اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو کسی قوم کے لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے لیے ہلاکت ہے، پھر اس کے لیے ہلاکت ہے۔''

سو اس بنا پر ہمہ قسم کے جھوٹ سے پرہیز کرنا واجب ہے، نہ کسی قوم کے لوگوں کو ہنسانے کے لیے، نہ مذاق کے طور پر اور نہ سنجیدگی کے ساتھ عمداً۔ غرضکہ ہر جھوٹ سے بچنا لازم ہے۔ جب انسان اپنے نفس کو سچ بولنے اور سچ تلاش کرنے کا عادی بنا لیتا ہے تو وہ اپنے ظاہر و باطن میں صادق اور سچا بن جاتا ہے، اس لیے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

«وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا»[2]

''آدمی سچ کہتا اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں ''صدیق'' (بہت زیادہ سچ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے۔''

سچ بولنے کے اچھے نتائج ہم سب سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں۔ کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھیوں ھلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کو دیکھیے، انھوں نے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف بتا دیا کہ جنگ سے پیچھے رہنے کا ان کے پاس کوئی عذر اور بہانہ نہیں تھا، پھر ذرا غور کرو کہ ان کی سچائی کا کیا صلہ ملا؟ اللہ کی کتاب قرآن مجید میں ان کے حق میں آیات نازل ہوئیں جن میں ان کی

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [4990]
2. صحيح مسلم [2607/105]

ستائش کی گئی اور ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ [التوبة: 118,117]

”بلاشبہ یقیناً اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی، جو تنگ دستی کی گھڑی میں اس کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں، پھر وہ ان پر دوبارہ مہربان ہوگیا۔ یقیناً وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور ان تینوں پر بھی جو موقوف رکھے گئے۔“

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ان تینوں سچ بولنے والے صحابیوں کی توبہ قبول ہونے کا اللہ تعالیٰ نے الگ سے ذکر کیا، حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے، مگر ان تینوں کی سچائی کی وجہ سے ان کو یہ مقام حاصل ہوا:

﴿ وَ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [التوبة: 119,118]

”اور ان تینوں پر بھی جو موقوف رکھے گئے، یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں

تنگ ہوگئیں اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک اللہ سے پناہ کی
کوئی جگہ اس کی جناب کے سوا نہیں، پھر اس نے ان پر مہربانی کے
ساتھ توجہ فرمائی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو بہت توبہ
قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو!
اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

پس ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا تھا، یہ مقام حاصل ہوا کہ ان کے حق میں مذکورہ آیات نازل ہوئیں اور ان تین آیتوں میں سے درمیانی آیت بطور خاص ان کے حق میں نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے اور ان کے ذکر اور شہرت کو ایک ایسی کتاب میں بلند کیا ہے جو قیامت تک نمازوں اور خطبوں میں تلاوت ہوتی رہے گی۔

تو میرے مسلمان بھائی! اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان، نیز اپنے اور اللہ کے بندوں کے معاملے میں سچ کو لازم پکڑ اور اسی کی تلاش میں رہ، جھوٹ سے پرہیز کر، کیونکہ جھوٹ کا نتیجہ وہی ہے جس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں دی ہے:

« يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَلَا يَزَالُ
الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا »[1]

''جھوٹ گناہ اور فجور کی راہ دکھاتا ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے،
اور آدمی مسلسل جھوٹ کہتا ہے اور جھوٹ کی جستجو میں رہتا ہے، یہاں
تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

---

[1] صحیح مسلم [2607/105]

اپنے جھوٹ کو جواز فراہم کرنے کے لیے یہ بہانہ نہ بنا کہ میں تو یہ جھوٹے قصے اور کہانیاں بیان کر کے لوگوں میں خوشی بانٹتا ہوں تا کہ وہ اس پر ہنسیں اور راحت محسوس کریں، یقیناً یہ تیرے لیے اور سننے والے لوگوں کے لیے بہت ضرر رساں بات ہے، لوگوں کو اگر خوش کرنا ہے تو ان کو اپنی معلومات کے مطابق وہ مفید واقعات اور قصے سناؤ جو ان کے ایمان میں اضافے اور ان کی نیکی کی طرف رغبت جیسے فوائد کا باعث بنیں، مثلاً آپ ان کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور خلفاءِ راشدین کی سیرت کے متعلق جو کچھ جانتے ہو، وہ ان کو سناؤ اور اس کے علاوہ اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں جو مواد تمھارے علم میں ہے، وہ ان کے سامنے پیش کرو۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 16)

440- بے ضرر جھوٹ کا حکم

جھوٹ بولنا مطلق طور پر حرام ہے، اس سے اگر مستثنیٰ ہے تو وہی جسے شارع نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور سوال میں جس بے ضرر جھوٹ کا ذکر کیا گیا ہے، عمومی دلائل کی وجہ سے وہ ان مستثنیٰ صورتوں میں سے نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

[التوبة: 119]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ بِالْكَذِبِ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا» [1]

''سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا اور سچ کی جستجو میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بچتے رہو اس لیے کہ جھوٹ گناہ اور فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ کہتا ہے اور اس کی جستجو میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جھوٹ کسی صورت میں درست نہیں ہے، خواہ وہ سنجیدگی کے ساتھ ہو یا مذاق کے طور پر، اس کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ﴾

[التوبة: 119]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

---

[1] صحیح مسلم [2607/105]

یہ آیت اسی طرح تلاوت کر کے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سوال کرتے: کیا اس آیت میں تم کسی کے لیے جھوٹ کی گنجائش اور رخصت پاتے ہو؟

(اللجنة الدائمة: 6355)

441- جھوٹے خواب کا دعویدار

خواب دیکھنے کے حوالے سے جھوٹ بولنا حرام ہے، اس کے متعلق ایک ایسی وعید آتی ہے جس میں اس سے باز آنے کا سامان ہے، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرىٰ أَنْ يُّرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ))[1]

''بہتانوں میں سے بڑا بہتان یہ ہے کہ جو خواب آنکھوں نے نہ دیکھا ہو کہے کہ میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔''

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ))[2]

''جو شخص دیکھے بغیر (جھوٹا) خواب بیان کرے تو (قیامت کے دن) اسے یہ حکم اور تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جَو کے دانوں کو گرہ لگا کر جوڑے اور وہ انھیں جوڑ نہیں سکے گا۔'' (اللجنة الدائمة: 20517)

442- جن حالات میں جھوٹ بولنا جائز ہے ان پر قیاس نہ کیا جائے

سوال جن حالات میں جھوٹ بولنا جائز ہے، وہ تین ہیں جیسا کہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7043]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [7042]

حدیث میں اس کی دلیل موجود ہے۔ کیا بر بنائے مصلحت دوسرے حالات کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے؟

جواب اولاً: جن تین حالات میں جھوٹ بولنے کی حدیث وارد ہوئی ہے، بعض اہلِ علم نے اسے تاویلی توریہ پر محمول کیا ہے، نہ کہ حقیقی جھوٹ پر، انھوں نے کہا ہے: جھوٹ کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے، رہا حدیث میں جھوٹ کے جواز کا بیان تو وہ "توریہ" ہے، جھوٹ نہیں ہے۔

ثانیاً: جب ہم مان لیں کہ حدیث میں جس جھوٹ کا جواز ہے، وہ جھوٹ حقیقتاً ہی جھوٹ ہے تو پھر کسی اور جھوٹ کو حدیث کے اس جائز کردہ جھوٹ پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ ہمیں اس قسم کا قیاس کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، جبکہ ہمارے پاس تاویل کی قدرت اور گنجائش موجود ہے، بہر حال تاویل کے ذریعے سے جھوٹ سے چھٹکارا موجود ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھ لو: کسی شخص نے تمھارے پاس گھر میں آنے کی اجازت مانگی، یعنی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور تم گھر میں موجود ہو، لیکن تم اس کے لیے دروازہ کھولنا اور اس سے ملنا پسند نہیں کرتے تو تم اپنے گھر والوں سے کہو کہ وہ کہہ دیں: "إنه ليس موجودا" (وہ موجود نہیں ہے) اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کا یہ کہنا: "إنك لست موجودا" (تم موجود نہیں ہو) کیسے درست ہے، حالانکہ تم گھر ہی میں ہو؟ تو یہ اس طرح درست ہے کہ گھر والے اپنے اس قول "إنه ليس موجوداً" (وہ موجود نہیں ہے) سے کسی دوسری ایسی جگہ کی نیت کر لیں کہ تم اس میں موجود نہیں ہو، بلکہ کسی اور جگہ ہو، اسی طرح مثال کے طور پر جب صورت حال یہ ہو کہ تم مجلس میں بیٹھے ہو تو گھر والے کہہ

دیں: "لیس موجوداً" (وہ موجود نہیں ہے) اور مراد یہ لیں کہ وہ کمرے میں نہیں ہے، وہ تو باہر مجلس میں بیٹھا ہے تو اس طرح بغیر جھوٹ بولے مقصد حاصل ہو جاتا ہے، بہر حال خلافِ ظاہر بات کر کے اور تاویل کے ذریعے سے جھوٹ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی گنجائش موجود ہے اور جھوٹ بولنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔

انسان جب اللہ کے لیے نیت خالص کر لیتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سچ مہیا کر دیتا ہے، حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا »[1]

"آدمی سچ کہتا اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں "صدیق" (بہت زیادہ سچ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے۔"

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 17)

443- صلہ رحمی کی خاطر جھوٹ بولنا

لوگوں کے درمیان اصلاح اور صلح کروانے کے سوا کسی اور کام کے لیے جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے، جب کوئی شخص یہ جانتا ہو کہ دو قریبی رشتہ دار آپس میں لڑے ہوئے اور قطع رحمی کے مرتکب ہو رہے ہیں تو وہ ان کے درمیان صلح کروانے کے لیے جھوٹ بولے تو یہ اس بنا پر جائز ہے کہ بعض اہل علم کہتے ہیں: لوگوں میں صلح کروانے کے لیے جو جھوٹ بولا جاتا ہے وہ جھوٹ نہیں بلکہ توریہ ہوتا ہے، اور اس توریے کا مطلب یہ ہے کہ توریہ کرنے والا ایک بات کہتا ہے اور نیت اس کے علاوہ کسی اور بات کی کرتا ہے، تاکہ وہ صریح جھوٹ بولنے کا مرتکب نہ ہو۔

---

[1] صحیح مسلم [2607/105]

مثلاً وہ آپس میں لڑے ہوئے قریبی رشتہ داروں سے کہے: تمھارا وہ قریبی رشتہ دار تو تمھاری تعظیم کرتا ہے، تمھارا احترام کرتا ہے اور تمھیں بڑی فضیلت دیتا ہے، اور اپنے اس کلام سے مراد یہ لے کہ وہ تمھاری تعظیم کرتا ہے، تمھارا احترام کرتا ہے اور تمھیں بڑی فضیلت دیتا ہے اگر تم اس سے قطع رحمی اور قطع کلامی نہ کرو، تو اس طرح وہ صریح جھوٹ بولنے سے محفوظ رہے گا، جبکہ ان دونوں قطع رحمی کرنے والوں اور لڑنے والوں میں سے ہر ایک کے سامنے یہ کلام اس بات پر دلالت کرے گا کہ اس کا ساتھی اس کا احترام کرتا ہے، اس کی تعظیم کرتا اور اس کی تعریف کرتا ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 18)

444- ''قول الزور'' (جھوٹی بات) کا مطلب و مفہوم

''قول الزور'' (جھوٹی بات) کا مطلب ہے وہ قول اور بات جو حق سے ہٹی ہوئی اور درستی سے انحراف کرنے والی ہو۔ (اللجنة الدائمة: 9173)

445- دوستوں کو یہود و نصاریٰ کے ناموں سے پکار کر مذاق اور خوش طبعی کرنا

ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ کافروں کے ناموں میں ان کی مشابہت اختیار کرنے کے مترادف ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» [1]

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔''

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]

لہذا واجب اور ضروری ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ان اجنبی ناموں کے ساتھ ایک دوسرے کو مذاق کے طور پر بھی پکارنے سے پرہیز کیا جائے۔

(اللجنة الدائمة: 20818)

اللہ کی رحمت سے مایوسی و نا امیدی

446- مایوسی اور نا امیدی کی تعریف اور اس کا حکم

اللہ سبحانہ و تعالیٰ وسیع رحمت والا ہے، جو رحمت مومنوں کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا بندوں پر ضروری اور واجب ہے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اللہ کی رحمت کے امیدوار بن کر اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی عبادت بجا لائیں۔

پس مومن خوف اور امید کی درمیانی کیفیت اور حالت میں ہوتا ہے، نہ تو وہ خوف اور ڈر کی جانب کو اتنا غالب اور طاری کر لیتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے، اور نہ ایسی امید ہی باندھتا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی تدابیر سے بے خوف ہو جائے۔ بلاشبہہ انبیاء و رسل کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ وہ رغبت و امید اور خوف کے ساتھ اللہ کو پکارتے تھے، جیسے کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

﴿أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَ يَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَ يَخَافُونَ عَذَابَهُ﴾ [الإسراء: 57]

”وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی

امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔“

جب انسان صرف خوف والی جانب کو پکڑ لے اور اس میں اتنا مبالغہ اور شدت پیدا کرے کہ وہ اللہ کی رحمت ہی سے مایوس ہو جائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس شخص پر گمراہی کا فتویٰ اور حکم لگایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ [الحجر: 56]

”اور گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔“

ایسے ہی جب وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر یہ حکم لگاتے ہیں:

﴿ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

[یوسف: 87]

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔“

یہ تو ان خارجیوں وغیرہ کا وعیدی طریقہ ہے جنھوں نے جانب وعید کو اس طرح غالب اور طاری کیا اور اس میں اتنی شدت اور سختی کی کہ وہ گمراہی کا شکار ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 497/1)

447- یاس اور قنوط میں فرق

بظاہر تو ان میں کوئی فرق نہیں ہے، گمراہی اور کفر دو ایک جیسے اکٹھے وصف ہیں۔ کسی شخص کے متعلق کہا جاتا ہے: وہ گمراہ ہے اور کبھی اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے، وہ کافر ہے، لہٰذا گمراہی اور کفر دو مترادف وصف ہیں، چنانچہ کفر پر

گمراہی کا لفظ بولا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ [الفاتحہ: 7]

''جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔''

بعض علماء نے یاس اور قنوط میں فرق کیا ہے، اور مندرجہ ذیل دو آیتوں سے استدلال و استنباط کرتے ہوئے یاس کو قنوط سے شدید اور سخت قرار دیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قانطین کو گمراہی کے ساتھ متصف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ [الحجر: 56]

''اور گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔''

اور رحمت سے مایوس لوگوں کو کفر کے ساتھ متصف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

[یوسف: 87]

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔'' (الفوزان: المنتقیٰ: 498/1)

448- توبہ کی قبولیت

ہر انسان کے لیے توبہ کی قبولیت کا دروازہ کھلا ہے جب تک وہ موت سے پہلے نزع کی کیفیت سے دوچار نہیں ہوتا، اس لیے کسی مسلمان کو اپنے گناہوں کی کثرت اور معاصی کے خوف سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اللہ کی بارگاہ میں اخلاص اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے ارادے کے ساتھ توبہ کرنی چاہیے۔

449- گناہوں کی بخشش

اللہ تعالیٰ انسان کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، اگرچہ وہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں، بشرطیکہ وہ موت سے پہلے توبہ کر لے۔ گزشتہ زمانے میں ایک انسان نے 100 افراد کو قتل کیا تھا، لیکن جب اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بھی معاف کر دیا۔

450- مغفرت کا راستہ

گناہوں کی بخشش کا اولین طریقہ ان سے کنارہ کش ہونا، ندامت کا اظہار کرنا اور آئندہ ان کے ارتکاب سے باز رہنے کا عزم بالجزم ہے۔

500
سوال و جواب برائے
خرید و فروخت
لأصحاب الفضیلة
الإمام ابن باز
العلامة العثیمین
العلامة الفوزان
سعودی فتوی کمیٹی
ترجمہ
پروفیسر حافظ عبد الجبار حفظہ اللہ
فاضل کنگ سعود یونیورسٹی ریاض
مکتبہ بیت السلام
ریاض۔ لاهور

450

جواب في

الطب والتداوي

لجمع من العلماء

الإمام ابن باز العلامة العثيمين العلامة الفوزان

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

مكتبہ بیت السلام لاہور ریاض

Ph: +966-11-4381155,4381122 Fax: 4385991

Mob: +966-542666646,566661236,532666640

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

Tel: 042-37361371

Mob: 0321-9350001

Email: bait.us.salam1@gmail.com

Web: baitussalam.exai.com

Facebook page :Baitussalam book store